معاشرتی علوم 5

پانچویں جماعت کے لیے



سندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ



مُعاشرتی عُلوم

پانچویں جماعت کے لیے



سِندھ ٹیکسٹ بُک بورڈ، جام شورو

پبلشرز

سیّد اینڈ سیّد

۶۔ ٹھاکرداس بلڈنگ، ایم۔اے جناح روڈ، کراچی

تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ بہ تعاون آغا خان یونیورسٹی ، انسٹیٹیوٹ فار ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ، کراچی
منظور کردہ : وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب) اسلام آباد ، بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

نگران اعلیٰ : خالد محمود سومرو
چیئرمین، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ

مصنفین : ڈاکٹر برناڈیٹ ایل ڈین
مسز روبینہ امین قریشی
الکریم داتو
پروفیسر قاضی نذیر احمد

مترجمین : مقبول ایچ خان
پروفیسر سید قوی احمد

ادارت و نگرانی : محمد ناظم علی خان ماتلوی
قائم الدین بلال

آرٹ ورک : سید علی عباس جعفری

کمپیوٹر کمپوزنگ اور لے آؤٹ : سید گرافکس ، کراچی

ڈیزائن اینڈ پروسس : نورانی پروسس، کراچی

مطبع : پنجاب پرنٹنگ پریس، کراچی

فہرست مضامین

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
پہلا باب	نقشے کے بارے میں جاننا	5
دوسرا باب	ہم تاریخ کیوں جاننا چاہتے ہیں	14
تیسرا باب	سرزمین پاکستان کی تاریخ زمانہ قدیم سے	18
چوتھا باب	سرزمین پاکستان کی تاریخ ۔ آزادی کے لیے جدوجہد	28
پانچواں باب	پاکستان کی تاریخ ۔ آزادی کے بعد	35
چھٹا باب	پاکستان کی طبعی بناوٹ	43
ساتواں باب	پاکستان کا محل وقوع	50
آٹھواں باب	پاکستان کی آب وہوا	59
نواں باب	معدنیات اور توانائی پیدا کرنے کے وسائل	70
دسواں باب	صنعتیں	82
گیارھواں باب	آبادی	90
بارھواں باب	پاکستان کی ثقافت	96
تیرھواں باب	پاکستان کے چند اہم شہر	103
چودھواں باب	ہمارے ملک کا طرزِ حکومت	111
پندرھواں باب	اپنے مسائل سمجھنا	123
سولھواں باب	عوام کو فراہم کی جانے والی سہولتیں	134
سترھواں باب	چند اہم شخصیات	140

پیش لفظ

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس کا فریضہ درسی کتب کی تیاری واشاعت ہے۔ اس کا اولین مقصد ایسی درسی کتابوں کی تیاری وفراہمی ہے جو نسلِ نو کو شعور وآگہی اور ایسی صلاحیت بخشیں جن کے ذریعے وہ اسلام کے آفاقی نظریات، بھائی چارے، اسلاف کے کارناموں اور اپنے ثقافتی ورثہ وروایات کی پاسداری کرتے ہوئے دورِ جدید کے نت نئے سائنسی، تکنیکی اور معاشرتی تقاضوں کا مقابلہ کرکے کامیاب زندگی گزار سکیں۔

اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کی غرض سے اہل علم، ماہرین مضامین، مدرسین کرام اور مخلص احباب کی ایک ٹیم ہر سمت سے حاصل ہونے والی تجاویز کی روشنی میں درسی کتب کے معیار، جائزے اور ان کی اصلاح کے لیے ہمارے ساتھ پیہم مصروفِ عمل ہے۔

ہمارے ماہرین اور اشاعتی عملے کے لیے اپنے مطلوبہ مقاصد کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کتب سے اساتذہ کرام اور طلبہ وطالبات کماحقہ استفادہ کریں۔ علاوہ ازیں ان کی تجاویز وآراء ان کتب کے معیار کو مزید بہتر بنانے میں ہمارے لیے ممد ومعاون ثابت ہوں گی۔

خالد محمود سومرو

چیئرمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا باب

نقشے کے بارے میں جاننا

نقشہ کسے کہتے ہیں؟

نقشہ ایک قسم کا گراف ہوتا ہے جو مقررہ پیمانے کے مطابق پوری زمین یا اس کے کسی حصے کی اوپری سطح کو ظاہر کرتا ہے۔

علامات اور کلید

ہم نے پڑھا ہے کہ نقشے پر حقیقی چیزوں کو دکھانے کے لیے علامات استعمال کی جاتی ہیں۔ کلید نقشے کا وہ حصہ ہوتا ہے جس میں علامات ہوتی ہیں اور یہ بتاتا ہے کہ یہ علامات کیا ظاہر کرتی ہیں۔ علامات مختلف شکلوں، رنگوں اور سائز کی ہوتی ہیں۔ بعض علامات ان خاصیتوں کو ظاہر کرتی ہیں جن کی وہ نمائندگی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ≈ کی علامت دریا کو ظاہر کرتی ہے۔ بعض علامات ان خاصیتوں کو ظاہر نہیں کرتیں جن کی وہ نمائندگی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ▭ کی علامت عمارت کو ظاہر کرتی ہے۔

بعض خاصیتوں کو ظاہر کرنے کے لیے معیاری یعنی مقررہ رنگ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر نیلا رنگ پانی کے لیے اور سرخ اور کالا رنگ انسانوں کی بنائی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ صفحہ 9 پر نقشہ دیکھیے۔ زمین کے مختلف حصوں کو مختلف رنگوں سے دکھایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سبز رنگ میدانوں کو دکھانے اور بھورا رنگ پہاڑوں کو دکھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

علامات کا سائز ان کی بناوٹ کا سائز ظاہر کرتا ہے جن کی وہ نمائندگی کرتی ہیں۔ شکل 1.1 پر دیکھیں۔ سب سے چھوٹا نقطہ گاؤں کو ظاہر کرتا ہے اس لیے کہ یہ قصبہ اور شہر سے چھوٹا ہوتا ہے۔ سب سے بڑا نقطہ شہر کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے کہ یہ گاؤں اور قصبے سے بڑا ہے۔

گاؤں	•
قصبہ	●
شہر	⬤

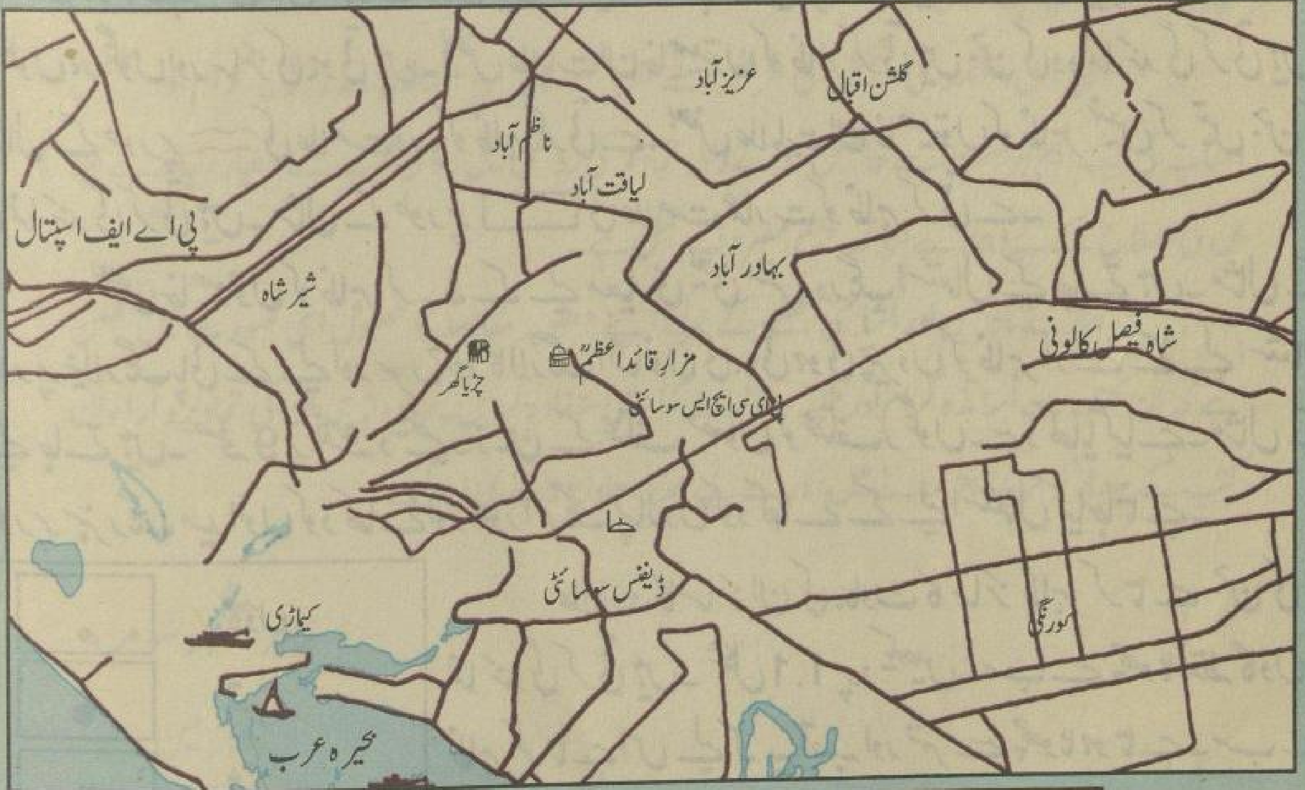
شکل 1.1 مختلف سائز کی علامات

استاد جب بھی سبق پڑھائیں، ایک وقت میں ایک تصور کو ذہن نشین کرائیں۔ نیا تصور شروع کرنے سے قبل پچھلے تصور کو دہرائیں۔
بعض تصورات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مشکل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو پڑھانے میں زیادہ وقت صرف کریں۔

ہم نے سیکھا ہے کہ کسی نقشے میں استعمال کردہ علامتوں کو ایک جگہ کلید کی صورت میں ظاہر کیا جاتا ہے جس سے ہمیں نقشہ پڑھنے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ کسی نقشے کی کلید بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک ہی علامت مختلف نقشوں پر مختلف چیزیں ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک نقطہ کسی نقشے پر گنجان آبادی کو ظاہر کرسکتا ہے اور دوسرے نقشے پر قصبوں اور شہروں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

نقشے کی کلید بنانا

تصور کرلیجیے کہ ہم کراچی کے اہم مقامات کے دورے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ہمارے پاس کراچی کا نقشہ ہے لیکن اس کی کلید نہیں ہے۔ نقشے کی کلید بنائیے۔ اس صفحے پر دیے ہوئے خانوں میں نقشے پر دکھائی گئی ہر علامت کو بنائیے اور سامنے نام لکھیے۔



نام	علامت	نام	علامت

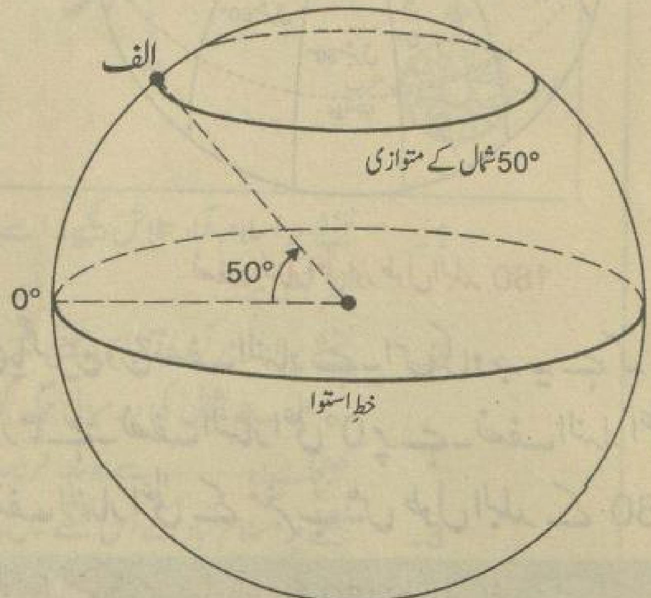
خطوط عرض البلد اور خطوط طول البلد کے ذریعے مقامات کا تعین کرنا

چوتھی کلاس میں ہم نے سیکھا تھا کہ کس طرح مربعی خطوط کسی مقام کا پتا چلانے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ بعض نقشے مثلاً اٹلسوں میں ممالک کے نقشوں یا عالمی نقشوں میں مقامات کا پتا چلانے کے لیے یہ مربعی خطوط استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ وہ خطوط ہیں جو زمین کے گرد کھینچے گئے ہیں۔ افقی خطوط، خطوط عرض البلد کہلاتے ہیں اور عمودی خطوط کو خطوط طول البلد کہا جاتا ہے۔

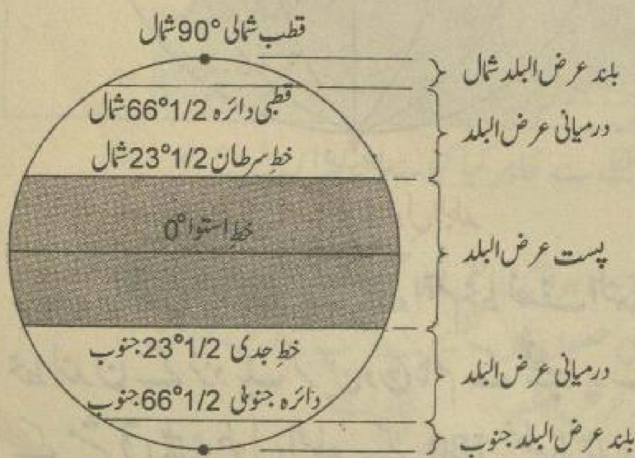
خطوط عرض البلد

زمین بالکل گول نہیں ہے۔ یہ قطب شمالی اور قطب جنوبی پر معمولی سی چپٹی ہے۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی کے عین درمیان عرض البلد کا سب سے اہم خط "خطِ استوا" ہے۔ یہ خط استوا زمین کو دو حصوں یا دو نصف کروں میں تقسیم کرتا ہے۔ بالائی حصے کو شمالی نصف کرہ اور زیریں حصے کو جنوبی نصف کرہ کہا جاتا ہے۔

ہر نصف کرہ میں عرض البلد کے 90 خطوط ہیں یعنی 90 مساوی فاصلے کے متوازی خطوط جنوبی نصف کرے میں کھینچے گئے ہیں (دیکھیے تصویر 1.2) خطوط عرض البلد مشرق سے مغرب کی طرف زمین کے گرد مکمل دائرے بناتے ہیں۔ شکل 1.3 جو خط عرض البلد ظاہر کرتی ہے وہ اتنا اہم ہے کہ اُسے خصوصی نام دیا گیا ہے۔ وہ °0 پر خط استوا ہے۔ شمالی نصف کرے میں °23.5 شمال پر دائرہ یا خط سرطان اور °66.5 شمال پر



تصویر 1.2 خطوط عرض البلد کی شناخت کا طریقہ



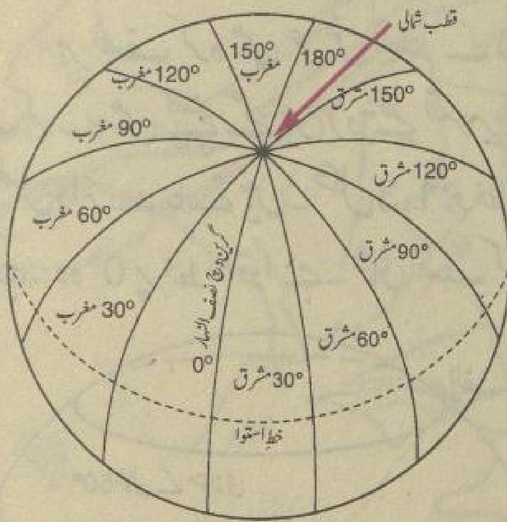
تصویر 1.3 عرض البلد کے اہم خطوط

دائرہ یا خط قطب شمالی ہے۔ جنوبی نصف کرہ میں °23.5 جنوب پر دائرہ یا خط جدی اور °66.5 جنوب پر دائرہ یا خط قطب جنوبی ہے۔

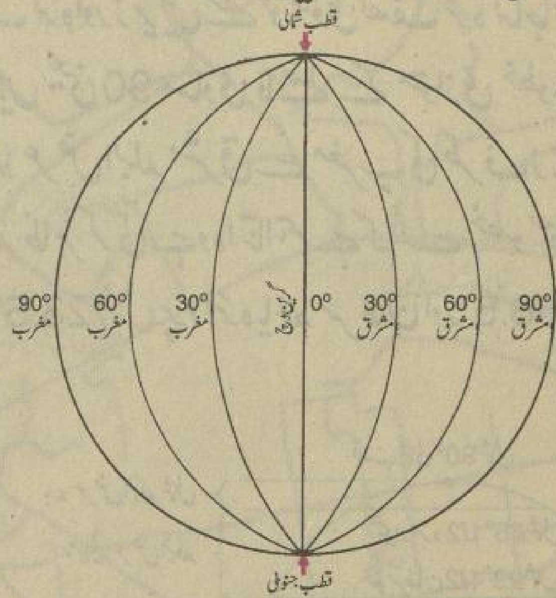
جب آپ کسی جگہ کا عرض البلد بتائیں تو آپ کو ہمیشہ یہ کہنا چاہیے کہ آیا یہ خط استوا کے شمال میں ہے یا جنوب میں۔ مثال کے طور پر دائرہ قطب شمالی °66.5 شمال میں ہے۔ جب کہ دائرہ قطب جنوبی °66.5 جنوب میں ہے۔ صرف خط استوا ہی وہ خط ہے جو °0 پر واقع ہے۔

خطوط طول البلد

خطوط طول البلد وہ فرضی خطوط ہیں جو قطب شمالی سے قطب جنوبی کی طرف کھینچے گئے ہیں۔ یعنی یہ شمالاً جنوباً چلتے ہیں۔ خطوط عرض البلد زمین کے گرد مکمل دائرے بناتے ہیں۔ جب کہ خطوط طول البلد صرف آدھی زمین کا احاطہ کرتے ہیں۔



نصف النہار اعلیٰ اور طول البلد 180



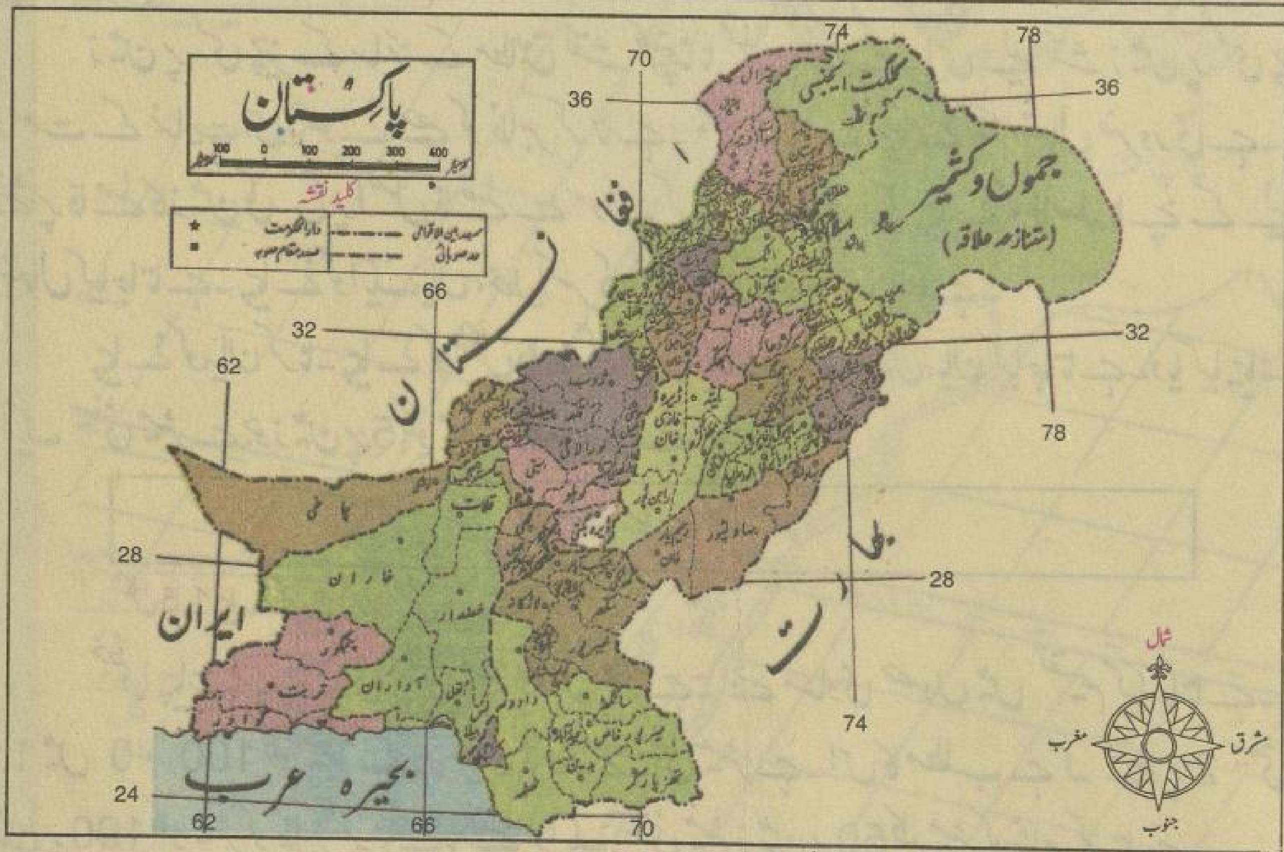
شکل نمبر 1.4 خطوط طول البلد

طول البلد کا سب سے اہم خط نصف النہار اعلیٰ یا گرین وچ نصف النہار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خط لندن کے نزدیک گرین وچ نام کے قصبے پر سے گزرتا ہے۔ نصف النہار اعلیٰ °0 پر ہے۔ نصف النہار اعلیٰ کے مشرق میں طول البلد کے 180 خطوط ہیں اور نصف النہار اعلیٰ کے مغرب میں طول البلد کے 180

نوٹ :- طول البلد کے 360 خطوط ہیں۔ نصف النہار اعلیٰ کے مشرق میں طول البلد کے 180 خطوط اور مغرب میں طول البلد کے 180 خطوط ہیں کیونکہ زمین ایک کرہ یعنی گولا ہے۔

خطوط ہیں۔ (دیکھیے تصویر 1.4) جب آپ کسی جگہ کا طول البلد بتائیں تو آپ کو ہمیشہ یہ کہنا ہوگا کہ یہ نصف النہار اعلیٰ کے مشرق میں ہے یا مغرب میں۔ 0 پر صرف نصف النہار اعلیٰ اور طول البلد 180 ہیں۔

اگر ہم گلوب یا نقشے پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں خطوط عرض البلد اور خطوط طول البلد واضح طور پر نظر آئیں گے۔ ان خطوط کی مدد سے ہم نقشے پر کسی مقام کا صحیح تعین آسانی سے کر سکتے ہیں۔ پاکستان کے نقشے پر نظر ڈالیں۔ درج ذیل دیے گئے اقدامات کے بعد آیئے ہم سیکھیں کہ کس طرح خطوط عرض البلد اور خطوط طول البلد کو استعمال کر کے کسی جگہ کا تعین کیا جاتا ہے۔



1۔ نقشے پر اسلام آباد تلاش کیجیے۔ اسے ایک نقطے سے ظاہر کیا گیا ہے جو کہ اس طرح ★ نظر آتا ہے۔

2۔ نقشے پر اسلام آباد کے اس نقطے میں سے گزرتا ہوا ایک افقی خط کھینچیے...... درجے شمال اور ...... درجے شمال کی درمیانی جگہ کو مساوی حصوں میں تقسیم کیجیے۔ آپ نے جو افقی خط کھینچا ہے وہ........ سے بہت قریب ہے۔ عرض البلد........ شمال ہے۔

3۔ نقشے پر اسلام آباد کے اس نقطے میں سے گزرتا ہوا ایک عمودی خط کھینچیے...... درجے مشرق اور .... درجے مشرق کی درمیانی جگہ کو مساوی حصوں میں تقسیم کیجیے۔ آپ نے جو عمودی خط کھینچا ہے۔ وہ...... سے بہت قریب ہے۔ طول البلد...... درجے مشرق ہے۔

4۔ پہلے عرض البلد پڑھیے۔ اس کے بعد طول البلد پڑھیے۔
اس لیے اسلام آباد.......... پر ہے۔

یہی عمل دہراتے ہوئے درج ذیل مقامات کا صحیح تعین کیجیے۔

لاہور	____________	کوئٹہ	____________
پشاور	____________	کراچی	____________

پیمانہ

زمین پر کسی چیز کے سائز کے مطابق نقشہ کھینچنا ناممکن بات ہے۔ اس لیے نقشہ زمین پر کسی چیز کی جسامت کے نہایت ہی چھوٹے حصے کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے لیے پیمانے کا استعمال ضروری ہے۔ پیمانہ نقشے پر فاصلے کا زمین کی سطح پر اصل فاصلے سے موازنہ کرتا ہے۔ نقشے کے پیمانے کو فاصلہ ناپنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پیمانے کو ایک بیان، خط یا کسر کی شکل میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

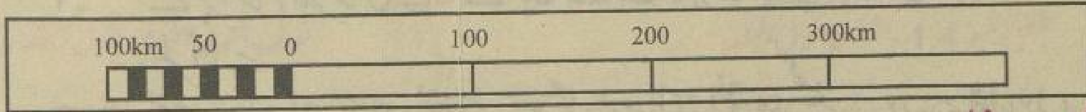
پیمانے کو بیان کرنا۔ پیمانے کو شکل 1.5 کی طرح الفاظ اور اعداد میں بیان کیا جاتا ہے۔ دیا گیا پیمانہ نقشے پر ایک سینٹی میٹر ہے جو زمین پر 5 کلومیٹر کے مساوی ہے۔

ایک سینٹی میٹر = 5 کلومیٹر

شکل 1.5 پیمانے کو بیان کرنا

خطی پیمانہ۔ یہ پیمانہ کئی سینٹی میٹر طویل خط ہے۔ جسے مساوی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ شکل 1.6 میں 0 اور 100 کلومیٹر کے درمیان فاصلہ 2 سینٹی میٹر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نقشے پر 2 سینٹی میٹر زمین پر 100 کلومیٹر کو ظاہر کرتا ہے یا نقشے پر ایک سینٹی میٹر زمین پر 50 کلومیٹر کو ظاہر کرتا ہے۔

100
کلومیٹر



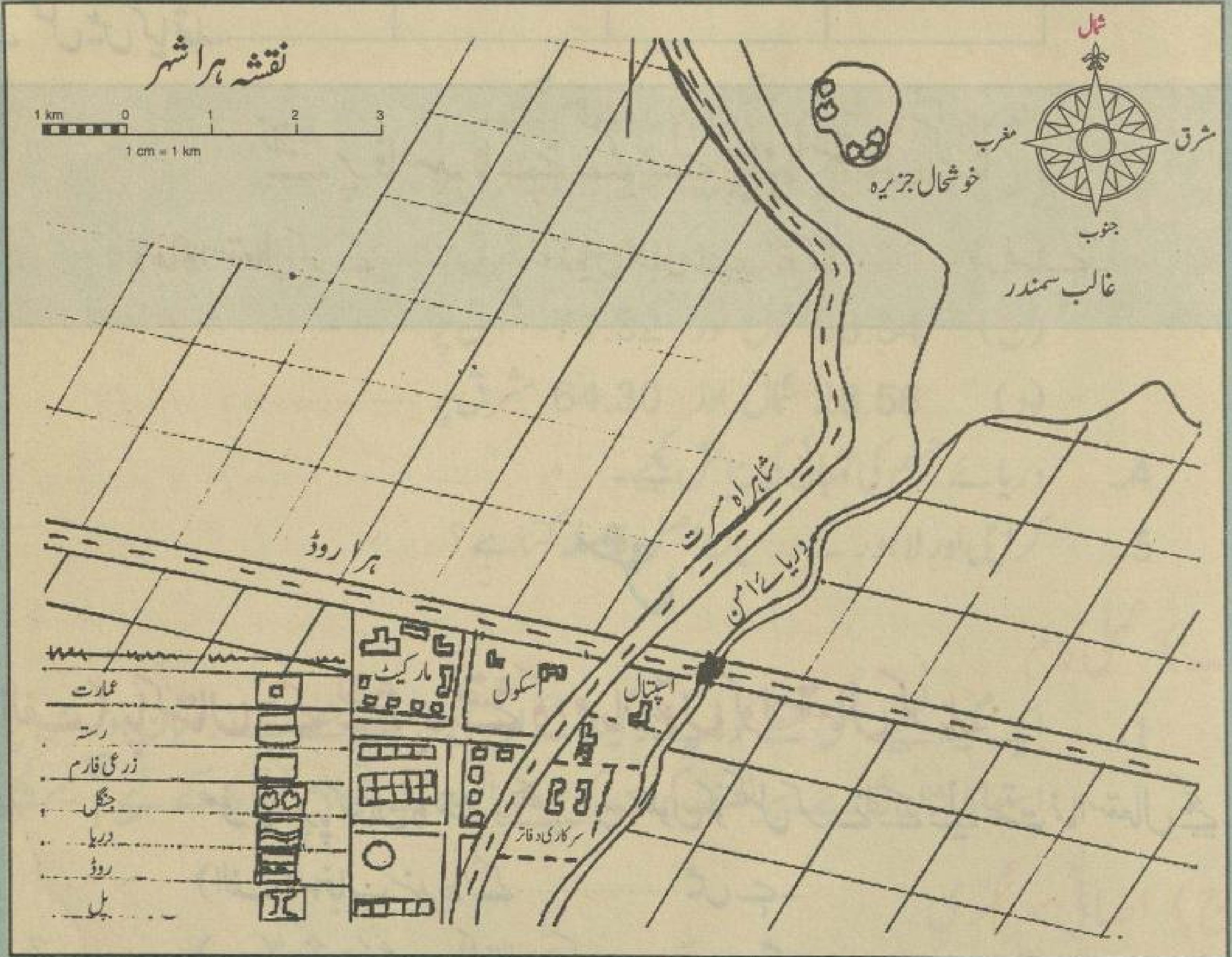
شکل 1.6 خطی پیمانہ

کسری پیمانہ۔ شکل 1.7 میں یہ پیمانہ کسر کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ یہ پیمانہ 1/50,000 ہے۔ مثال کے طور پر نقشے پر ایک سینٹی میٹر زمین پر 50,000 سینٹی میٹر کو یا نقشے پر ایک میٹر زمین پر 50,000 میٹر کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ پیمانہ مختلف یونٹوں میں ہو سکتا ہے۔

1/50000

شکل 1.7 ایک پیمانہ جسے کسری صورت میں ظاہر کیا گیا ہے۔

نقشے پر فاصلہ ناپنے کے لیے پیمانہ استعمال کرنا



1۔ نقشہ پر سڑک ہرا روڈ کو تلاش کیجیے۔

2۔ ہرا روڈ سڑک کی لمبائی کے ساتھ ساتھ ایک ہموار کاغذ رکھیے۔
سڑک کے ہر سرے کو کاغذ پر الف اور ب دکھایئے۔

3۔ نقشے پر خطی پیمانہ کے ساتھ ملا کر کاغذ رکھیے جس میں 0 پر (الف) کا نشان لگایئے۔ اب (ب) کے مقام کو نوٹ کیجیے۔ اس صورت میں فاصلہ 13 کلومیٹر سے زائد ہے۔

4۔ یہ صحیح صحیح معلوم کرنے کے لیے کہ یہ فاصلہ کتنے کلومیٹر ہے؟ آپ پیمانے کو مساوی فاصلوں میں تقسیم کر کے کسر کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

5۔ ہری سڑک کی لمبائی 13.5 کلومیٹر ہے۔

سڑکیں اور دریا عموماً بالکل سیدھے نہیں ہوتے۔ وہ اکثر مڑے ہوتے ہیں۔ مڑے فاصلوں کی پیمائش کرنے کے لیے دھاگے کا استعمال بہتر ہوگا۔ سڑک یا دریا کو ناپنے کے لیے اس کے ایک سرے پر دھاگے کا ایک سرا رکھیے۔ پھر لمبائی کو دھاگے کے ساتھ ٹریس کیجیے۔ جب آپ دوسرے سرے پر پہنچیں گے تو دھاگے پر نشان لگائیے۔ اب دھاگے کو پیمانے پر رکھیے اور اس کی پیمائش کیجیے جیسا کہ آپ نے سڑک ناپنے کے عمل میں کیا تھا۔

نقشے پر فاصلہ ناپنے کے لیے پیمانہ استعمال کرنا

دھاگا استعمال کر کے .... دریا کی لمبائی ناپیے۔ جو کہ .... لمبا ہے۔

مشق

(الف) پاکستان کے نقشے پر نقشے کی مہارتوں کو استعمال کرنا۔

1۔ صفحہ 9 پر پاکستان کا نقشہ دیکھیے۔ ان جملوں کو مکمل کرنے کے لیے سمت نما استعمال کیجیے۔

(الف) پنجاب سندھ کے .... میں ہے۔

(ب) بحیرۂ عرب پاکستان کے .... میں ہے۔

(ج) لاہور پشاور کے .... میں ہے۔

(د) کوئٹہ کراچی کے .... میں ہے۔

(ہ) بلوچستان پنجاب کے .... میں ہے۔

(و) اسلام آباد کراچی کے .... میں ہے۔

2۔ درج بالا نقشے کی کلید بنائیے۔

علامت	نام	علامت	نام

3۔ مندرجہ ذیل خطوط پر واقع شہروں کے نام لکھیے۔

(الف) 25.23 شمال اور 68.24 مشرق پر ....

(ب) 31.25 شمال اور 73.09 مشرق پر ....

(ج) 33.34 شمال اور 71.32 مشرق پر ....

(د) 28.56 شمال اور 64.30 مشرق پر ....

4۔ دریائے جہلم کی لمبائی کی پیمائش کیجیے۔

5۔ کراچی اور لاہور کے درمیان اصل فاصلہ کتنا ہے؟

(ب) عملی کام

1۔ ایک گیند لیجیے۔ اس نقطے کو ناپیے جو گیند کے اوپری اور نچلے حصے کے درمیان ہو۔ اس پر خطِ استوا کا نشان لگائیے۔ ہر نصف کرے کو عرض البلد کے باقی اہم خطوط کے لیے تقسیم کیجیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ اٹلس میں نیچے اشاریوں (انڈیکس) کو دیکھیے۔ اٹلس میں دکھائی گئی ہر جگہ حروف تہجی کی ترتیب سے ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ ملتان 36 B3 30. 10°N 71.36°E ہے۔ یہ آپ کو بتاتا ہے کہ ملتان تلاش کرنے کی بہترین جگہ مربعی خطوط B3 میں ہے۔ یہ آپ کو یہ بھی بتاتا ہے کہ ملتان °30.10 شمال اور °71.36 مشرق میں واقع ہے۔ اسی طرح مختلف شہروں کے محلِ وقوع معلوم کیجیے۔

مشق شروع کرنے سے قبل طلبہ سے تبادلۂ خیال کے لیے کہیے کہ نقشے سیکھنا کیوں اہم ہیں۔

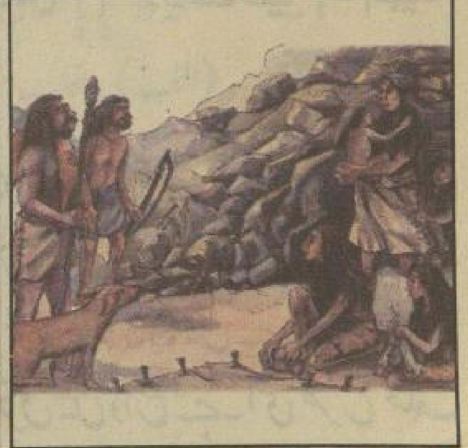
دوسرا باب

ہم تاریخ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟

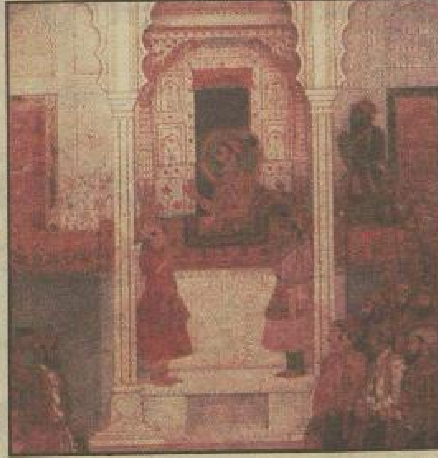
تاریخ پڑھنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ماضی میں کس طرح زندگی گزارتے تھے۔ طلبہ اکثر پوچھتے ہیں "ہم ان لوگوں کے بارے میں کیوں جانیں جو ماضی میں رہتے تھے؟ ہمارے لیے تاریخ کا جاننا کیوں ضروری ہے؟"

آپ کا خیال کیا ہے تاریخ کا مطالعہ کرنا کیوں ضروری ہے؟ یہاں وہ سبب دیے جارہے ہیں کہ ہم تاریخ کیوں پڑھتے ہیں؟

ہم تاریخ یہ جاننے کے لیے پڑھتے ہیں کہ لوگ ماضی میں کس طرح رہتے تھے؟ ہم ماضی کے بارے میں اس لیے بھی جاننا چاہتے ہیں کہ اس سے ہمیں آج کی دنیا کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہمارا رہن سہن کس طرح شروع ہوا۔ دوسرے لفظوں میں ہماری زبان، ہمارا لباس یا ہمارے قانون اور حکومت چلانے کے طریقے، یہ سب چیزیں کس طرح شروع ہوئیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جو کچھ ماضی میں ہوا اس کا آج ہم پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ دوسرے ممالک کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہم سیکھتے ہیں کہ دوسرے ممالک میں رہنے والوں کے طور طریقے ہم سے کیوں مختلف ہیں اور ان کے ماضی کا آج ان پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔



پتھر کے زمانہ کی تصویر



مغلیہ دور



موجودہ دور

سبق میں دی گئی وجوہات پڑھنے سے پہلے طلبہ کو آپس میں گفتگو کرائیے کہ تاریخ کا مطالعہ آخر کیوں ضروری ہے۔

ہم تاریخ کا مطالعہ اس لیے بھی کرتے ہیں کہ دنیا کو ہم اپنے لیے بھی بہتر جگہ بنا سکیں اور مستقبل میں آنے والوں کے لیے بھی۔ یہ کام ہم ماضی کے کارناموں اور غلطیوں سے سبق حاصل کر کے کرتے ہیں۔

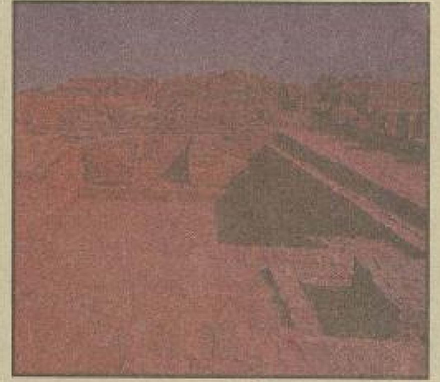
تاریخ پڑھتے وقت یہ جاننا ضروری ہے کہ کون سے واقعات کب ہوئے۔ کیونکہ دنیا بہت عرصے سے موجود ہے۔ یہ کہنے کے لیے کہ کوئی واقعہ کب ہوا، ہمیں کسی ایک تاریخ کی ضرورت پڑتی ہے جہاں سے بات شروع کی جائے۔ یعنی ایسی تاریخ جسے ہم کوئی سَن کہہ سکیں۔

مختلف ممالک میں لوگ مختلف سَن استعمال کرتے ہیں، اکثر یہ سَن اُن کے مذہب میں اہم ہوتا ہے۔

بہت سے ممالک تاریخ معلوم کرنے کے لیے کیلنڈر استعمال کرتے ہیں جسے گریگورین یا عیسوی کیلنڈر کہتے ہیں۔ اس کیلنڈر میں ایک سَن وہ سَن ہے جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ سَن لکھنے کے بعد حرف "ء" بھی لکھا جاتا ہے۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ محمد بن قاسم 711ء میں سندھ میں اسلام لائے۔ اس کا مطلب ہے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے سات سو گیارہ سال بعد۔

بہت سے واقعات حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے کا زمانہ معلوم کرنے کے لیے سَن کے بعد ق م لکھا جاتا ہے۔ ق م کا مطلب ہے قبل مسیح۔ یعنی حضرت عیسیٰ سے پہلے

2000 قبل مسیح
1500 قبل مسیح
1000 قبل مسیح
500 قبل مسیح
قبل مسیح
عیسوی سال
500 عیسوی سال
1000 عیسوی سال
1500 عیسوی سال
2000 عیسوی سال



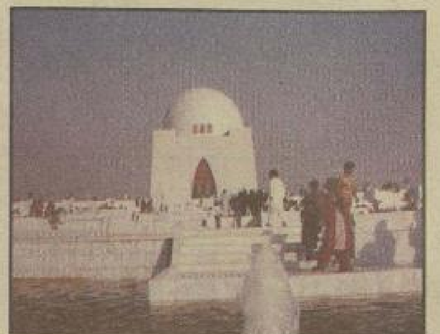
موئن جو دڑو کا بڑا غسل خانہ



اشوک اعظم کے پتھر کی لاٹ



محمد بن قاسم کی بنائی ہوئی پہلی مسجد کے آثار



مزارِ قائدِ اعظم

کے سنوں کے لیے ہم پیچھے کی طرف گنتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص 100ق م میں پیدا ہوا اور 60سال تک زندہ رہا۔ تو گویا اس کا انتقال 40ق م میں ہوا۔ اس کی بجائے اگر کوئی شخص 40ء میں پیدا ہوا اور 60سال تک زندہ رہا تو اس کا انتقال 100ء میں ہوا۔ نیچے خاکہ دیکھیے

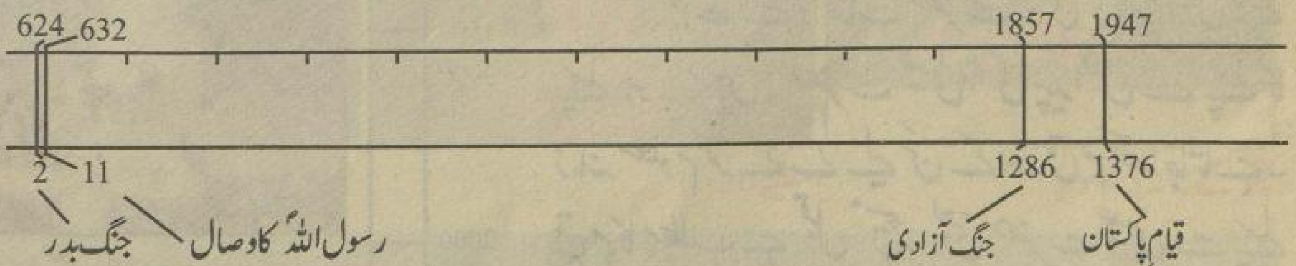
وفات	پیدائش	عیسوی سال ایک	وفات	پیدائش
100ء	40ء		40ق م	100ق م

پاکستان میں عیسوی کیلنڈر کے ساتھ ساتھ اسلامی کیلنڈر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلامی کیلنڈر ہجرت کے موقع سے شروع ہوتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے لیے ہجرت کی تھی۔ یہ 622ء کا واقعہ ہے۔ اس کے 17 سال بعد اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ نے ہجری سن قائم کیا۔ اس کے بعد کے تمام واقعات ہجرت کے بعد کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جنگ بدر ہجرت کے دو سال بعد ہوئی۔ اس لیے اسے 2ھ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ حرف "ھ" کا مطلب ہجرت کے بعد ہے۔

چاند ایک مرتبہ زمین کے گرد چکر لگانے میں جو دن لگاتا ہے، اسے اسلامی مہینا کہا جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی کیلنڈر کا کوئی مہینا 30دن سے زیادہ یا 29دن سے کم نہیں ہوتا۔ اس لیے عیسوی سال میں اسلامی سال سے گیارہ دن زیادہ ہوتے ہیں۔

اسلامی سال کے درج ذیل بارہ مہینے ہیں (1) محرم (2) صفر (3) ربیع الاوّل (4) ربیع الثانی (5) جمادی الاوّل (6) جمادی الثانی (7) رجب (8) شعبان (9) رمضان (10) شوّال (11) ذیقعدہ اور (12) ذی الحجہ

درج ذیل میں اہم اسلامی واقعات اور عیسوی کیلنڈر میں ان کی تاریخیں دی جا رہی ہیں۔



مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ ہم تاریخ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟

2۔ ق م ، ء اور ھ کا کیا مطلب ہے؟

3۔ اسلامی سال کے 12 مہینوں کے نام لکھیے۔

4۔ درج ذیل سوالات کے جواب دینے کے لیے "خطِ وقت" استعمال کیجیے۔



(الف) اکرم 50ء میں پیدا ہوا اور 40 سال تک زندہ رہا۔ وہ .... میں انتقال کر گیا۔

(ب) سکینہ 90 ق م میں پیدا ہوئی اور 60 سال زندہ رہی۔ وہ .... میں انتقال کر گئی۔

(ج) شاہ رخ 105 ق م میں پیدا ہوا اور اس کا 40 ق م میں انتقال ہوا۔ وہ ....سال زندہ رہا۔

(د) ثانیہ 72 سال کی عمر میں 95ء میں انتقال کر گئی۔ وہ .... میں پیدا ہوئی۔

(ب) عملی کام

اپنی زندگی کا خطِ وقت بنائیے اس میں اہم واقعات دکھائیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

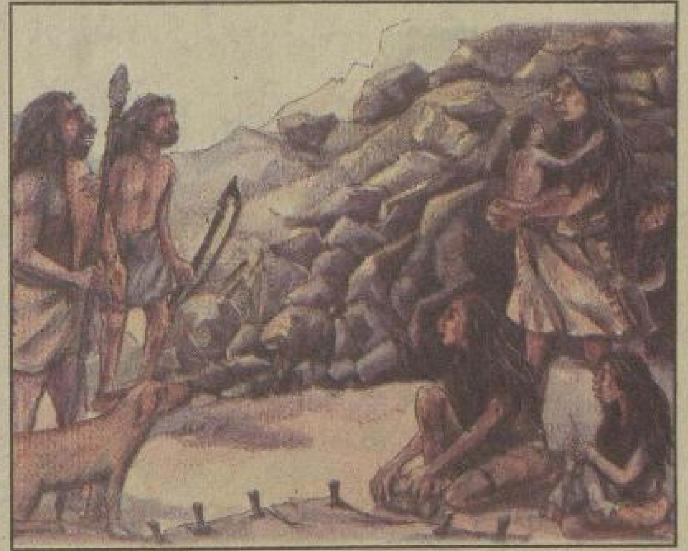
عیسوی اور اسلامی کیلنڈروں میں اپنی تاریخِ پیدائش تلاش کیجیے۔

کسی کا دل نہ دکھاؤ

تیسرا باب

سرزمین پاکستان کی تاریخ زمانہ قدیم سے

پاکستان 14 اگست 1947ء کو قائم ہوا۔ پاکستان ایک نیا ملک ہے۔ لیکن وہ علاقہ جو اب پاکستان کہلاتا ہے، اس کی تاریخ طویل ہے۔ چوتھی جماعت میں ہم نے پڑھا ہے کہ تقریباً دس ہزار سال قبل لوگ جس طرح زندگی گزارتے تھے، اس میں تبدیلی آنے لگی۔ انھوں نے بہتر اوزار بنانا شروع کر دیے۔ کھیتی باڑی شروع کر دی۔ لکڑی یا کچی اینٹوں کے مکان بنانا سیکھ لیے۔ گاؤں اور چھوٹے قصبے آباد ہو گئے۔ انھوں نے ایک ہی جگہ پر مستقل طور پر رہنا شروع کر دیا۔ ان کی زندگی کا معیار بہتر ہوتا گیا۔ وہ مہذب بن گئے۔ تاہم ہم ان لوگوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔



پتھر کے قدیم زمانے کے لوگ



پتھر کے جدید زمانے کے لوگ

آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کر کے موئن جو دڑو اور ہڑپّہ دریافت کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس علاقے میں جسے اب پاکستان کہتے ہیں ایک ترقی یافتہ تہذیب تھی۔ اس تہذیب کو وادی سندھ کی تہذیب کہتے ہیں۔

باب پڑھنے سے پہلے طلبہ کو مشکل الفاظ کے معنی بتائیے۔ کیونکہ اس میں بڑی تعداد میں مشکل الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔

وادیٔ سندھ کی تہذیب

مؤرخوں (تاریخ لکھنے والوں) کا خیال ہے کہ وادیٔ سندھ کی تہذیب 2600 ق م اور 1900 ق م کے درمیان موجود تھی۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو پتا چلا ہے کہ موئن جو دڑو اور ہڑپہ کے شہر ایک جیسے تھے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے سے 600 سے 650 کلو میٹر دور تھے۔ ان شہروں کی اچھی طرح منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ شہر کا نقشہ بھی عمدہ بنایا گیا تھا۔ مکانات پختہ اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ پانی کے لیے کنویں اور نکاسیٔ آب کا نظام عمدہ تھا۔ شہر کی حفاظت کے لیے چاروں طرف اونچی اونچی دیواریں یعنی فصیلیں تھیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو روغنی مٹی کے برتن، اوزار، تانبے کے مرتبان اور پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بت ملے ہیں۔ انھیں پتھر کی مہریں بھی ملی ہیں جن پر تصویریں اور تحریر کندہ ہیں۔ ماہرین اب تک مہروں پر لکھی ہوئی تحریروں کو سمجھ نہیں سکے ہیں۔

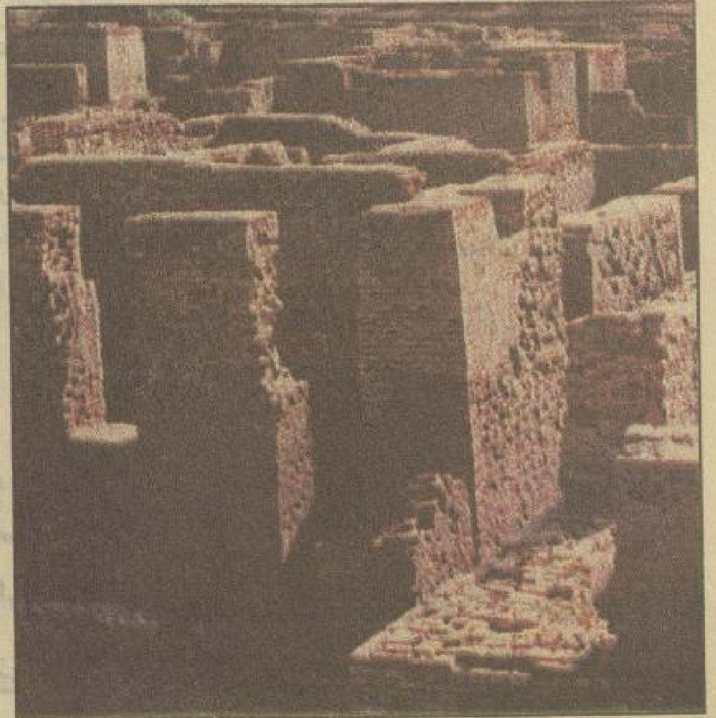




تانبہ اور پتھر کے بنے ہوئے مجسمے



تصویر کے ساتھ ابھری ہوئی مہریں اور لکھائی



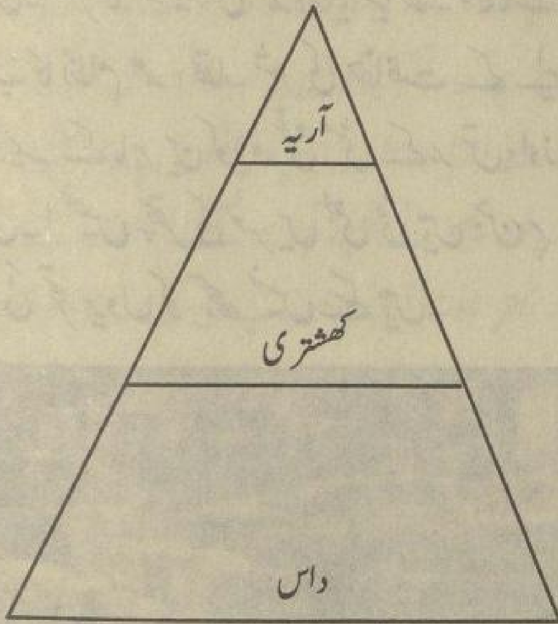
موئن جو دڑو کے عمدہ طرز پر بنائے گئے گھر اور گلیاں

وادی سندھ کی تہذیب سے تعلق رکھنے والے لوگ کھیتی باڑی اور جانوروں کی پرورش کر کے اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ وہ اپنی ضرورت سے زیادہ پیدا کرتے تھے اور زائد خوراک اور دوسری اشیاء کا ایران، خلیج فارس اور عراق میں پیدا ہونے والی اشیاء کے ساتھ تبادلہ کرتے تھے۔

وادی سندھ کی تہذیب کے خاتمے کی اصل وجوہ معلوم نہیں ہیں۔ بعض مؤرّخ کہتے ہیں کہ یہ تہذیب آریاؤں کے ساتھ جنگوں کے نتیجے میں تباہ ہوئی۔ دوسروں کا خیال ہے کہ اس کا خاتمہ دریائے سندھ کے راستے میں تبدیلی سے ہوا۔

آریہ

وادی سندھ کی تہذیب کے خاتمے کے بعد آریاؤں نے اس علاقے کو فتح کرلیا۔ آریہ یہاں اپنی زبان "سنسکرت" لائے۔ انھوں نے اس علاقے میں اپنے رہن سہن کا طریقہ یعنی تہذیب رائج کی۔ اس تہذیب میں فاتحین آریہ یا اشراف کہلائے۔ شکست کھانے والے افراد داس یا غلام کہلائے۔ یہ ذات پات کے نظام کی ابتدا تھی۔ اشراف نے کھشتریوں (جنگجو) کی مدد سے مزید علاقے پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ اس طرح انھوں نے گندھارا کی عظیم سلطنت قائم کی۔ اس کے دارالحکومت آج کے چارسدہ اور ٹیکسلا میں تھے۔



آریاؤں کا قائم کردہ ذات پات کا نظام

ایرانی سلطنت وادی سندھ تک پھیل گئی

پانچویں صدی قبل مسیح میں ایرانی سلطنت وادئ سندھ تک پھیل گئی۔ ایرانی اس علاقے میں امن و خوشحالی لائے۔ انھوں نے ایک رسم الخط ایجاد کیا۔ جسے "خاروشتی" کہتے تھے۔ ٹیکسلا اعلیٰ تعلیم کا مرکز بن گیا۔ تمام طبقوں کے لوگ جن میں شہزادے، عالم اور عام لوگ شامل تھے، یہاں پڑھنے آتے تھے۔

سکندرِ اعظم

اس علاقے میں بہت سے مقامی سردار ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور آپس میں لڑتے

رہتے۔ ان میں سے بعض نے سکندرِ اعظم جو کہ یونانی تھا، سے کہا کہ وہ ان کی مدد کرے۔ سکندرِ اعظم نے بہت سی جنگیں لڑیں اور ایرانیوں کو شکست دی۔ اس نے مقامی سرداروں کو ہٹا کر اپنے گورنر مقرر کیے۔



سکندرِ اعظم

سکندرِ اعظم کی موت کے بعد مقامی لوگوں نے اس کے گورنروں کو ہلاک کر دیا اور ایک مرتبہ پھر وہ حکومت کرنے لگے۔ وہ شخص جس نے گورنروں کو ہلاک کرنے کے لیے لوگوں کو اکسایا تھا، وہ چندر گپت موریا تھا۔

موریا سلطنت

چندر گپت نے وادیٔ سندھ میں موریا سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس نے اپنی سلطنت کی حدود جنوبی بھارت میں میسور تک بڑھا لیں۔ اس کے پوتے اشوک نے اس سلطنت میں توسیع جاری رکھی۔ یہ توسیع بڑے پیمانے پر انسانی تباہی اور مصیبتوں کا سبب بنی۔ اس بات نے اشوک کو بہت غم زدہ بنا دیا۔

اس نے عہد کیا کہ وہ دوبارہ کبھی جنگ نہیں کرے گا۔ وہ ایک مذہب بدھ مت کا پیروکار بن گیا۔ بدھ مت سب کو امن اور رحم دلی کا سبق سکھاتا ہے۔ اشوک نے اس مذہب کے بانی گوتم بدھ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے بیماروں کے لیے اسپتال قائم کیے۔ مسافروں کے آرام کے لیے سڑکوں کے کنارے درخت لگوائے اور کنویں کھدوائے۔ اشوک کی موت کے بعد بدھ مت تو باقی رہا لیکن اس کی سلطنت باقی نہ رہی۔

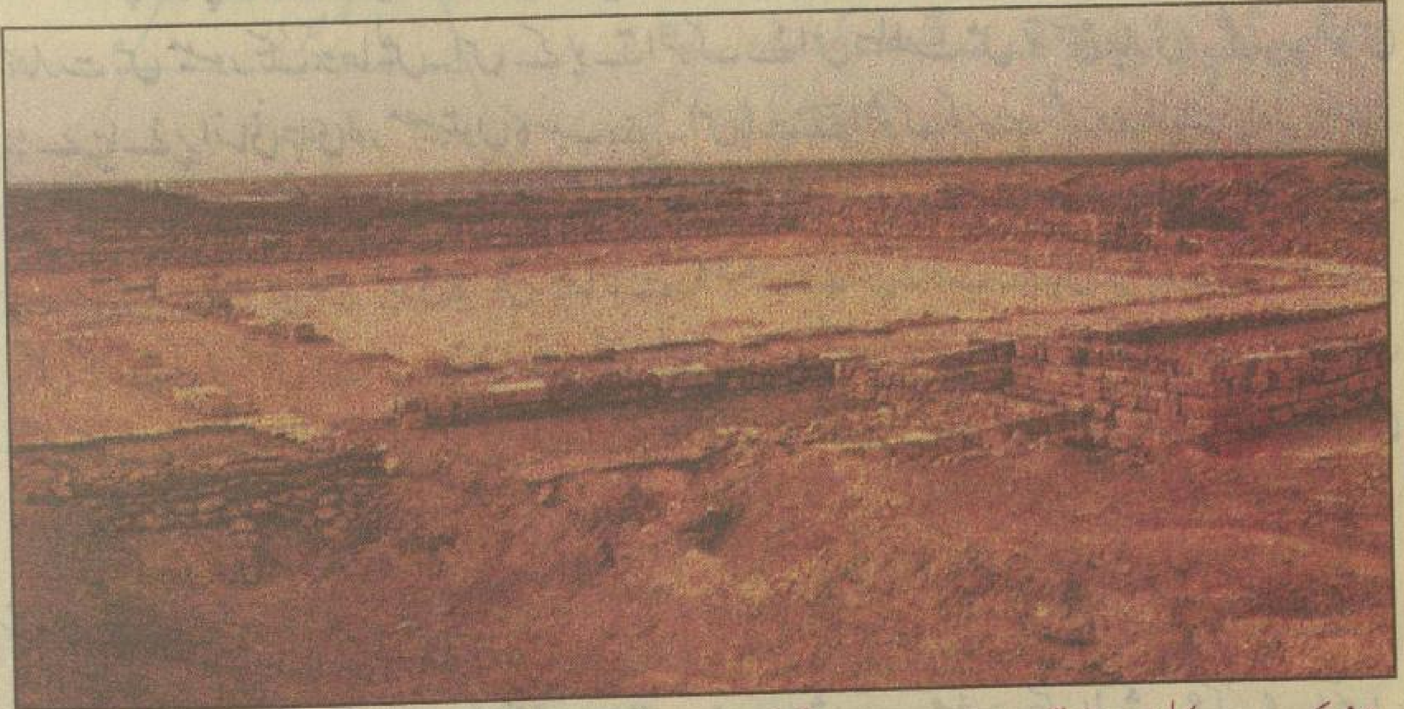
کُشاں سلطنت

پہلی صدی ق م کے وسط میں کُشاں خاندان نے وسط ایشیا سے برصغیر پر حکمرانی شروع کر دی۔ انھوں نے پشاور کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ کشاں سلطنت کئی نسلوں تک جاری رہی۔ اور ان کی حکومت میں امن و امان قائم تھا۔ ایران سے ساسانیوں اور وسط ایشیا سے ہنوں نے حملے کر کے کشاں سلطنت کو تباہ کر دیا۔ چھٹی صدی عیسوی تک ہندو مت بدھ مت سے زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ ساتویں صدی میں چچ خاندان کے تحت سندھ میں برہمن سلطنت برسرِ اقتدار آئی اور ہندو حکمران برصغیر کے شمالی حصے پر حکومت کرنے لگے۔

مسلمانوں کی آمد

آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں عرب سے محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ مسلمان وادی سندھ میں آئے۔ سندھ میں محمد بن قاسم کے بارے میں آپ نے چوتھی کلاس میں پڑھا تھا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دی اور دیبل کو فتح کرلیا۔ اس نے وہاں برصغیر کی پہلی مسجد تعمیر کی اور وہاں چند عرب خاندان بھی آباد کیے۔

محمد بن قاسم کی فوجیں شمال کی طرف آگے بڑھیں۔ انھوں نے ملتان تک تمام علاقے پر قبضہ کرلیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ سندھ میں مسلمان معمولی اقلیت میں تھے۔ وہ بدھ مت کے ماننے والوں اور ہندوؤں کے ساتھ پُرامن طریقے سے رہتے۔ انھوں نے آہستہ آہستہ یہاں کے باشندوں کے رہن سہن پر اثر ڈالنا شروع کردیا۔



برصغیر کی سب سے پہلی مسجد کے آثار جسے محمد بن قاسم نے تعمیر کروایا

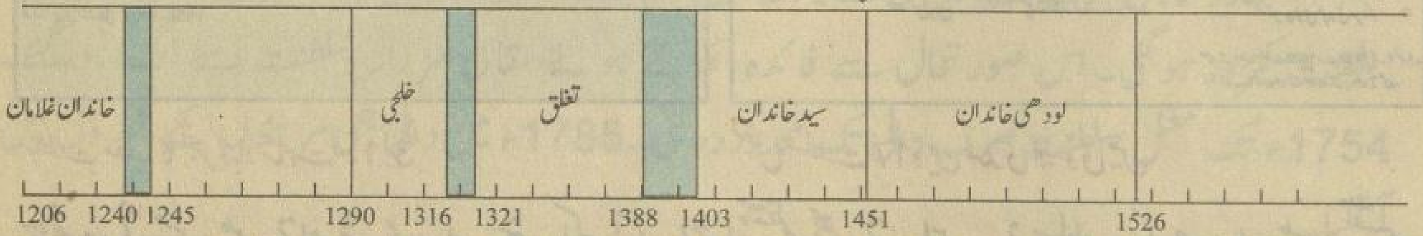
شمالی برصغیر میں مسلمانوں کی آمد

نویں صدی میں اسلام افغانستان سے شمال مغربی سرحدی صوبے میں آیا۔ اس وقت غزنوی خود کو افغانستان میں مضبوط کرچکے تھے۔ غزنویوں نے خاص طور پر محمود نے 977ء میں برصغیر پر کئی حملے کیے۔ اس نے پنجاب پر زبردستی قبضہ کرلیا۔ ملتان کی جگہ اب لاہور دارالحکومت ہوگیا۔ گیارھویں صدی میں

غزنویوں نے سندھ کو بھی فتح کرلیا۔

غوریوں نے (1148ء سے 1206ء تک) غزنویوں کو شکست دینے کے بعد حکومت کرنی شروع کی۔ انھوں نے مشرق میں اپنی سلطنت اجمیر اور دہلی تک بڑھالی۔ بادشاہ شہاب الدین غوری کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس کا غلام قطب الدین ایبک (1206ء سے 1210ء تک) حکمران بن گیا۔ خاندان غلامان کے دور میں دہلی کو دارالحکومت بنایا گیا۔ عربی زبان نے ذریعہ تعلیم کے طور پر فارسی کی جگہ لے لی۔ مسلمانوں نے اپنے سیاسی، اقتصادی اور مذہبی ادارے قائم کرنا شروع کر دیے۔

1206ء سے 1526ء تک پانچ مختلف خاندانوں یعنی غلام خاندان، خلجی خاندان، تغلق خاندان، سید خاندان اور لودھی خاندان نے برصغیر پر حکمرانی کی۔

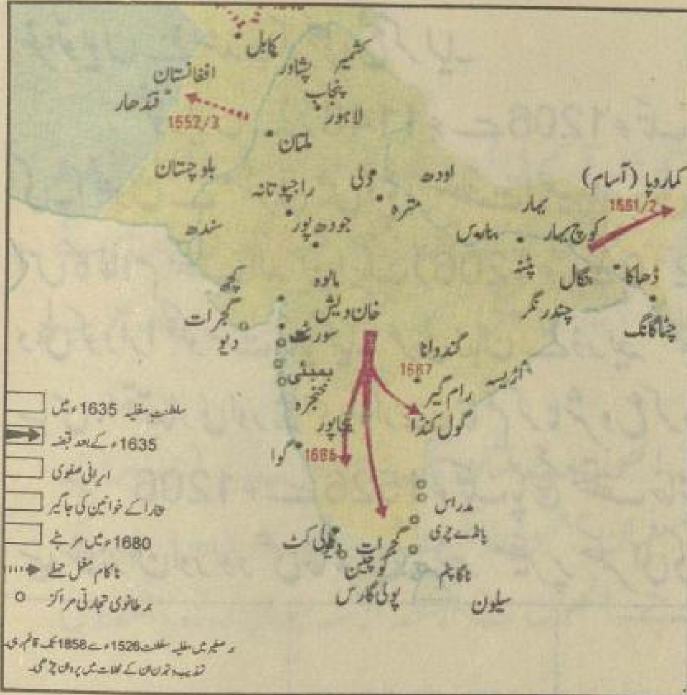


1206ء سے 1526ء تک ہندوستان پر پانچ خاندانوں کی حکمرانی

مغل سلطنت

جب سلطنت دہلی ختم ہوئی تو شمالی برصغیر دوبارہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گیا۔ 1526ء میں بابر ایک بڑی فوج لے کر پاک و ہند میں داخل ہوا۔ اس نے پنجاب پھر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرلیا۔ جب 1530ء میں اس کا انتقال ہوا تو وہ شمالی بھارت کا حکمران بن چکا تھا۔ یہ برصغیر میں مغلوں کے دور کی ابتداء تھی۔ دیکھیے (تصویر 3.1) بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں حکمران بنا۔ ہمایوں کی حکومت کے دوران شیر شاہ سوری نے دہلی پر قبضہ کرلیا۔ شیر شاہ سوری کی موت کے بعد اس کے بیٹوں نے حکومت کرنا شروع کر دی مگر وہ لائق نہ تھے۔ ہمایوں نے اپنی موت سے کچھ عرصے قبل ایران کی مدد سے دوبارہ دہلی کو فتح کرلیا۔

ہمایوں کی موت کے بعد اس کا بیٹا اکبر بادشاہ بن گیا۔ اکبر بہت لائق حاکم تھا۔ اس میں بات چیت کے ذریعہ جھگڑے طے کرنے کی اہلیت موجود تھی۔ اس کی حکومت میں تمام باشندے سرکاری ملازمت حاصل کر سکتے تھے۔ اس نے غیر مسلموں پر سے جزیہ (ٹیکس) بھی ختم کر دیا۔ ان اقدامات کے نتیجے میں ایسی سلطنت



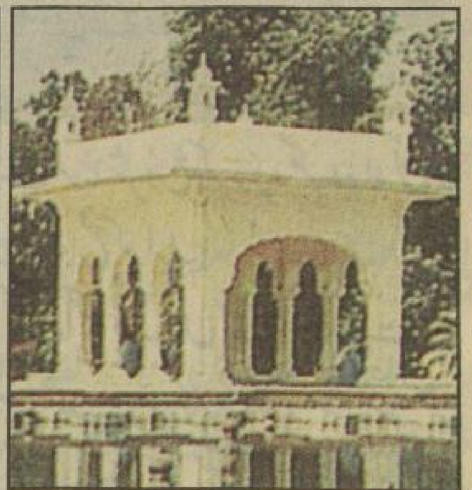
مغل سلطنت 17ویں صدی عیسوی میں

- تیمور وفات 1405
- بابر 1530-1526
- ہمایوں 1556-1530
- اکبر 1605-1556
- جہانگیر 1627-1605
- شاہ جہان 1657-1627 (وفات 1666)
- اورنگزیب عالمگیر 1707-1657
- بہادر شاہ 1712-1707
- جہاندار شاہ 1713
- فرخ سیر 1719-1713
- محمد شاہ 1748-1720
- احمد شاہ 1754-1748
- عالمگیر ثانی 1759-1754
- شاہ عالم 1805-1759
- اکبر شاہ ثانی 1837-1806
- بہادر شاہ ثانی 1858-1837

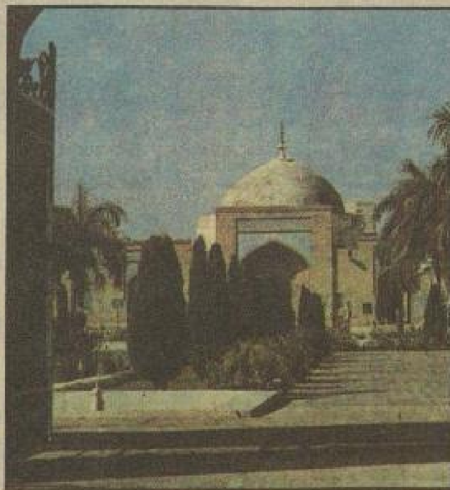
3.1 - سلطنتِ مغلیہ کا شجرۂ بادشاہت

قائم ہوئی جس میں تمام شہری برابر تھے۔ اکبر ایک اچھا منتظم بھی تھا۔ اس نے سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کر دیا اور بد عنوانی ختم کرنے کا نظام قائم کیا۔ یہ نظام مکمل نہ تھا لیکن اس کے نتیجے میں حکومت مضبوط ہو گئی اور جو طویل عرصے تک جاری رہی۔

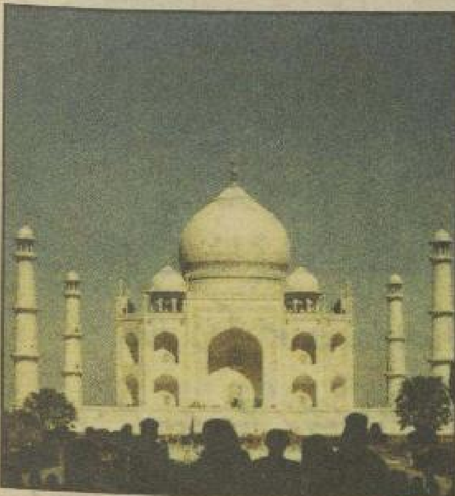
اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر حکمران بنا اور جہانگیر کے بعد اس کا بیٹا شاہجہاں حکمران بنا۔ جہانگیر اور شاہجہاں دونوں لائق راہنما تھے۔ آج وہ برصغیر میں فنِ تعمیر میں اپنی دلچسپی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ شاہجہاں کا تیسرا بیٹا اورنگزیب اپنے بھائی دارا کو شکست دینے کے بعد شہنشاہ بن گیا۔



شالیمار باغ لاہور



شاہجہاں مسجد ٹھٹھہ

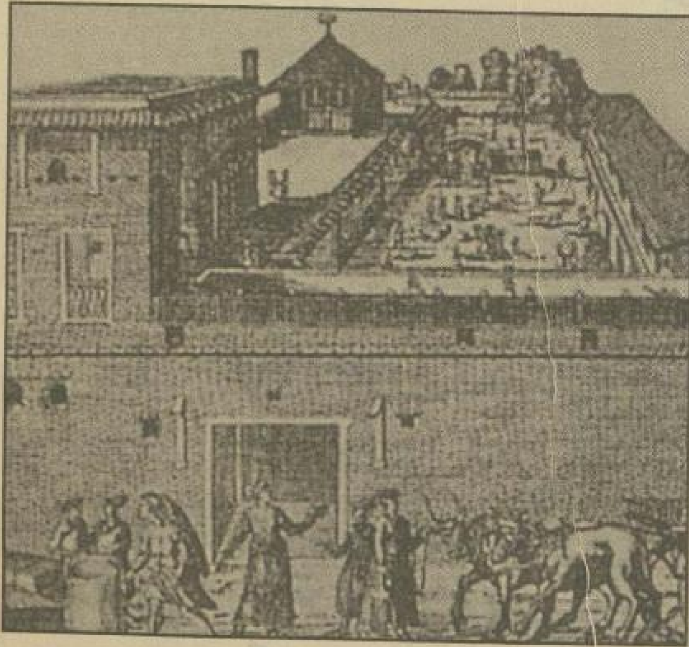


تاج محل

اکبر کی طرح اورنگزیب نے بھی طویل عرصے تک حکومت کی۔ تاہم وہ اکبر کے خیالات سے متفق نہیں تھا اور وہ بھارت کو اسلامی حکومت سمجھتا تھا۔ اس نے غیر مسلموں پر ٹیکس دوبارہ لگادیا۔ اس کے نتیجے میں راجپوتوں سے تعلقات کمزور ہوگئے۔ اورنگزیب نے دوسری سلطنتوں کو اپنی سلطنت کا حصہ بنانے کی کوشش میں کافی وقت اور قوت ضائع کی۔ اس کے نتیجے میں سلطنت توسیع ہوگئی لیکن وہ اپنی سلطنت کے اندرونی مسائل سے نہ نمٹ سکا۔ اورنگزیب کی موت کے بعد ان کے بیٹے بہادر شاہ (1707ء سے 1712ء تک) شہنشاہ بنے۔ انھوں نے اپنی سلطنت کے اندر مرہٹوں، راجپوتوں، جاٹوں اور سکھوں کے مسائل سے نمٹنے کی کوشش کی۔ لیکن انھیں تمام مسائل سے نمٹنے میں مشکل پیش آئی۔

بہادر شاہ کی موت کے بعد اس کے بیٹوں میں تخت کے حصول کے لیے جنگ شروع ہوگئی۔ اس سے سلطنت کمزور ہوگئی۔ اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقامی سردار سلطنت سے الگ ہوگئے۔ 1754ء تک مغل سلطنت صرف دہلی تک محدود رہ گئی۔ 1785ء میں دہلی بھی مرہٹوں کے کنٹرول میں آگیا۔

مغلوں نے برصغیر کے رہن سہن پر بہت اثرات چھوڑے ہیں۔ فارسی سب سے بڑی زبان بن گئی۔ عربی، فارسی اور ہندی کے ملاپ سے نئی زبان اردو بن گئی۔ فن تعمیر، ادب، فنون اور آداب پر ایرانی اثرات نمایاں تھے۔



برطانوی تجارتی مرکز

انگریزوں کی آمد

1608ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا پہلا انگریز شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں پہنچا۔ اس نے تجارت شروع کرنے کی اجازت مانگی۔ آئندہ ڈیڑھ سو سال تک برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی تجارتی کمپنی رہی۔

جب مغل سلطنت کا زور کم ہونا شروع ہوا تو انگریز بھارت میں صرف تاجر نہ رہے بلکہ انھوں نے برصغیر کو اپنے کنٹرول میں لینا شروع کردیا۔ یہ

تبدیلی 1756ء میں شروع ہوئی جب گورنر بنگال علی وردی خان انتقال کر گیا۔ اس کی موت کے بعد سراج الدولہ گورنر بن گیا۔ اس کے دشمن اس سے خوش نہ تھے۔ اس کے ایک دشمن نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے مدد مانگی جس نے اسے فورٹ ولیم میں پناہ دے دی۔ سراج الدولہ نے قلعہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے سراج الدولہ سے لڑائی کے لیے برطانوی حکومت سے مدد مانگی۔ برطانوی حکومت نے انھیں جہاز اور اسلحہ فراہم کیا۔ رابرٹ کلائیو کو بنگال میں انگریز فوجوں کی کمان دے دی گئی۔ 23 جون 1757ء کو پلاسی کے مقام سراج الدولہ اور انگریزوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ سراج الدولہ کو جنگ میں شکست ہوئی اور انگریزوں نے بنگال کا کنٹرول سنبھال لیا۔ انگریزوں نے مختلف پالیسیوں کے ذریعہ 1818ء تک برصغیر کے اکثر حصوں کا کنٹرول سنبھال لیا۔ صرف وہ علاقے آزاد رہے جنھیں آج پاکستان کہا جاتا ہے۔ جب 1839ء میں برطانیہ کو افغانستان میں شکست ہوئی تو انھوں نے سندھ اور پنجاب کو اپنے کنٹرول میں لانا ضروری سمجھا۔ 1839ء میں انگریزوں نے زبردستی کراچی کا کنٹرول سنبھال لیا۔ 1843ء میں چارلس نیپیئر نے تالپور خاندان کو شکست دی اور اپنی سلطنت میں سندھ شامل کر لیا۔ 1849ء میں انھوں نے پشاور سمیت پورے پنجاب کو فتح کر لیا۔ انگریزوں کی حکومت اب شمال میں درّہ خیبر سے جنوب میں بحر ہند تک اور مشرق میں بلوچستان سے مغرب میں بنگال تک پھیل گئی۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ ان سہولتوں کو اختصار سے بیان کیجیے جو موئن جودڑو اور ہڑپّہ کے لوگوں کو حاصل تھیں۔ ان کا موازنہ اپنے گاؤں یا شہر میں جہاں آپ رہتے ہیں ملنے والی سہولتوں سے کیجیے۔

2۔ پانچ سلطنتوں کے نام بتائیے جنھوں نے 1206ء سے لے کر 1526ء تک برصغیر پر حکومت کی۔

3۔ اکبر کے کارنامے بیان کیجیے۔

4۔ اورنگزیب کے کارنامے بیان کیجیے۔

5۔ انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند میں کیسے حکومت قائم کی؟

(ب) عملی کام

1۔ خط وقت کھینچیے جس میں وادیٔ سندھ کی تہذیب سے لے کر مغل سلطنت تک پاکستان کی سرزمین کا قدیم ماضی ظاہر کیا گیا ہو۔ ہر دور کے بارے میں ایک ایک بات لکھیے۔

2۔ کلاس کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کیجیے۔ ہر گروپ کو پاکستان کی سرزمین کی تاریخ کا حصہ مخصوص کیجیے۔ انھیں کلاس کے سامنے پیش کرنے کے لیے تیار کیجیے۔ پاکستان کی تاریخ کے مختلف ادوار معلوم کرنے کے لیے اپنے اساتذہ اور ساتھی طلبہ کو دعوت دیجیے۔

(ج) اضافی سرگرمیاں

1۔ اگر ممکن ہو موئن جو دڑو یا عجائب گھر جایئے تاکہ وادی سندھ کی تہذیب کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر سکیں۔

طلبہ سی ڈی "انسائیکلوپیڈیا آف پاکستان" سے یا لائبریریوں میں کتابوں سے یا گھر میں بڑوں سے پاکستان کی قدیم تاریخ کے بارے میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔ وہ پاکستان ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن سے عملی مظاہرے کے لیے مواد حاصل کر سکتے ہیں۔

چوتھا باب

سرزمینِ پاکستان کی تاریخ - آزادی کے لیے جدوجہد

آزادی کے لیے جدوجہد

برصغیر پاک و ہند کے عوام انگریزوں کی حکمرانی کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ انگریزوں نے مقامی رسم و رواج اور روایات کا خیال نہیں رکھا۔ انھوں نے اپنی سلطنت کو پھیلانے کے لیے قاعدے قانون بنائے۔ مثال کے طور پر ایک قانون میں کہا گیا کہ اگر کسی ریاست کے شہزادے کے ہاں نرینہ اولاد نہ ہو تو اس کی وفات پر انگریز حکومت اس کی ریاست پر قبضہ کر سکتی ہے اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر سکتی ہے۔ حکومت نے فارسی زبان کی جگہ انگریزی رائج کی۔ فوج میں تمام کے تمام افسر انگریز تھے اور بھاری تنخواہیں پاتے تھے لیکن سپاہی مقامی افراد تھے جن میں ہندو، مسلمان اور سکھ شامل تھے اور انھیں بہت کم تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

ان ناانصافیوں کے نتیجے میں بغاوت ہو گئی جسے ہم "جنگِ آزادی" کہتے ہیں۔ 1857ء میں مسلمان اور ہندو سپاہیوں نے سنا کہ انھیں اپنی بندوقوں کے لیے جو کارتوس دیے گئے ہیں، ان پر سؤر اور گائے کی چربی چڑھی ہوئی ہے۔ اس سے سپاہیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ انھوں نے ان کارتوسوں کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور انگریزوں سے لڑائی لڑی۔ دونوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ بہت سے سپاہی جن میں مقامی افراد اور انگریز شامل تھے۔ ہلاک ہو گئے۔ انگریزوں نے مقامی باشندوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ظالمانہ طریقے استعمال کیے۔ برصغیر کے لوگوں کو ایک رہنما کی ضرورت تھی۔ انھوں نے بوڑھے شہنشاہ بہادر شاہ دوئم کو اپنا لیڈر منتخب کر لیا۔ جنگ آزادی کے بعد انگریز یہاں کے لوگوں خاص طور پر مسلمانوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان مغلوں کی حکومت واپس لینا چاہتے ہیں۔

جنگ کے بعد مسلمانوں نے انگریزوں کی حکومت کو قبول نہیں کیا۔ وہ ان کی تہذیب خاص طور پر تعلیمی نظام کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ یہ قرآن و سنت کے مطابق بنا ہوا نہیں تھا۔ لیکن ہندوؤں نے اسے

قبول کر لیا۔ انھوں نے انگریزوں کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی۔ سرکاری ملازمت حاصل کی اور صنعت و تجارت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح ہندوؤں نے ترقی کی اور مسلمان بہت پیچھے رہ گئے۔

ایسے وقت میں سر سید احمد خاں (1817ء سے 1898ء تک) جو کہ مسلمانوں کو درپیش مسائل کا جائزہ لے رہے تھے، مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے آگے بڑھے۔ انھوں نے کوششیں کیں کہ انگریز حکمران مسلمانوں کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل کر لیں۔ ساتھ مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اسلامیات کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان اور سائنس پڑھیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ملک کے انتظام میں سے کچھ حصہ حاصل کر لیں گے اور ہندوؤں کی طرح ترقی کر سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں محمدن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا جو 1920ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بن گیا۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں مسلمان اچھی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ وہ اپنے آپ کو منظّم کرنے کی ضرورت سے بھی آگاہ ہو گئے تاکہ اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکیں۔

اس دوران بہت سے جرأت مند افراد نے انگریزوں سے ملک کا کنٹرول واپس لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ ان میں سے بعض نے مل کر منظّم تحریک چلانے کا فیصلہ کیا تاکہ انگریزوں سے آزادی حاصل کر سکیں۔ انھوں نے 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس قائم کی۔ کچھ مسلمان کانگریس کے رکن بن گئے۔ دوسرے سر سید کی طرح کانگریس کے رکن نہیں بنے کیونکہ اس کے اکثر رہنما ہندو تھے۔ سر سید سمجھتے تھے کہ مسلمان اور ہندو چونکہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا طرزِ زندگی بھی مختلف ہے، ایک قوم نہیں بن سکتے اور کانگریس سب کے فائدے کے لیے کام نہیں کر سکتی۔

1905ء میں انگریزوں نے بنگال کو مشرقی بنگال جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور جنوبی بنگال میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی تقسیم کر دیا۔ ہندوؤں نے اس تقسیم کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ انھیں کانگریس کی حمایت حاصل تھی۔ حکومت مظاہرین کے آگے جھک گئی اور 1911ء میں بنگال دوبارہ متحد ہو گیا۔

اس دوران مسلمانوں نے اپنے مفادات کا تحفظ کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ 1906ء میں نواب سلیم اللہ اور دوسرے مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے نام سے اپنی سیاسی پارٹی کا آغاز کیا۔ شروع میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کیا۔ بعد میں اس نے برصغیر کے لیے موزوں

"سیلف گورنمنٹ" کے نظام کے لیے کام کرنا شروع کر دیا۔ 1913ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کو مسلم لیگ کا رکن بننے پر آمادہ کر لیا گیا۔

مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے مشترکہ اجلاس کا انتظام کیا۔ دونوں پارٹیوں کا اجلاس ہوا تاکہ وہ ان اصلاحات پر رضامند ہو سکیں جن کے نتیجے میں برصغیر میں سیلف گورنمنٹ قائم ہو سکے۔ اس کے صلے میں انھیں "ہندو مسلم اتحاد کا سفیر" کا خطاب ملا۔

1928ء میں مسلمان اور ہندو ایک مرتبہ پھر کل جماعتی کانفرنس میں اکٹھے ہوئے۔ کانفرنس کی رپورٹ 1928ء میں شائع ہوئی جسے نہرو رپورٹ کہتے ہیں۔

نہرو رپورٹ سے مسلمانوں کو ذہنی دھچکا لگا کیونکہ یہ ہندوؤں کے حق میں تھی۔ اگر اسے آئین کی بنیاد بنایا جاتا تو مسلمان مستقل اقلیت میں رہتے جس پر ہندو اکثریت حکومت کرتی۔ یہ بات مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہ تھی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے "14 نکات" پر مشتمل جوابی تجویز پیش کی۔ اس تجویز میں تمام اقلیتوں اور ان کے مفادات کے تحفظ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ کانگریس نے جناح کے چودہ نکات مسترد کر دیے۔ یہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے راستے الگ ہونے کی ابتداء تھی۔

دسمبر 1930ء میں ڈاکٹر محمد اقبال (1877ء سے 1938ء تک) نے الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے برصغیر کے سیاسی مسائل کا حل یہ تجویز کیا کہ مسلمانوں کی اپنی ریاست قائم ہونی چاہیے۔ انھوں نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"میری خواہش ہے کہ صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک ریاست بنادی جائے۔ خواہ ہندوستان برطانوی سلطنت کے اندر رہ کر آزادی حاصل کرے یا باہر رہ کر، مجھے شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں یا کم از کم شمال مغربی علاقوں کے مسلمانوں کا مقدر نظر آتا ہے۔"

بعد میں مسلمانوں پر واضح ہو گیا کہ ہندو پورے برصغیر پر کنٹرول چاہتے ہیں۔ برطانوی حکومت نے لندن میں تین گول میز کانفرنسیں منعقد کیں تاکہ "سیلف گورنمنٹ" کا نظام بنایا جا سکے۔ اس سلسلے میں اس کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ آخر کار برطانوی وزیراعظم رمزے میکڈانلڈ نے 1932ء میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کی اجازت دے دی۔

صوبائی قانون ساز اسمبلیوں کے انتخابات 1937ء میں ہوئے۔ جس میں کانگریس اور مسلم لیگ

سمیت تمام پارٹیوں نے حصہ لیا۔ مسلم لیگ نے مسلم اقلیت کے صوبوں میں خاصی کامیابی حاصل کی۔ لیکن مسلم اکثریت کے صوبوں میں اسے اتنی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ گیارہ صوبوں میں سے کانگریس نے سات میں وزارتیں تشکیل دیں جب کہ مسلم لیگ کو دوسرے چار صوبوں میں وزارتیں تشکیل دینے کے لیے دوسری پارٹیوں کو اپنے ساتھ ملانا پڑا۔

ہندو اکثریت کے صوبوں میں کانگریس کی حکومت مسلمانوں کے خلاف تھی۔ سرکاری عمارات پر کانگریس کا پرچم لہراتا۔ وندے ماترم کو جو مسلمانوں کے خلاف بنگالی ناول نگار آنند ناتھ کا ایک نغمہ تھا، قومی نغمہ قرار دیا گیا۔ اردو کی جگہ ہندی نے لے لی اور گائے کی ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

جب 1939ء میں دوسری جنگِ عظیم شروع ہوئی تو برطانیہ کی خواہش تھی کہ برصغیر پاک و ہند کے عوام جنگ لڑنے میں اس کی مدد کریں۔ کانگریس نے صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اگر برطانیہ جنگ میں بھارتیوں کے تعاون کا خواہش مند ہے تو وہ انھیں اقتدار منتقل کر دے۔ برطانیہ نے ان کا مطالبہ رد کر دیا۔ صوبوں میں کانگریس کی حکومتوں نے احتجاجاً استعفاء دے دیا۔ مسلمانوں نے اس دن یعنی 22 دسمبر 1939ء کو "یوم نجات" کے طور پر منایا۔

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس میں تاریخی قرارداد منظور کی گئی جو اب "قراردادِ پاکستان" کے نام سے مشہور ہے۔

"قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس سالانہ اجلاس کی یہ سوچی سمجھی ہوئی رائے ہے کہ "........... کوئی دستوری منصوبہ بغیر اس صورت کے اس ملک میں قابلِ عمل یا مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوگا کہ اسے مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر وضع کیا گیا ہو : یہ کہ جغرافیائی طور پر متصل واحدوں کی از سر نو حدبندی ایسے منطقوں کی شکل میں کی جائے جو ملکی تقسیم میں ضروری ردوبدل کے بعد اس طرح ترکیب پائیں کہ جن رقبوں میں مسلمانوں کی عددی اکثریت ہے جیسے ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی منطقوں میں وہ گروہ بند ہو کر ایسی 'آزاد مملکتیں' بن جائیں کہ ان کے ترکیبی واحدے خود مختار اور مقتدر اعلیٰ ہوں۔

یہ کہ ان واحدوں اور ان منطقوں میں اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے مناسب، موثر اور واجب التعمیل تحفظات کا بندوبست ان اقلیتوں کے مشورے سے معین طور پر دستور میں کیا جائے........."



قائدِ اعظمؒ مسلم لیگ کے زعماء کے ہمراہ ۔ لاہور

برصغیر کے مسلمانوں نے اس قرارداد کو حقیقت بنانے کے لیے سخت محنت کرنا شروع کر دی۔ مسلم لیگ بڑی تیزی سے ایک عوامی جماعت بن گئی۔ اس کا پیغام ہر اُس علاقے میں پہنچ گیا جہاں مسلمان آباد تھے۔

1945-46ء میں عام انتخابات ہوئے۔ مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ نے تمام مسلمان نشستیں جیت لیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ مسلمان محمد علی جناح کے پیچھے مضبوطی سے کھڑے ہیں اور الگ مسلم ریاست کے لیے ان کے کام کی حمایت کرتے ہیں۔

20 فروری 1947ء کو برطانوی وزیر اعظم ایٹلی نے اُن اقدامات کے سلسلے میں برطانوی حکومت کے ارادوں کا اعلان کیا جو جون 1948ء تک پاک و ہند کے ذمے دار راہنماؤں کو اقتدار دینے کے لیے ضروری تھے۔ اس کام کے لیے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو برصغیر کا وائسرائے بنا کر بھیجا گیا۔ انھوں نے پروگرام میں تبدیلی کی اور اعلان کیا کہ برطانیہ 15 اگست 1947ء کو اپنا اقتدار چھوڑ دے گا۔ ہندو، مسلمان اور سکھ راہنماؤں سے مذاکرات کے بعد انھوں نے 3 جون 1947ء کو "تقسیم کے منصوبے" کا اعلان کیا۔ لوگوں کی خواہشات کے تعین کے لیے اقدامات کیے گئے۔ مسلمان اکثریتی علاقوں میں رہنے والے لوگوں نے پاکستان کے حق میں رائے دی۔

14 اگست 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے برطانیہ سے نئی مملکت کو اقتدار کی منتقلی کا اعلان کیا۔ اس طرح پاکستان وجود میں آ گیا۔ پاکستان کا نام اس لیے چنا گیا کہ چوہدری رحمت علی (1893ء سے 1951ء



ماؤنٹ بیٹن اقتدار منتقل کرتے ہوئے

تک) جو کیمبرج یونیورسٹی میں طالب علم تھے، نے 1933ء میں "پاکستان" کا لفظ اختیار کیا۔ جو پنجاب، افغانیہ (شمال مغربی سرحدی)، کشمیر، سندھ کے پہلے حروف اور بلوچستان کے "تان" پر مشتمل تھا۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان الگ وطن کیوں چاہتے تھے؟

2۔ آزادی کیوں ضروری ہے؟

3۔ "پاکستان" کا لفظ کس نے منتخب کیا؟ اس کے حروف کن کن ناموں سے لیے گئے۔

4۔ خالی جگھوں کو پر کیجیے۔

(الف) جنگ آزادی .... میں لڑی گئی۔

(ب) الگ مسلم ریاست کا تصور سب سے پہلے .... نے پیش کیا۔

(ج) پاکستان سال .... میں قائم ہوا۔

(د) برطانوی وزیراعظم جنھوں نے برصغیر کے لوگوں کے لیے اقتدار کی منتقلی کا اعلان کیا .... تھے۔

(ہ) مسلمانوں نے 22 دسمبر 1939ء کو .... کے طور پر منایا۔

(ب) عملی کام

1۔ خط وقت کھینچیے جس میں اہم واقعات دکھائے گئے ہوں جو کہ 1857ء سے 1947ء میں پاکستان کی آزادی تک پیش آئے۔

2۔ آزادی کی جدوجہد کے بارے میں اخبارات اور رسالوں سے مواد جمع کیجیے اور اسے کلاس روم میں دکھائیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ "جناح" فلم دیکھیے اور اس پر کلاس میں تبادلۂ خیال کیجیے۔ ہم محمد علی جناحؒ کے بارے میں اس سے کیا سیکھتے ہیں؟

فلم "جناح" دستاویزی فلم نہیں، لیکن یہ بنیادی طور پر حقیقت پر مبنی ہے۔ طلبہ کو اس کا فرق سمجھانے میں مدد کریں۔

پانچواں باب

پاکستان کی تاریخ ۔ آزادی کے بعد

ابتدائی سال (1947ء سے 1958ء تک)

پاکستان 1947ء میں وجود میں آیا۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اس کے پہلے گورنر جنرل بنے اور لیاقت علی خان وزیرِ اعظم بنائے گئے۔

پاکستان کے قیام ہی سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جن میں بھارت جانے والے ہندوؤں اور پاکستان آنے والے مسلمانوں کے درمیان لڑائی کو روکنا، پاکستان ہجرت کر کے آنے والے لاکھوں مسلمانوں کے لیے رہائش کا انتظام کرنا اور ملک کے دونوں حصوں یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کا انتظام چلانا جنھیں 1600 کلو میٹر بھارتی علاقہ الگ کرتا ہے، شامل تھے۔ ان مسائل کا ہمت سے مقابلہ کیا گیا اور انھیں حل کرنے کی مخلصانہ کوششیں کی گئیں۔

ایک سال بعد 1948ء میں پاکستان کو مزید مسائل سے نمٹنا پڑا۔ اردو کو قومی زبان بنایا گیا تو مشرقی پاکستان کے لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا کہ بنگالی زبان کو اردو کے برابر رتبہ دیا جائے۔ پھر کشمیر میں لڑائی چھڑ گئی کیونکہ اس کے ہندو حاکم نے فیصلہ کیا کہ کشمیر کی عوام کی خواہشات کے برعکس بھارت میں شامل ہوگا جس کی اکثریت مسلمان تھی۔ اس کے نتیجے میں بھارت اور پاکستان میں جنگ چھڑ گئی۔ اقوام متحدہ نے دونوں ممالک میں لڑائی بند کرادی۔ اقوام متحدہ نے فیصلہ دیا کہ کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی تاکہ کشمیر کے لوگ اپنی قسمت کا خود فیصلہ کر سکیں۔ انھی دنوں قائداعظمؒ علالت کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

قائداعظمؒ کی وفات کے بعد وزیراعظم لیاقت علی خان نے ملک کی قیادت سنبھالی۔ اس دور کا ایک اہم واقعہ 12 مارچ 1949ء کو قرارداد مقاصد کی منظوری تھی۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ "حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے اور پاکستان ایسے وطن کے طور پر قائم کیا گیا ہے جہاں مسلمان قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ ملک جمہوریت، آزادی، مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر چلایا جائے گا۔"

لیاقت علی خان 1951ء میں شہید کر دیے گئے۔ شہید ملت لیاقت علی خان کے بعد بعض راہنماؤں

نے مختصر عرصے کے لیے ملک کی قیادت سنبھالی۔ آخر کار 1956ء میں پاکستان کو آئین مل گیا۔ پاکستان کو جمہوریہ قرار دیا گیا جس کا سربراہ صدر ہوگا۔ پاکستان کے پہلے صدر میجر جنرل اسکندر مرزا قرار پائے۔



خواجہ نظام الدین ، وزیرِ اعظم (53-1951)



محمد علی بوگرہ ، وزیرِ اعظم (55-1953)



چوہدری محمد علی، وزیرِ اعظم (56-1955)



ایچ ایس سہروردی ، وزیرِ اعظم (57-1956)



آئی آئی چندریگر ، وزیرِ اعظم (1957)



فیروز خان نون ، وزیرِ اعظم (58-1957)



غلام محمد ، گورنر جنرل (55-1951)



اسکندر مرزا ، گورنر جنرل (56-1955)

لیاقت علی خان کے بعد وزرائے اعظم اور گورنر جنرل

پاکستان مارشل لاء کے تحت (1958ء سے 1970ء تک)


ایوب خان

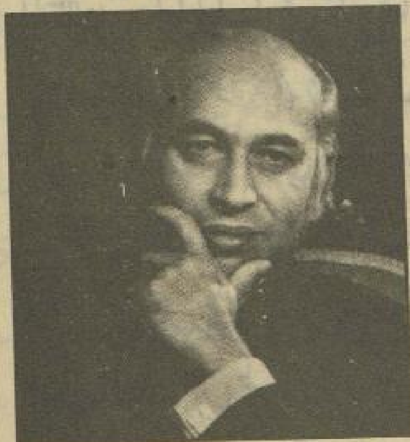
7 اکتوبر 1958ء کو اسکندر مرزا نے مارشل لاء لگادیا اور آئین کو منسوخ کردیا۔ فوج کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنایا گیا۔ جلد ہی اسکندر مرزا کو عہدے سے ہٹا دیا گیا اور جنرل محمد ایوب خان صدر بن گئے۔

ایوب خان کے دورِ حکومت میں بہت سی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ بنیادی جمہوریتوں کے نام سے سیاسی نظام قائم کیا گیا۔ اس نظام سے حکومت میں لوگوں کی براہ راست شرکت میں مدد ملی۔ زمینوں کی منصفانہ تقسیم کے لیے قوانین بنائے گئے۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء خواتین اور بچوں کو حقوق دینے کے لیے نافذ کیا گیا۔

شروع میں لوگ ایوب خان کی لائی ہوئی تبدیلیوں سے خوش تھے۔ لیکن بعد میں انھیں احساس ہوا کہ صرف چند لوگوں کے پاس تمام اختیارات ہیں۔ کچھ خاندان مزید دولت مند بن رہے ہیں جب کہ غریب غریب ہی رہے۔ 1968ء میں لوگوں نے ان ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کرنا شروع کردیا اور 1969ء میں ایوب خان کو اقتدار چھوڑنے پر مجبور کردیا گیا۔ انھوں نے اقتدار جنرل محمد یحییٰ خان کے حوالے کردیا۔


یحییٰ خان


شیخ مجیب


ذوالفقار علی بھٹو

عوام کی خواہشات کو مدنظر رکھتے ہوئے یحییٰ خان نے 1970ء میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کردیا۔ دو پارٹیوں نے 313 نشستوں میں سے اکثر نشستیں حاصل کرلیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں 169 نشستوں میں سے 167 اور ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان

میں 144 میں سے 84 نشستیں حاصل کیں۔ سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے کے بعد عوامی لیگ کو حکومت تشکیل دینے کے لیے کہا جانا چاہیے تھا لیکن عوامی لیگ کو اس کے بعض مطالبات کی بنا پر حکومت دینے کی مخالفت ہوئی۔ اس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں مظاہرے شروع ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے عوام نے علیحدہ ملک کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا اور وہ بھارت کی مدد سے پاکستان کی حکومت کے خلاف لڑے۔ 17 دسمبر 1971 کو ڈھاکا بھارتی فوجی دستوں کے کنٹرول میں آگیا اور ایک نیا ملک بنگلہ دیش وجود میں آگیا۔

سویلین حکومت (1971ء سے 1977ء تک)

پاکستان پیپلز پارٹی کے قائد ذوالفقار علی بھٹو مغربی پاکستان (جو اب پاکستان ہے) کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر بن گئے۔ بھٹو نے "روٹی، کپڑا اور مکان" فراہم کرنے کے وعدے پر انتخابات جیتے تھے۔ اس وعدہ کو پورا کرنے کی غرض سے حکومت نے پرائیویٹ بینکوں، صنعتوں، اسکولوں اور کالجوں کو قومی تحویل میں لے لیا۔ اس اقدام سے عوام خوش ہوئے۔ لیکن دولت مند ناراض ہو گئے۔ اپنی رقوم سے محروم ہونے کے خوف سے انھوں نے کافی رقوم بیرونِ ملک بھیج دیں۔

ایک نیا آئین بنایا گیا جو 14 اگست 1973ء کو نافذ ہوا۔ اس آئین میں ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا۔ آئین میں کہا گیا "پاکستان میں پارلیمانی نظام حکومت ہوگا۔" اسی آئین کے تحت صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی گئی۔

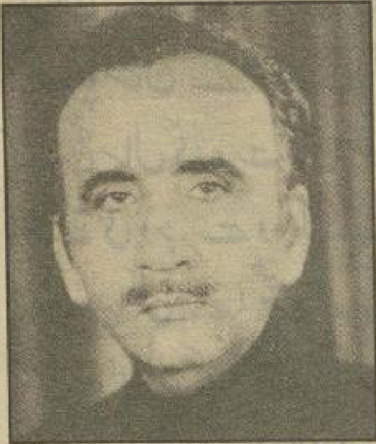
1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے عام انتخابات کا اعلان کر دیا۔ اپوزیشن پارٹیوں نے متحد ہو کر "پاکستان قومی اتحاد (پی این اے)" ترتیب دیا تاکہ بھٹو کی پارٹی کو ہرا سکیں۔ جب انتخابات کے نتائج سامنے آئے جن میں پیپلز پارٹی جیت چکی تھی، تو پی این اے کو یقین نہیں آیا۔ انھوں نے کہا کہ نتائج میں دھاندلی ہوئی ہے اور اس طرح بھٹو حکومت کے خلاف مظاہروں میں اضافہ ہو گیا۔ مظاہروں کے دوران بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔ امن و امان بر قرار رکھنے کے لیے فوج بلانی پڑی۔

جنرل ضیاء الحق کی حکومت (1977ء سے لے کر 1988ء تک)

5 جنوری 1977ء کو جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ انھوں نے بھٹو حکومت کو برطرف

اور آئین کو معطل کر دیا اور 90 دن میں انتخابات کرانے کا وعدہ کیا۔ لیکن انھوں نے اپنے وعدے کی پابندی نہیں کی۔ انتخابات غیر معینہ عرصے کے لیے ملتوی کر دیے گئے۔ بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک مخالف کو ہلاک کرنے کے لیے سازش کرنے پر ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ بھٹو مجرم پائے گئے اور 1979ء میں انھیں پھانسی دے دی گئی۔


جنرل ضیاء الحق


محمد خان جونیجو

جنرل ضیاء الحق نے ملک چلانے کے لیے اپنی حکومت تشکیل دی۔ انھوں نے پاکستان کو ایک اسلامی مملکت بنانے کے لیے کچھ اقدامات بھی کیے۔ انھوں نے بینک میں بچی ہوئی رقم پر سود کی جگہ نفع و نقصان میں شرکت کا نظام جاری کیا جسے "مضاربہ" کہتے ہیں۔ انھوں نے زکوٰۃ وصول کرنے کا نظام بھی شروع کیا۔ انھوں نے ملک چلانے کے لیے منتخب لوگوں کی مجلس شوریٰ قائم کی اور جداگانہ انتخاب کا نظام رائج کیا۔

عوام نے مارشل لاء کی مخالفت کی کیوں کہ وہ جمہوریت چاہتے تھے۔ سیاسی پارٹیاں متحد ہو گئیں اور تحریک بحالیٔ جمہوریت (ایم آر ڈی) کا آغاز کر دیا۔ انھوں نے ملک بھر میں مارشل لاء کے خلاف مظاہرے کیے۔ 1984ء میں ریفرنڈم کے بعد ضیاء الحق نے غیر پارٹی کی بنیاد پر انتخابات کرائے۔ خود صدر کے عہدے کا حلف اٹھایا اور محمد خان جونیجو کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ دو سال بعد انھوں نے جونیجو حکومت کو برطرف کر دیا اور نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ لیکن انتخابات سے قبل وہ ایک طیارے کے حادثے میں ہلاک ہو گئے۔

جمہوریت کی طرف واپسی۔ نیا سویلین دور (1988ء سے 1999ء تک)

1988ء کے عام انتخابات کے بعد ذوالفقار علی بھٹو کی صاحب زادی بے نظیر بھٹو برسر اقتدار آئیں۔ صدر نے 1990ء میں ان کی حکومت کرپشن کے الزامات میں ختم کر دی۔ نئے انتخابات کے نتیجے میں نواز شریف وزیر اعظم بنے۔ کاروباری شخص ہونے کی وجہ سے انھوں نے صنعتی عمل کو بہت زیادہ اہمیت

دی۔ اس کے نتیجے میں بڑے صنعتکاروں کو بہت فائدہ ہوا لیکن عام آدمی کی حالت میں معمولی سی بہتری آئی۔
1993ء میں صدر نے نواز شریف کی حکومت کو بھی کرپشن کے الزامات میں ختم کر دیا۔

1993ء کے انتخابات کے نتیجے میں بے نظیر بھٹو دوبارہ وزیرِ اعظم بن گئیں۔ صدارتی انتخابات میں ان کے امیدوار فاروق لغاری جیت گئے۔ پاکستان کے عوام نے محسوس کیا کہ پانچ سال کی مدت یقینی طور پر پوری ہونے کی وجہ سے وہ ملک کے مالی اور سماجی مسائل سے اچھی طرح نمٹیں گی لیکن وہ ایسا نہ کر سکیں۔ آخر کار ان کی حکومت کو صدر نے 5 نومبر 1996ء کو برطرف کر دیا۔


بے نظیر بھٹو


نواز شریف

فروری 1997ء میں 9 برسوں میں چوتھے عام انتخابات کے بعد لوگوں نے بھاری اکثریت کے ساتھ نواز شریف کو پھر کامیاب کرایا۔ نئی حکومت نے ملک کو درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے اپنے حق کو صحیح طور پر استعمال کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔ حکومت اور فوج کے درمیان اختلافات کے نتیجے میں نواز حکومت کو چیف آف آرمی اسٹاف اور چیئر مین جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی جنرل پرویز مشرف نے برطرف کر دیا۔ اُسی دن یعنی 12 اکتوبر 1999ء کو فوج نے حکومت سنبھال لی۔


جنرل پرویز مشرف

فوجی حکومت (1999ء سے)

حکومت کا انتظام سنبھالنے کے بعد جنرل پرویز مشرف نے قوم کے نام اپنے خطاب میں قومی اتحاد، مضبوط معیشت اور صحیح جمہوریت کے قیام کے لیے کام کرنے کا وعدہ کیا۔ یہی وہ کام ہیں جو پاکستانی چاہتے ہیں اور جن کی طرف وہ جرأتمندانہ اور جلد اقدامات دیکھنے کی امید کرتے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ آزادی کے فوراً بعد پاکستان کو کون کون سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا؟

2۔ خالی جگہوں کو پُر کریں۔

(الف) قائداعظمؒ پاکستان کے پہلے .... تھے۔

(ب) لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے .... تھے۔

(ج) 1951ء اور 1958ء کے درمیان .... وزرائے اعظم تھے۔

(د) پہلے مارشل لاء کا اعلان .... کو ہوا۔

(س) ذوالفقار علی بھٹو کا انتخابی وعدہ .... تھا۔

(ک) جنرل ضیاءالحق نے .... کو مارشل لاء نافذ کیا۔

(ہ) دو وزرائے اعظم جنھوں نے 1988ء اور 1999ء کے درمیان حکومت کی، .... اور .... تھے۔

(ب) عملی کام

1۔ آزادی کے بعد پاکستان کی تاریخ دکھانے کے لیے خطِ وقت بنایئے۔ ہر دور میں حکومت کے سربراہ کا نام بتایئے۔ پاکستان کی تاریخ کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر دور کے کوئی تین اہم واقعات کے نام لکھیے۔

2۔ کلاس روم میں چند اخبارات لایئے۔ طلبہ کو چھوٹے گروپوں میں تقسیم کیجیے اور ہر گروپ کو ایک اخبار دیجیے تاکہ وہ پاکستان میں اپنے کو درپیش مسائل کا پتا چلا سکیں۔ مسائل بلیک بورڈ پر لکھیں۔ ہر گروپ کو ایک مسئلہ دیجیے اور ان سے کہیے کہ وہ مسئلے پر مزید معلومات حاصل

کرنے کے لیے روزانہ اخبارات دیکھیں۔ ہر گروپ کلاس کو بتائیے کہ مسئلہ کیا ہے؟ اس کے اسباب اور طریقوں پر روشنی ڈالی جائے کہ طلبہ ان سے نمٹنے کے لیے کیا اقدامات کر سکتے ہیں؟

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ طلبہ کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کیجیے اور ان سے کہیے کہ وہ درج ذیل میں سے کسی ایک کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں :-

(الف) مسلم عائلی قانون 1961ء

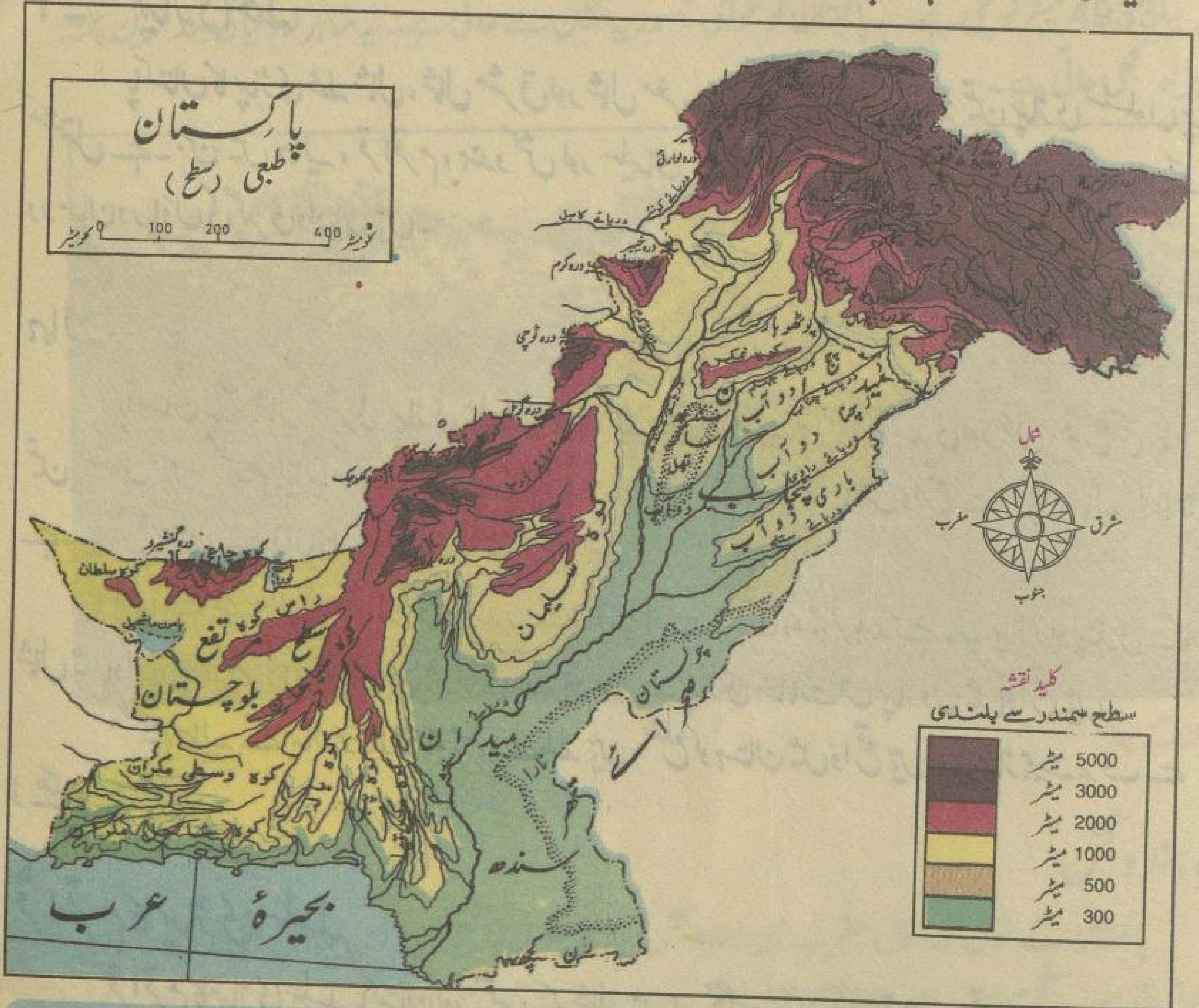
(ب) زکوٰۃ کیا ہے؟ یہ کیوں ضروری ہے؟

(ج) جمہوریت کیا ہے؟ یہ کیوں ضروری ہے؟

چھٹا باب

پاکستان کی طبعی بناوٹ

پاکستان کے طبعی نقشے کو دیکھیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی مختلف طبعی خاصیتیں ہیں۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کے شمال میں اونچے اونچے پہاڑ ہیں، وسیع میدان ہیں جن میں دریائے



پاکستان کا ایک بڑا نقشہ حاصل کریں۔ اس پر پلاسٹک چڑھائیں۔ جب پاکستان کی سرزمین کے بارے میں پڑھایا جائے، تو طلبہ سے کہیں کہ وہ پلاسٹک کے اوپر جگہوں کو پر کریں تاکہ نقشے کو صاف کر کے دوبارہ استعمال میں لایا جا سکے۔

سندھ اور اس کے معاون دریا بہتے ہیں اور بحیرۂ عرب کے ساتھ طویل ساحلی پٹی موجود ہے۔ پاکستان کو اس کی زمینی بناوٹ کی بنا پر آسانی سے درج ذیل قدرتی خطوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ پہاڑی خطہ۔
2۔ سطح مرتفع۔
3۔ دریائے سندھ کا میدانی علاقہ۔
4۔ ساحلی علاقے۔
5۔ ریگستانی علاقے۔

1۔ پہاڑی خطہ

پاکستان کا پہاڑی خطہ شمال، شمال مشرق اور شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ خطہ تین پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ جن میں ہمالیہ، قراقرم، ہندوکش اور سلیمان کے پہاڑی سلسلے شامل ہیں۔ ان پہاڑوں کے درمیان دریاؤں کی گہری وادیاں ہیں۔

ہمالیہ

پاکستان کے شمال مشرقی پہاڑی سلسلے کو ہمالیہ کہتے ہیں۔ ہمالیہ کو اس کی بلندی اور محل وقوع کی بنا پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ہمالیہ کا جنوبی سلسلہ جو ضلع راولپنڈی میں واقع ہے، ذیلی ہمالیہ کہلاتا ہے۔ یہ سطح سمندر سے 600 سے 1200 میٹر بلند ہے۔

اس سے بلند ہمالیہ کا سلسلہ سطح سمندر سے 1800 سے 4600 میٹر بلند ہے۔ یہ پہاڑ راولپنڈی کے شمال میں واقع ہیں۔ مری، نتھیا گلی اور گھوڑا گلی کے خوبصورت پہاڑی مقامات ان پہاڑوں میں واقع ہیں۔

عظیم ہمالیہ کے پہاڑ جو 4600 میٹر سے بلند ہیں، ضلع کوہستان میں واقع ہیں۔ یہ پہاڑ ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔

قراقرم کا پہاڑی سلسلہ

قراقرم کا پہاڑی سلسلہ پاکستان اور کشمیر کے شمال میں اور گلگت کے علاقے میں واقع ہے۔ اس پہاڑی سلسلے میں زیادہ تر پہاڑ بہت بلند ہیں۔ ماؤنٹ گوڈون آسٹن (کے۔ٹو) جو سطح سمندر سے 8611 میٹر بلند ہے،

دنیا کی دوسری سب سے اونچی چوٹی ہے اور اسی پہاڑی سلسلے میں واقع ہے۔ کے۔ٹو کی طرح دوسری پہاڑی چوٹیاں بھی سارے سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ ہنزہ اور گلگت کی نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز وادیاں ان پہاڑوں کے جنوب مغرب میں واقع ہیں۔ قراقرم پہاڑ بہت اونچے ہیں اور انھیں عبور کرنا مشکل ہے۔ اس لیے مواصلات کے مقصد کے لیے گزرنے کے چند راستے ان پہاڑوں میں بنائے گئے ہیں۔ شاہراہ قراقرم بھی انھی پہاڑوں میں بنائی گئی ہے۔ یہ شاہراہ درۂ خنجراب میں سے گزرتی ہے جو سطح سمندر سے تقریباً 4933 میٹر اونچی ہے۔ یہ پاکستان کو عوامی جمہوریہ چین سے ملاتی ہے۔ یہ شاہراہ دنیا کی بلند ترین پختہ شاہراہ سمجھی جاتی ہے۔



پاکستان کے پہاڑ

کوہِ ہندوکش

پاکستان کے شمال اور شمال مغرب میں ہندوکش پہاڑ کا سلسلہ واقع ہے۔ اس پہاڑی سلسلے کی بلند ترین چوٹی ترچ میر سطح سمندر سے 7700 میٹر بلند ہے۔ چند دریا جن میں کابل اور سوات شامل ہیں، ان پہاڑوں میں سے بہتے ہوئے پاکستان کی سرزمین کو سرسبز و شاداب بناتے ہیں۔ چترال اور سوات کے دیہات یہاں واقع ہیں۔ جو لوگ ان دیہات میں رہتے ہیں، وہ ان وادیوں میں زمینوں کو کاشت کرتے ہیں۔

دوسرے پہاڑ اور پہاڑیاں

ہندوکش کے جنوب میں کوہِ سفید کا سلسلہ اور وزیرستان کی پہاڑیاں واقع ہیں۔ یہ پہاڑ پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحد کا کام دیتے ہیں۔ ان پہاڑوں میں بہت سے مشہور درّے ہیں۔ سب سے مشہور درّہ خیبر جو پاکستان کو افغانستان سے ملاتا ہے، ان پہاڑوں میں واقع ہے۔

دُور جنوب میں دریائے سندھ کے میدانی علاقے اور بلوچستان کی سطح مرتفع کے درمیان کوہِ سلیمان اور کھیر تھر کی پہاڑیاں واقع ہیں جو بحیرۂ عرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔

2۔ سطح مرتفع

اگر کوئی پہاڑی علاقہ اوپر سے ہموار ہو تو اسے سطح مرتفع کہتے ہیں۔ پاکستان میں دو سطح مرتفع ہیں۔ ایک سطح مرتفع پوٹھوہار اور دوسری سطح مرتفع بلوچستان۔

سطح مرتفع پوٹھوہار

یہ سطح مرتفع دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔ یہ 300 سے 600 میٹر بلند ہے۔ یہ سطح ایسی مٹی کی بنی ہوئی ہے جو آسانی سے ڈھلک جاتی ہے۔ اس علاقے میں بہت کم بارش ہوتی ہے اس لیے یہ علاقہ زراعت کے لیے موزوں نہیں ہے۔ پوٹھوہار کے علاقے میں معدنیات پائی جاتی ہیں جن میں تیل، کوئلہ، خام لوہا اور چونا شامل ہیں۔ اس سطح مرتفع کے عین شمال میں ہمارا دارالحکومت اسلام آباد تعمیر کیا گیا ہے۔

سطح مرتفع بلوچستان

سطح مرتفع بلوچستان کوہِ سلیمان اور کھیر تھر پہاڑیوں کے مغرب میں واقع ہے۔ سطح مرتفع کا یہ سلسلہ مغرب میں ایران اور شمال میں افغانستان تک چلا گیا ہے۔ اس سطح مرتفع کی بلندی 600 سے 900 میٹر ہے۔ اس علاقے میں سال بھر میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔ پانی کی قلت اور چٹانی سطح کے باعث یہ علاقہ زراعت کے لیے غیر موزوں ہے۔ جہاں کہیں پانی دستیاب ہے مثلاً کوئٹہ، پشین اور تربت وہاں، فصلوں

کی کاشت آب پاشی کے زمین دوز نظام جنھیں کاریز کہتے ہیں، کے ذریعہ ممکن ہوئی ہے۔ یہاں کے لوگ زیادہ تر بھیڑیں پالتے ہیں۔

3۔ دریائے سندھ کا میدانی علاقہ

دریائے سندھ تقریباً 2700 میٹر طویل ہے۔ یہ ہمالیہ پہاڑ کے بلند سلسلے کے دامن میں واقع مانسرو ور جھیل سے نکلتا ہے جو کہ تبت میں واقع ہے اور قراقرم کے درمیان گہری وادیوں میں سے بہتا ہوا گلگت کے نزدیک پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ جب یہ پاکستان میں داخل ہوتا ہے تو دریا کی چوڑائی تنگ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نصف کلومیٹر سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ لیکن یہ تیزی سے بہتا ہے۔ جوں جوں یہ دریا آگے بڑھتا ہے، بہت سی ندیاں اور دریا اس میں شامل ہوتے جاتے ہیں جس سے پانی کی مقدار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ میدانوں میں اس کی چوڑائی تقریباً 16 کلومیٹر ہو جاتی ہے۔ مغرب میں دریائے کرم، کابل اور گومل اور مشرق میں دریائے جہلم، دریائے ستلج، دریائے راوی اور دریائے چناب آگرتے ہیں۔

یہ دریا موسم سرما کی برف باری کے پگھلنے سے بنتے ہیں اور پورے سال بہتے رہتے ہیں۔ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا جو تلچھٹ یا گاد جمع کرتے ہیں، اس سے سندھ کے میدان بنے ہیں۔ سندھ کے میدانوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ سندھ کا بالائی میدان، سندھ کا زیریں میدان اور سندھ کا ڈیلٹائی میدان۔

سندھ کا بالائی میدان وہ علاقہ ہے جہاں دریائے ستلج، دریائے راوی، دریائے چناب اور دریائے جہلم بہتے ہیں۔ دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو دوآبہ کہتے ہیں اور یہ علاقہ بہت زرخیز ہوتا ہے۔

مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ میں اس کے مشرقی معاون دریا آملتے ہیں۔ مٹھن کوٹ کے بعد دریائے سندھ اکیلا بہتا ہے۔ یہ علاقہ جس میں دریائے سندھ اکیلا بہتا ہے سندھ کا زیریں میدان کہلاتا ہے۔

سندھ کا ڈیلٹائی میدان وہ ہے جہاں دریائے سندھ بحیرۂ عرب میں گرنے سے پہلے کئی شاخوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی میدان ٹھٹھے کے قریب سے شروع ہوتا ہے۔ دریائے سندھ کے میٹھے پانی کے ساتھ بحیرۂ عرب کا نمکین پانی مل جانے کی وجہ سے اس علاقے میں مینگروو نام کے درختوں کے بڑے جنگلات موجود ہیں۔ انھیں چمرنگ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ ان درختوں کے چھلکوں سے چمڑا رنگا جاتا ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام دریائے سندھ کے میدانوں میں تعمیر کیا گیا ہے۔ نہروں کا جال پنجاب اور سندھ کے کاشتکاروں کو زراعت کے لیے کافی پانی فراہم کرتا ہے۔ یہ نظام جس نے سندھ اور پنجاب کو برصغیر کا اناج گھر بنا دیا ہے، آج کل سیم و تھور کے مسائل سے دوچار ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، یہ دریا برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف پگھلنے سے بنتے ہیں۔ موسمِ گرما میں جب برف پگھلتی ہے تو پانی کی زیادتی سے ان دریاؤں کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور اکثر سیلاب کا باعث بن جاتے ہیں۔ سیلابوں کو روکنے کے لیے دریاؤں پر بند باندھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈیم اور بیراج بھی تعمیر کیے گئے ہیں، جو پن بجلی پیدا کرنے اور نہروں میں پانی کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

4۔ ساحلی علاقے

پاکستان کا ساحلی علاقہ بلوچستان سے ٹھٹھہ (سندھ) تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ تقریباً 800 کلو میٹر طویل ہے۔ کراچی دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ قدرتی بندرگاہ ہے۔ طویل ساحلی پٹی پر چند عام بندرگاہیں بھی ہیں جن میں سونمیانی، جیوانی اور ماڑہ، پسنی اور گوادر شامل ہیں۔ بندرگاہیں تجارت کے فروغ کے لیے بہت اہم ہیں۔ جو لوگ ساحل کے قریب رہتے ہیں ان کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ کچھ مچھلیاں مقامی طور پر کھائی جاتی ہیں اور باقی بیرونِ ملک برآمد کر دی جاتی ہیں۔

5۔ ریگستانی علاقے

پاکستان کے ریگستانی علاقے پنجاب اور سندھ میں پائے جاتے ہیں۔ صحرائے تھل دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے اور ریت کے بے شمار ٹیلے ہیں۔ اگرچہ صحرا کے زیادہ تر حصوں میں نہروں کے ذریعہ آب پاشی ہوتی ہے۔ لیکن بڑے علاقے اب بھی بنجر ہیں۔

پنجاب کے جنوب مشرقی حصے میں صحرائے چولستان اور سندھ کے مشرق میں صحرائے نارا ہے۔ یہ دونوں تھر کے ریگستان کا حصہ ہیں۔ یہ ملک کے خشک ترین حصے ہیں۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ پورا علاقہ بنجر ہے اور ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔ ان میں کہیں کہیں کانٹے والی جھاڑیاں ہیں۔ البتہ کچھ نخلستان بھی ہیں جہاں کاشتکاری ممکن ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ پاکستان کے قدرتی خطوں کے نام بتائیے۔
2۔ دریائے سندھ کے میدانی علاقے کیوں اہم ہیں ؟
3۔ سطحِ مرتفع کا کیا مطلب ہے ؟
4۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگ عام طور سے کیا کام کرتے ہیں ؟

(ب) عملی کام

1۔ پاکستان کا نقشہ بنائیے۔ مناسب رنگ استعمال کر کے نقشے پر پانچ قدرتی خطوں کے نشانات لگائیے۔
2۔ چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم ہو کر ایک بڑے چارٹ پیپر پر پاکستان کا نقشہ بنائیے اور ہارڈ بورڈ پر لگائیے پھر مختلف اشیاء (کاغذ، ریت) استعمال کرتے ہوئے نقشے پر طبعی خاصیتوں کو نمایاں کیجیے اور اسے کلاس روم میں آویزاں کیجیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ اس علاقے کے بارے میں جہاں آپ رہتے ہیں، مزید معلومات جمع کیجیے اور اپنے ساتھیوں سے تبادلہ خیال کیجیے کہ اس علاقے میں رہنے والے لوگ دوسرے علاقوں میں رہنے والوں سے کیوں مختلف ہیں ؟

ہمیشہ خوش و خرم رہو

سا تواں باب

پاکستان کا محلِ وقوع

دنیا کے نقشے کو دیکھیے۔ اس پر سات بڑے خشکی کے ٹکڑے ہیں۔ جنھیں براعظم کہتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا براعظم تلاش کیجیے۔ یہ ایشیا ہے۔ پاکستان براعظم ایشیا کے جنوبی حصے میں جسے جنوبی ایشیا کہتے ہیں، واقع ہے۔

دنیا کا نقشہ



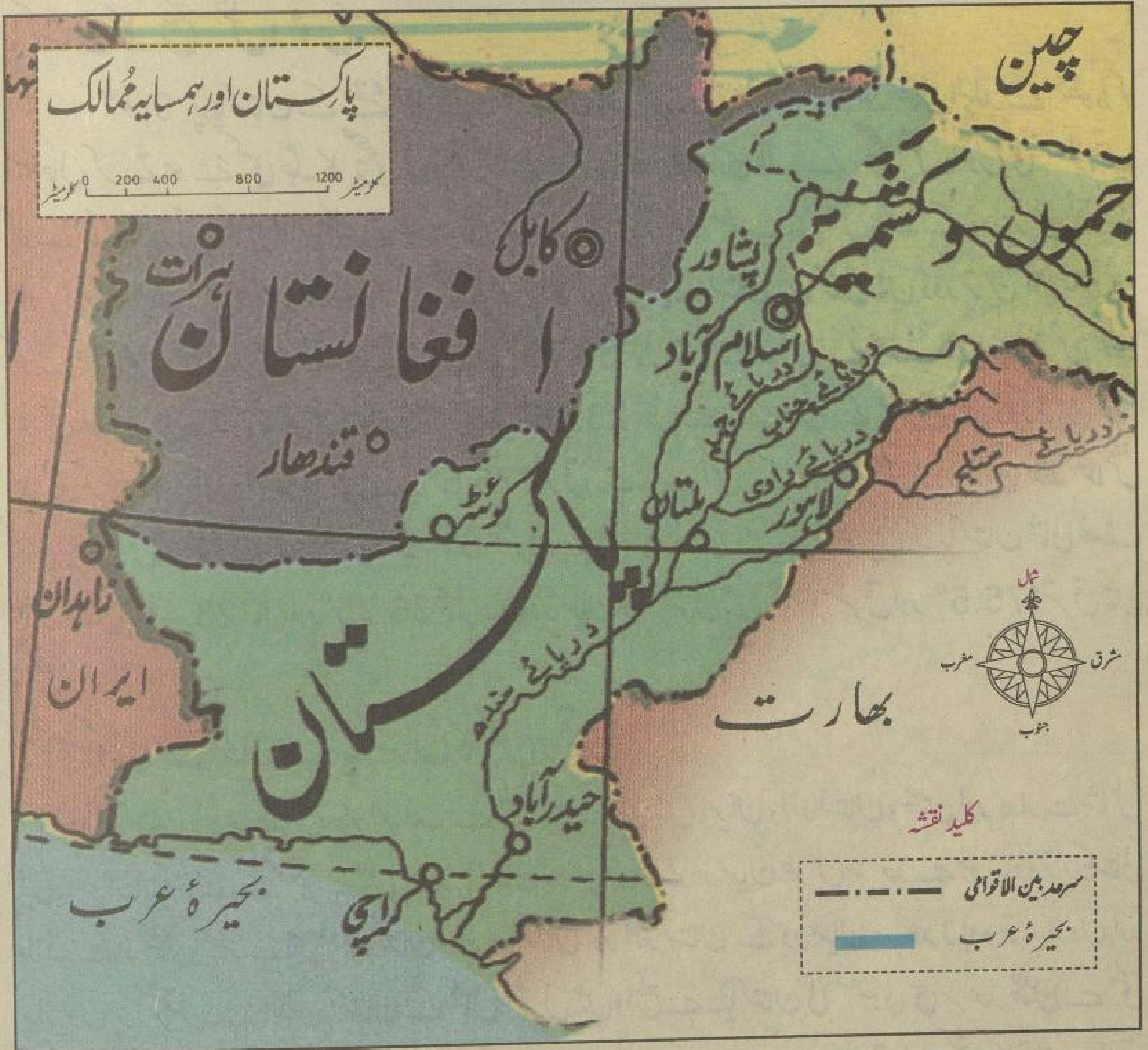
پاکستان کا صحیح محل وقوع

صفحہ 9 پر پاکستان کے نقشے کو دیکھیے۔ پہلے باب میں آپ نے عرض البلد اور طول البلد کے خطوط کو استعمال کرتے ہوئے کسی جگہ کا صحیح محل وقوع معلوم کرنا سیکھا تھا۔ کسی ملک کے صحیح محل وقوع کی معلومات کرنے کے لیے آپ کو ہر اہم یا کلیدی سمت شمال، جنوب، مشرق اور مغرب میں اس ملک کے دُور ترین نقطے کو تلاش کرنا ہے۔ آیئے ہم پاکستان کا صحیح محل وقوع تلاش کریں۔ پاکستان کے شمال میں دُور ترین نقطہ تلاش کرتے ہیں اور اس کا عرض البلد پڑھتے ہیں۔ یہ °36.75 شمال میں ہے۔ اس کے جنوب میں دُور ترین نقطہ تلاش کرتے ہیں۔ اس کا عرض البلد پڑھیں۔ یہ °23.45 شمال ہے۔ اب اس کے مشرق میں دُور ترین نقطہ تلاش کریں اور طول البلد پڑھیں۔ یہ °75.5 مشرق ہے۔ اب اس کے مغرب میں دور ترین نقطہ تلاش کریں اور اس کا طول البلد پڑھیں۔ یہ °61 مشرق ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان شمالی نصف کرے میں °23.45 شمال اور °36.75 شمال کے درمیان اور مشرق میں °61 مشرق اور °75.5 مشرق میں واقع ہے۔

پڑوسیوں کے لحاظ سے پاکستان کا محلِ وقوع

پاکستان کی سرحدیں چار ممالک سے ملتی ہیں۔ جن میں ایران، افغانستان، چین اور بھارت شامل ہیں۔ ایران پاکستان کے مغرب میں ہے۔ پاکستان اور ایران کے درمیان طویل سرحد ہے جو زیادہ تر ریگستانی علاقہ ہے۔ شمال مغرب میں افغانستان ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحد زیادہ تر پہاڑوں اور پہاڑیوں پر مشتمل ہے۔ چین پاکستان کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ پاکستان کی معمولی سی سرحد چین سے ملتی ہے۔ قراقرم کا پہاڑی سلسلہ دونوں ممالک کے درمیان سرحد ہے۔ یہاں ریاست جموں و کشمیر کا متنازعہ علاقہ بھی موجود ہے۔ بھارت پاکستان کے مشرق میں ہے۔ پاکستان کی بھارت کے ساتھ طویل سرحد ہے جو شمال میں جموں اور کشمیر سے لے کر جنوب میں بحیرۂ عرب تک جاتی ہے۔

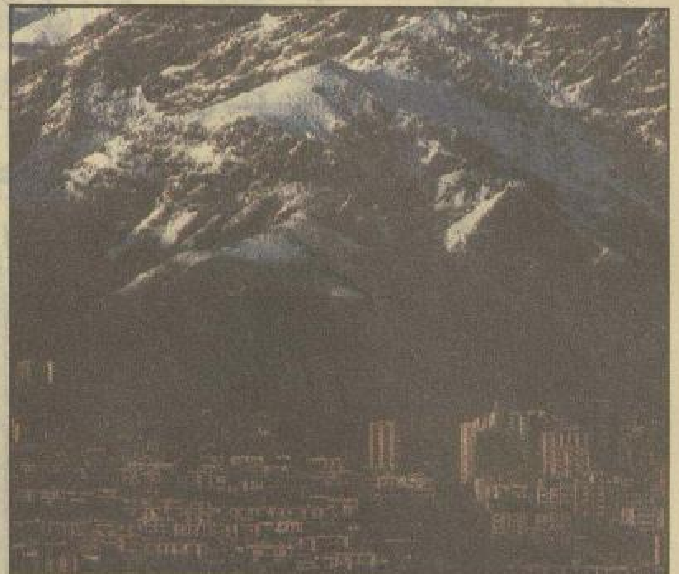
یہ چاروں ملک ہمارے پڑوسی ممالک ہیں۔ جس طرح لوگ بعض پڑوسیوں کے دوست ہوتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ کشیدہ تعلقات ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح پڑوسی ممالک بعض اوقات ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ کشیدہ تعلقات ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ پڑوسیوں کے بارے میں ان کے ساتھ اپنے تعلق سے آگاہ ہوں۔



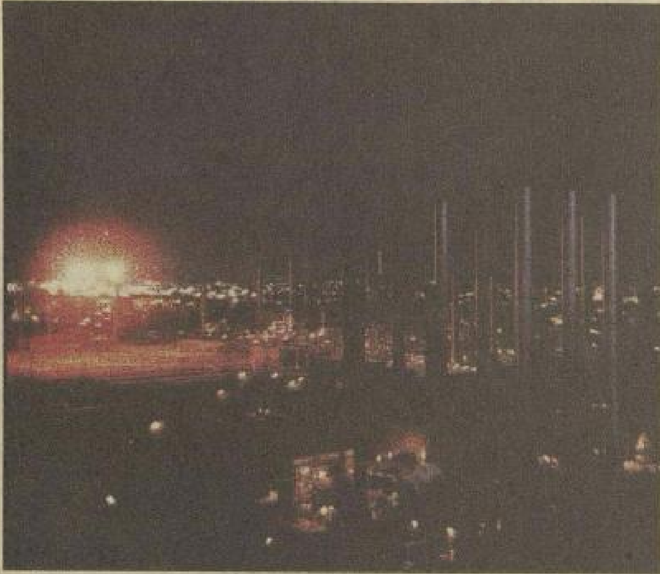
ایران

ایران کی ایک طویل تاریخ ہے۔ اس پر مختلف خاندانوں نے حکومت کی۔ 1925ء میں اس نے برطانیہ سے آزادی حاصل کی اور پہلوی خاندان کے ایک شہنشاہ نے حکومت کی۔ 1979ء میں لوگوں نے محمد رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ اس کے نتیجے میں وہ ملک چھوڑ گئے اور ایران اسلامی جمہوریہ بن گیا۔

ایران رقبے میں پاکستان سے بڑا ہے۔ لیکن اس کی آبادی پاکستان سے کم ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 68.7 ملین ہے۔ ایران میں فارسی بولی جاتی ہے۔ ایران کا جنوبی حصہ ریگستان ہے۔ لیکن شمالی حصہ زرخیز ہے۔ جنوب میں تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں جو اس کی دولت کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ ایران دنیا بھر میں اپنے خوبصورت قالینوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ تہران اس کا دارالحکومت ہے۔ دوسرے بڑے شہروں میں مشہد، اصفہان اور شیراز شامل ہیں۔



تہران شہر



آبادان ریفائنری

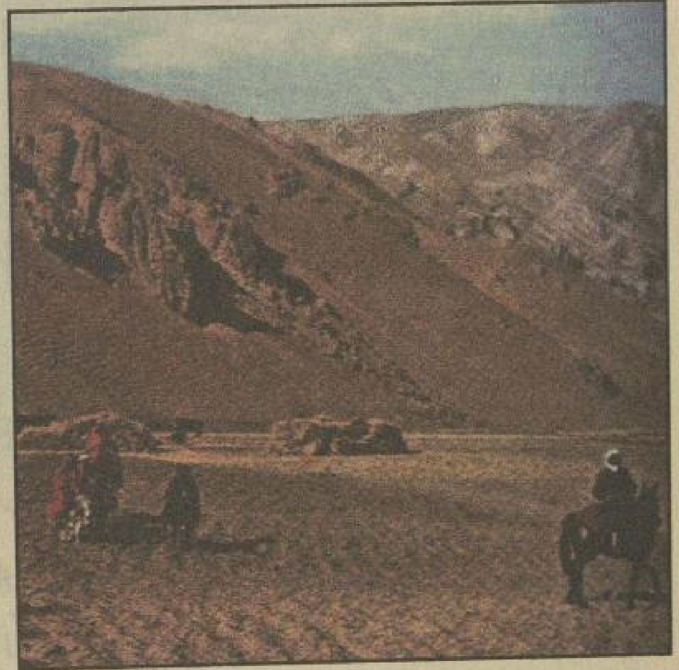
پاکستان اور ایران کے درمیان طویل عرصے سے بہت اچھے تعلقات چلے آرہے ہیں۔ ایران نے کئی موقعوں پر پاکستان کی حمایت کی ہے۔ ایران، ترکی اور پاکستان کے درمیان باہمی ترقی کا سمجھوتہ ہوا جسے علاقائی تعاون برائے ترقی (آرسی ڈی) کہا جاتا تھا۔ یہ تعاون بہت کامیاب ثابت ہوا۔ اب اس میں مزید ارکان شامل ہوگئے ہیں اور اس کا نام اقتصادی تعاون کی تنظیم (ایکو) رکھ دیا گیا ہے۔

افغانستان

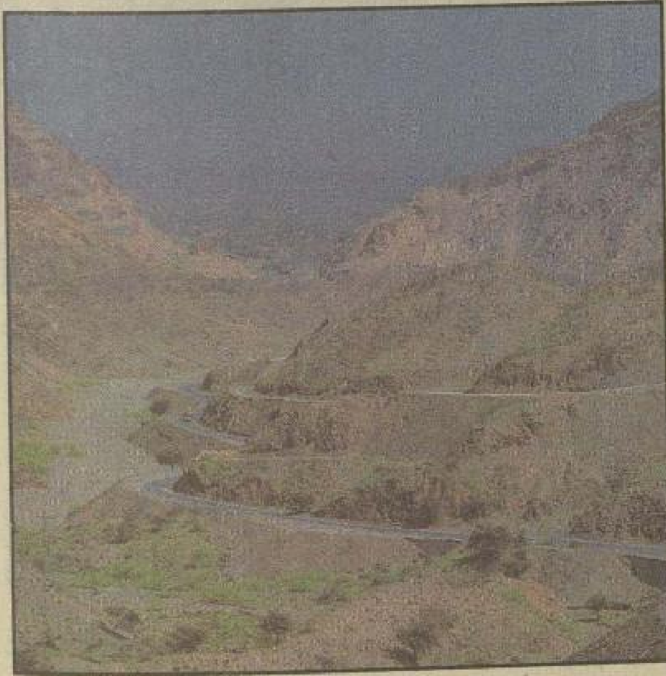
جب مسلمانوں کی جنوبی ایشیا پر حکومت تھی، اس وقت افغانستان اس کا ایک صوبہ تھا۔ دہلی سے مقرر کردہ گورنر اس کا انتظام چلاتا تھا۔ مغلوں کے زوال کے بعد افغان فوج کے سربراہ احمد شاہ ابدالی نے قندھار میں اپنی آزادی کا اعلان کردیا اور کابل فتح کرنے کے بعد افغان سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔ اس کے نتیجے

میں افغانستان 1747ء میں ایک آزاد ملک بن گیا۔ 19 ویں صدی عیسوی میں افغانستان پر کچھ عرصے برطانیہ کا اثر رہا۔ 1979ء میں سوویت یونین نے افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ افغانستان کے عوام نے اس قبضے کے خلاف جنگ کی اور 1991ء میں سوویت فوجوں کو ملک چھوڑنا پڑا اور افغانستان دوبارہ آزاد ہو گیا۔ سوویت یونین کی واپسی کے بعد وہاں مختلف گروپ آپس میں اقتدار کے لیے لڑ رہے ہیں۔ ملک کے بڑے حصے پر طالبان کی حکومت ہے۔

افغانستان کی آبادی تقریباً 22 ملین ہے۔ سرکاری زبانیں پشتو اور دری ہیں۔ افغانستان کا ایک بڑا حصہ پہاڑی اور بنجر ہے۔ لیکن شمال میں خوبصورت اور زرخیز وادی کابل ہے۔ کابل کی اس وادی میں لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں پانی کی قلت ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں لوگوں کی اکثریت چرواہوں کی ہے۔ کابل افغانستان کا دارالحکومت ہے۔ ہرات، قندھار، جلال آباد اور غزنی اہم شہر ہیں۔



افغانستان کا صحرا



درۂ خیبر کا راستہ

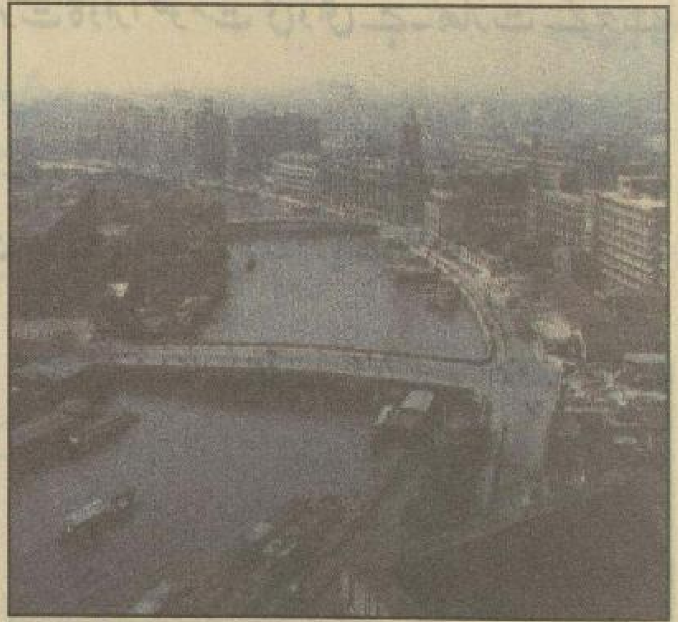
پاکستان اور افغانستان کے درمیان برادرانہ تعلقات رہے ہیں۔ افغانستان چاروں طرف سے خشکی سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں کوئی بندرگاہ نہیں ہے۔ حکومت پاکستان نے افغانستان کو تجارت کے سلسلے میں خصوصی مراعات دے رکھی ہیں۔ جب سوویت یونین نے زبردستی افغانستان پر قبضہ کیا تو پاکستان نے افغانستان سے سوویت یونین کو نکالنے میں اس کی مدد کی اور 3 ملین سے زائد پناہ گزینوں کو جائے پناہ دی۔ پاکستان افغانستان کے مسائل حل کرنے میں اس کی مدد کر رہا ہے تاکہ اس ملک میں امن وامان اور خوشحالی آئے۔

چین

چین دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ ماضی میں مختلف خاندانوں نے اس پر حکومت کی۔ 1911ء میں عظیم انقلاب کے ذریعہ ملک ایک جمہوریہ بن گیا۔ 1949ء میں جب کمیونسٹ برسر اقتدار آئے تو ملک عوامی جمہوریہ چین کہلانے لگا۔ چین کی آبادی دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 1.2 بلین ہے۔ زیادہ تر آبادی مشرق میں بحرالکاہل کے ساحلوں پر رہتی ہے۔ چین کی سرکاری زبانیں مندرین اور چینی ہیں۔ لیکن مختلف علاقوں کے لوگ مختلف زبانیں بھی بولتے ہیں۔ چین کا دارالحکومت بیجنگ ہے۔ شنگھائی، گلانگزو، فوزہو، ننگبو اور نانجنگ اس کے چند بڑے شہر ہیں۔



چین چاول کی پیداوار میں درجہ اول پر ہے



شنگھائی ، چین

کچھ ہی پہلے تک چین زیادہ تر زرعی ملک تھا۔ اس کے قدرتی وسائل میں خاص طور پر کوئلہ، تیل اور خام لوہے کے بڑے ذخائر شامل تھے۔ لیکن اب وہاں کے لوگوں کی مہارت اور محنت کے نتیجے میں چین دنیا کا ایک صنعتی ملک بن گیا ہے۔ ملک نے زندگی کے ہر شعبے میں بڑی ترقی کی ہے۔

پاکستان کی آزادی کے وقت سے ہی پاکستان اور چین کے درمیان تعلقات دوستانہ رہے ہیں۔ پاکستان نے چین سے حد بندی، تجارت اور فضائی پرواز کے معاہدے کیے ہیں۔ چین پاکستان کا ایک بااعتماد دوست ہے۔ دونوں ممالک اپنی باہمی دوستی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

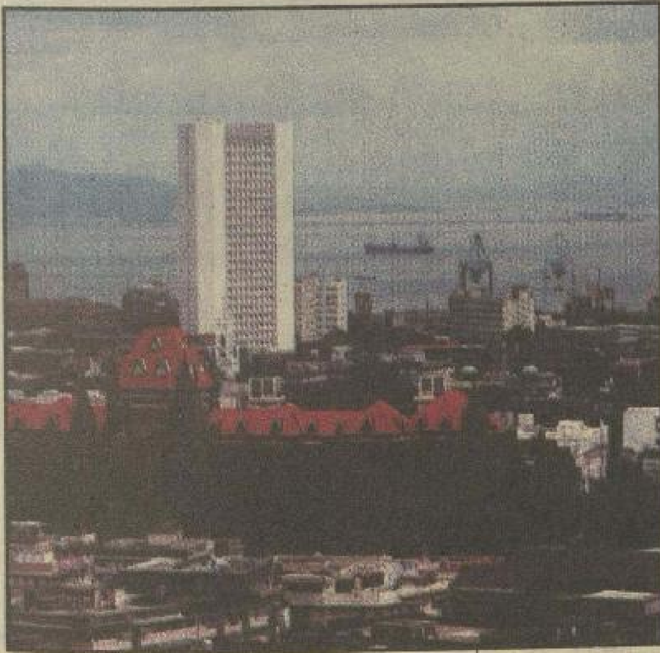
بھارت

آپ پہلے ہی جان چکے ہیں کہ قدیم زمانے سے 1947ء میں آزادی حاصل کرنے تک وہ علاقہ جو اب پاکستان کہلاتا ہے، برصغیر ہند کا حصہ تھا۔ اس لیے پاکستان اور بھارت کی طویل مشترک تاریخ ہے۔ بھارت بہت بڑا ملک ہے جس کی آبادی ایک بلین سے زائد ہے۔ بھارت میں لوگوں کی اکثریت ہندو ہے۔ لیکن مسلمان بھی بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آباد ہیں۔ بھارت کی سرکاری زبانیں ہندی اور انگریزی ہیں۔ لیکن لوگ بہت سی دوسری زبانیں بھی بولتے ہیں۔ پاکستان کی طرح بھارت زیادہ تر ایک زرعی ملک ہے۔ اس نے صنعت میں بھی تیزی سے ترقی کی ہے۔ آج اطلاعات کے دور میں بھارت بہت اہمیت حاصل کر گیا ہے۔ بھارت کا دارالحکومت نئی دہلی ہے۔ بھارت کے بڑے شہروں میں دہلی، ممبئی، کلکتہ، بنگلور اور چنائی شامل ہیں۔

بھارت کے شمال میں ہمالیہ کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ جنوب میں جزیرہ نما ہے جو کئی بڑی سطح مرتفعوں پر مشتمل ہے۔ ہمالیہ پہاڑ اور جزیرہ نما بھارت کے درمیان گنگا کا میدان ہے جسے دریائے گنگا اور اس کی نہریں سیراب کرتی ہیں۔



ممبئی، بین الاقوامی شہر



کلکتہ

آزادی کے وقت سے ہی پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات کشیدہ چلے آرہے ہیں۔ جیسے ہی پاکستان نے آزادی حاصل کی تھی بھارت نے پاکستان کی نہروں میں پانی کی فراہمی روک دی۔ کیونکہ ان نہروں

کے دہانے (ہیڈورکس) بھارت میں واقع ہیں۔ 1960ء میں سندھ طاس معاہدے پر دستخط کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان سب سے بڑا تنازعہ مسئلہ کشمیر ہے۔ بھارت نے طاقت کے زور پر کشمیر پر اپنا قبضہ جمارکھا ہے اور اقوامِ متحدہ کی قرارداد کی مسلسل خلاف ورزی کر رہا ہے۔ 1948ء اور 1965ء میں کشمیر پر بھارت اور پاکستان کے درمیان دو جنگیں ہوئیں۔ 1971ء کی جنگ میں بھارت نے مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ ہونے اور بنگلہ دیش کی آزاد مملکت کے قیام میں مدد کی۔ ان باتوں سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات مزید کشیدہ ہوئے ہیں۔ دونوں حکومتوں نے ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن یہ کوششیں مسئلہ کشمیر کی وجہ سے اب تک کامیاب ثابت نہیں ہوئی ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ پاکستان کا محل وقوع بتائیے۔

2۔ ان ممالک کے نام بتائیے جو پاکستان کے سرحدی پڑوسی ہیں؟ وہ سمتیں بھی بتائیے جن میں وہ واقع ہیں۔

3۔ وہ کون سی باتیں ہیں جو کسی ملک کے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات کو فروغ دیتی ہیں؟

4۔ نیچے دیے گئے نمونے کے مطابق ایک چارٹ بنائیے اور ہر کالم میں ضروری معلومات درج کیجیے۔

ممالک	آبادی	سرکاری زبانیں	دارالحکومت	دوسرے بڑے شہر
افغانستان				
ایران				
چین				
بھارت				

(ب) عملی کام

1۔ ایشیا کے نقشے پر پاکستان کے پڑوسی ممالک کی شناخت کیجیے۔

2۔ پاکستان کے ایک پڑوسی ملک کے بارے میں ایک "اسکریپ بک" بنائیے۔ اسکریپ بک میں ملک کا نقشہ، ملک کے بارے میں اخباری مضامین اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ پر خبریں سننے سے حاصل ہونے والی معلومات درج ہوں۔ اس کے لیے چھوٹے گروپ بنالیجیے اور ہر گروپ کے طلبہ ایک ہی ملک کا مطالعہ کریں۔ اپنی کلاس یا اسکول کے لیے جمع کردہ معلومات کا اظہار ایک چارٹ کے ذریعے کیجیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ جن اسکولوں میں طلبہ کے لیے کمپیوٹر کی سہولتیں موجود ہیں وہاں طلبہ انسائیکلوپیڈیا یا انٹرنیٹ سے پاکستان اور اس کے پڑوسیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پاکستان براعظم ایشیا میں واقع ہے۔ چھوٹے گروپوں میں ایشیا کے کسی ایسے ملک کا انتخاب کیجیے جو پاکستان کا پڑوسی نہ ہو۔ اس ملک کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے، ان معلومات کا باہم تبادلہ کیجیے جن کی وضاحت کلاس یا اسکول میں تصاویر سے کی گئی ہو۔

ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ

آٹھواں باب

پاکستان کی آب و ہوا

درجہ چہارم میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ موسم اور آب و ہوا سے کیا مراد ہے۔ آیئے اُسے دہرائیں۔
موسم سے مراد ایک جگہ کی ایک مخصوص وقت پر فضائی کیفیت (درجۂ حرارت، نمی، بارش) ہے۔ ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ ایک مقام پر موسم کی عام طور پر پائی جانے والی کیفیت کو اِس مقام کی آب و ہوا کہا جاتا ہے۔

کسی جگہ کی آب و ہوا کو بیان کرنے کے لیے اس کے موسمی ریکارڈ یعنی درجۂ حرارت، نمی اور بارش کے گزشتہ بہت سے سالوں کے ریکارڈوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ شکل نمبر 8.1 کو دیکھیے۔ یہ دسمبر کے مہینے کا ماہانہ اوسط درجۂ حرارت اور پچھلے 35 سال کا اسی مہینے کا مجموعی بارش کا ریکارڈ دکھاتی ہے۔ آب و ہوا کو بیان کرنے کے لیے موسمی ماہرین پچھلے 35 سال کا اوسط موسمی ریکارڈ دیکھتے ہیں جیسا کہ نیچے دکھایا گیا ہے۔

سال	ماہانہ اوسط درجۂ حرارت برائے ماہ دسمبر (C)	دسمبر کے مہینے کی مجموعی بارش (ملی میٹر)
1	22	5.2
2	24	6.0
3	26	3.0
-		
-		
35	21	5.6

35 سال کا دسمبر کے مہینے کا اوسط درجہ حرارت (C) = 35 سالوں کے ماہانہ اوسط درجۂ حرارت کا مجموعہ / 35

35 سال کی دسمبر کے مہینے کی اوسط بارش (ملی میٹر) = 35 سالوں کی ماہانہ اوسط بارش کا مجموعہ / 35

شکل 8.1 آب و ہوا کے بارے میں معلومات کس طرح جمع کی جاتی ہیں۔

1999 کے لاہور کے موسمی ریکارڈوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں گرمی کا موسم گرم اور برسات والا تھا جب کہ سردی کا موسم معمولی سرد تھا۔ لاہور کے پچھلے 35 سالوں کے موسمی ریکارڈوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں گرمی کا موسم گرم اور برسات والا ہوتا ہے۔ جب کہ سردی کا موسم معمولی سرد ہوتا ہے اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کی آب و ہوا گرمی کے موسم میں بارش کے ساتھ گرم ہوتی ہے جب کہ سردی کا موسم معمولی سرد ہوتا ہے۔

آب و ہوا پر اثر انداز ہونے والے عوامل

عرض البلد

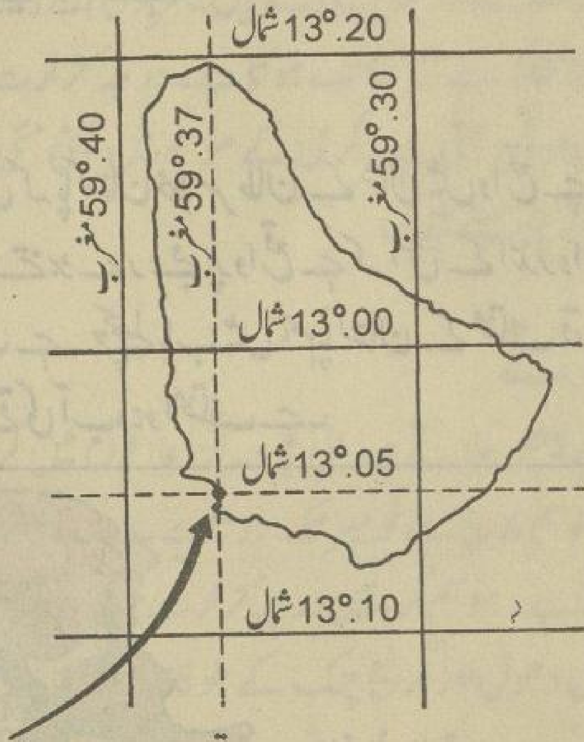
مختلف ممالک کی آب و ہوا میں فرق یا ایک بڑے ملک کے مختلف حصوں میں فرق مختلف وجوہات کی بنا پر واقع ہوتا ہے۔ یہاں پر ہم اس بات کا مطالعہ کریں گے کہ کس طرح عرض البلد، بناوٹ یا سطحِ سمندر سے بلندی اور سمندر سے فاصلہ آب و ہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ زمین پر کوئی بھی دو مقام بالکل یکساں آب و ہوا نہیں رکھتے۔ پھر بھی یکساں قسم کے درجۂ حرارت والی آب و ہوا کی تین عام قسمیں ہوتی ہیں: منطقۂ حارّہ کی آب و ہوا، منطقۂ معتدلہ (اوسط یا درمیانی درجے کی) آب و ہوا اور منطقۂ بارِدہ یا قطبی آب و ہوا۔

صفحہ 7 پر شکل نمبر 1.3 میں ہم عرض البلد کے اہم خطوط کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ خطوط دنیا کی آب و ہوا کے بڑے بڑے خطوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ منطقہ حارّہ کا علاقہ شمال میں خطِ سرطان اور جنوب میں خطِ جدی کے درمیان واقع ہے۔ معتدل علاقے شمال میں خطِ سرطان اور دائرۂ قطب شمالی کے درمیان اور جنوب میں خطِ جدی اور دائرۂ قطب جنوبی کے درمیان واقع ہیں۔ قطبین کے علاقے دائرۂ قطب شمالی اور قطب شمالی اور جنوب میں دائرۂ قطب جنوبی اور قطب جنوبی کے درمیان واقع ہیں۔

سب سے اونچا اوسط سالانہ درجۂ حرارت خطِ استوا کے قریب واقع ہے۔ ہم جیسے جیسے خطِ استوا سے قطبین کی جانب جاتے ہیں، موسم زیادہ ٹھنڈا ہوتا چلا جاتا ہے۔ درجۂ حرارت خطِ استوا پر قطبین کے مقابلے میں اس لیے زیادہ ہے کہ آفتاب دن کے عین درمیان ہمیشہ آسمان پر بلند ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کی گرم کرنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی گرمی ایک چھوٹے سے علاقے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس

طلبہ کو کہیں کہ وہ شکل نمبر 5.2 کو صفحہ 7 پر دیکھیں تا کہ ان کو اندازہ ہو جائے کہ عرض البلد کا آب و ہوا پر کس طرح اثر ہوتا ہے۔

کے علاوہ (اُس وقت) خطِ استوا آفتاب سے قریب تر ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر آفتاب کی شعاعوں کو کمتر فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اس طرح سفر کے دوران آفتاب کی حرارت کم ضائع ہوتی ہے۔ دیکھیے شکل نمبر 8.2



شکل 8.2 برج ٹاؤن یہاں واقع ہے۔ جہاں عرض البلد 13°.05 شمال اور طول البلد 59°.37 مغرب ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں۔

ارتفاع یا سطح سمندر سے بلندی

جیسے جیسے ہم سطح سمندر سے اوپر جاتے ہیں موسم ٹھنڈا ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ عمل ہر 100 میٹر کی بلندی پر 0.6 درجہ سینٹی گریڈ کی شرح سے ہوتا ہے۔ اس طرح پہاڑوں میں موسم سطح سمندر کے قریب کے میدانوں کے مقابلے میں زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کیجیے کہ میدان سطح سمندر پر واقع ہیں تو میدانوں کا درجۂ حرارت اگر 30°C ہے تو پہاڑ کی چوٹی پر درجۂ حرارت 24°C ہوگا۔

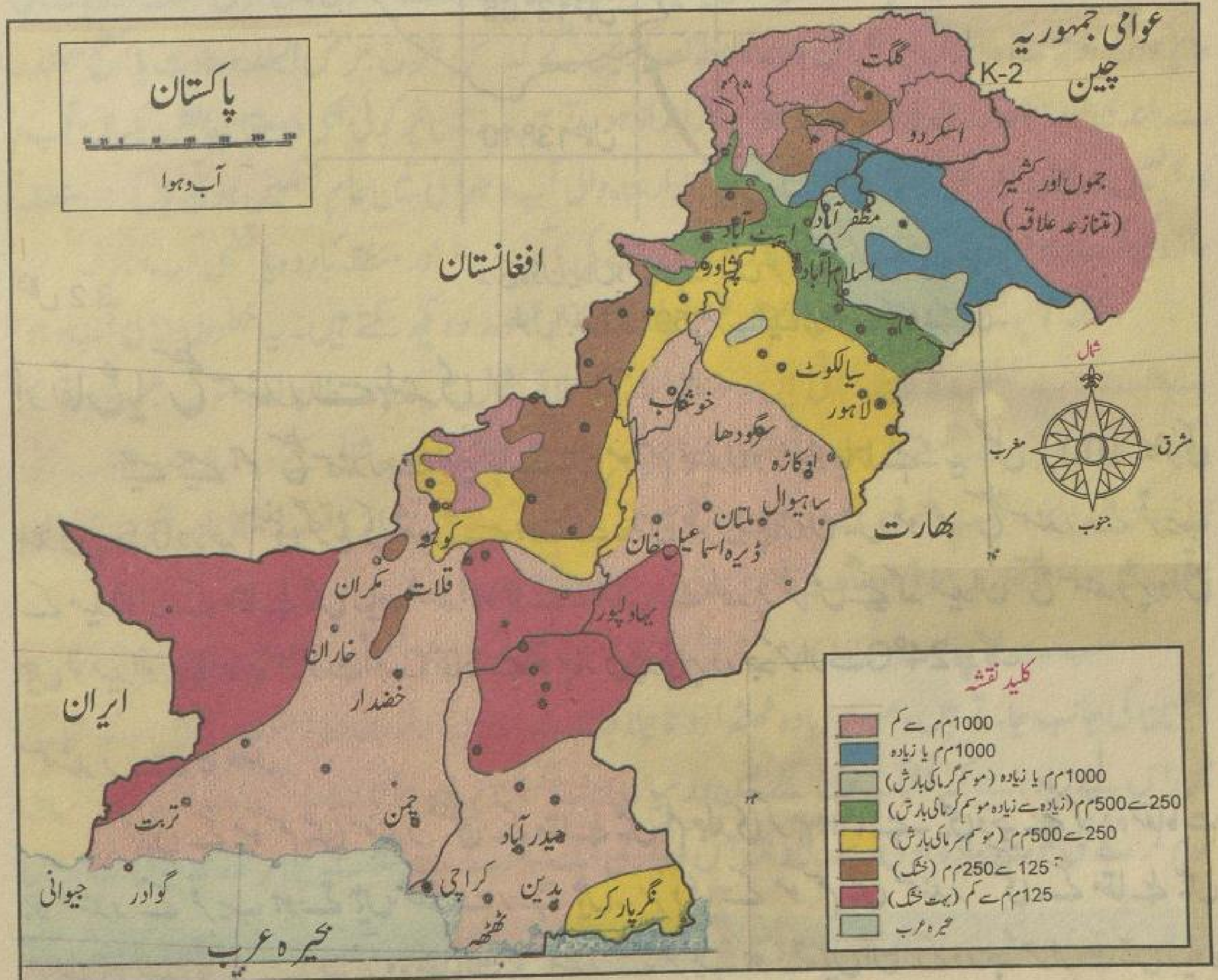
سمندر سے فاصلہ

گرمی کے موسم میں سمندر خشکی کے مقابلے میں کم جلدی گرم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقامات جو سمندر کے قریب ہوتے ہیں ٹھنڈے رہتے ہیں۔ سردی کے موسم میں سمندر خشکی کے مقابلے میں کم جلدی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ مقامات جو سمندر کے قریب ہوتے ہیں ان کے درجۂ حرارت میں زیادہ

فرق واقع نہیں ہوتا۔ وہ جگہیں جو خشکی کے اندر دور تک واقع ہوتی ہیں ان میں شدید درجۂ حرارت کا امکان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کراچی ساحل سمندر کے قریب ہے۔ چنانچہ یہ جیکب آباد کے مقابلے میں ٹھنڈا ہے جو کہ سمندر سے دور ہے اس لیے گرم تر ہے۔

پاکستان کی آب و ہوا

نقشے میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پاکستان خطِ سرطان کے شمال میں واقع ہے۔ اس لیے اس کی آب و ہوا معتدل ہونی چاہیے لیکن پاکستان اتنے بڑے رقبے پر واقع ہے کہ اس کے اندر واقع ایک علاقے کی آب و ہوا دوسرے علاقے سے قطعی مختلف ہے۔ پچھلے باب میں ہم پاکستان کے مختلف قدرتی علاقوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں ان میں سے ہر علاقے کی آب و ہوا مختلف ہے۔



پہاڑی علاقہ

ہمارے ملک کے شمال، شمال مغربی اور شمال مشرقی پہاڑی علاقے سطح سمندر سے بلند ہیں۔ اس بلندی کی بنا پر وہاں سردی کے موسم ٹھنڈے اور طویل ہوتے ہیں۔ سردی کے زمانے میں یعنی اکتوبر سے اپریل تک اُن علاقوں کا درجۂ حرارت 10°C سے 0°C تک ہوتا ہے۔ درجۂ حرارت اکثر نقطۂ انجماد سے نیچے چلا جاتا ہے۔ اس بنا پر وہاں برف باری ہوتی رہتی ہے۔ گرمی کے موسم میں یعنی مئی اور ستمبر کے درمیان موسم گرم رہتا ہے۔ جون اور جولائی گرم ترین مہینے ہیں۔

دریائے سندھ کے علاقے

پنجاب اور سندھ کے بیشتر علاقے میدانی ہیں۔ ان علاقوں میں گرمی کا موسم بہت طویل اور گرم ہوتا ہے۔ جنوبی حصے میں یہ موسم مارچ سے نومبر تک ہوتا ہے۔ جب کہ شمالی حصے میں اپریل سے اکتوبر تک ہوتا ہے۔ جون گرم ترین مہینا ہے۔ موسم گرما میں درجۂ حرارت بہت بلند ہوتا ہے۔ اس ماہ میں گرم ہوا یعنی ”لُو“ چلتی ہے۔ ان مہینوں میں دھول اور گرج چمک کے طوفان چلتے ہیں۔ گرج چمک کے طوفان تھوڑے عرصے کے لیے تیز بارش کا موجب ہوتے ہیں۔ بارش درجۂ حرارت کو کم کر کے گرمی سے عارضی چھٹکارے کا سبب ہوتی ہے۔ سردی کا موسم ہلکا ہوتا ہے۔ لیکن جنوری سب سے ٹھنڈا مہینا ہوتا ہے۔ اس پورے علاقے کا درجۂ حرارت 10°C سے 21°C تک ہوتا ہے۔ بعض دنوں میں درجۂ حرارت 10°C سے نیچے چلا جاتا ہے۔

ساحلی علاقہ

پاکستان کی تنگ ساحلی پٹی میں گرمی کا موسم طویل اور ہلکا گرم ہوتا ہے۔ جب کہ سردی کا موسم ہلکا اور کم عرصے کا ہوتا ہے۔ گرمی کا موسم مارچ سے نومبر تک رہتا ہے۔ اس علاقے میں درجۂ حرارت دریائے سندھ کے میدانوں کے مقابلے میں کمتر رہتا ہے۔ جس کی وجہ اس کا سمندر سے قریب ہونا ہے۔ اس علاقے میں دسمبر سے لے کر فروری تک موسم ہلکا سرد رہتا ہے۔ جنوری سب سے ٹھنڈا مہینا ہوتا ہے۔ اس کے موسمِ سرما میں بھی کچھ تیز ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جو بلوچستان کے میدانِ مرتفع سے جنوب کی جانب چلتی ہیں۔

میدانِ مرتفع (پلیٹو)

بلوچستان اور پوٹوہار کے مرتفع میدانوں (پلیٹوؤں) کی آب و ہوا دریائے سندھ کے میدانوں سے مشابہ ہوتی ہے۔ گرمی کا موسم گرم اور طویل ہوتا ہے اور سردی کا موسم ہلکا ہوتا ہے۔

ریگستانی علاقے

ریگستانی علاقوں میں گرمی کا موسم بہت گرم اور طویل ہوتا ہے۔ جب کہ سردی کا موسم ہلکا ہوتا ہے۔

بارش

پاکستان کے بڑے حصے کی آب و ہوا خشک ہے۔ یہاں بارش دو ذرائع سے ہوتی ہے۔ ان میں ایک ذریعہ مانسون ہیں جب کہ دوسرا ذریعہ مغربی ہوائیں ہیں۔

مانسونی بارشیں

مانسونی ہوائیں بحرِ ہند سے شروع ہو کر مشرق میں بھارت کے اُوپر سے گزر کر پاکستان میں داخل ہوتی ہیں۔ یہ عموماً جولائی سے ستمبر تک چلتی ہیں۔ چونکہ پاکستان میں مانسونی ہوائیں مشرق سے آتی ہیں، چنانچہ بارش کا بڑا حصہّ پنجاب کے شمال مشرقی حصے میں آتا ہے۔ شمال کا پہاڑی علاقہ اور جنوب مغربی پنجاب اور سندھ کے کچھ حصّوں کو بھی بارش کا کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

مغربی شورشوں کی وجہ سے بارش

موسم سرما کے دوران مغربی شورشیں ہواؤں کو بحیرۂ قلزم (کیسپین) سے پاکستان کی جانب چلاتی ہیں۔ لیکن خشکی کے اوپر طویل سفر کی بنا پر اُن کی بہت سی نمی ضائع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ پاکستان کے مغربی حصے میں بہت کم پانی لے کر پہنچتی ہیں۔ چونکہ سردی کا موسم ہوتا ہے اور شمالی مغربی پہاڑی علاقے میں درجۂ حرارت کم ہوتا ہے چنانچہ برف باری ہو جاتی ہے۔

لوگوں کی زندگی پر آب و ہوا کے اثرات

آب و ہوا ہمارے اوپر اور ہماری طرزِ زندگی پر بہت اثر رکھتی ہے۔ وہ لوگ جو بہت ہی خشک علاقوں

میں رہتے ہیں وہ اپنے مکانوں کی چھتیں چپٹی بناتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایسی جگھوں پر رہتے ہیں جہاں گرمیوں میں بہت بارش ہوتی ہے اور موسم سرما میں برف باری ہوتی ہے وہ ایسے مکانات تعمیر کرتے ہیں جن کی چھتیں ڈھلوان ہوتی ہیں۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے ؟

وہ علاقے جہاں کی آب و ہوا بہت گرم ہے، وہاں کے لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں کو بلند تعمیر کرتے ہیں۔ ایسے مکانوں میں ہوا کی آمد و رفت کا اچھا انتظام ہوتا ہے۔ اس طرح اُن کے مکانات ہوا کی آمد و رفت کے ساتھ ساتھ ٹھنڈے بھی رہتے ہیں۔ ٹھنڈے علاقوں میں مکانات کی چھتیں نچلی ہوتی ہیں اور لوگ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ان کے مکانات ٹھنڈک کے اثرات سے اچھی طرح محفوظ رہیں۔

وہ علاقے جہاں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں اور درخت آسانی سے اور تیزی سے نشو و نما پاتے ہیں، وہاں کے لوگ مکانوں کی تعمیر میں لکڑی استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں پختہ اینٹیں، پتھر یا سیمنٹ استعمال کیا جاتا ہے۔ قطب شمالی کے قریب درخت نہیں ہیں۔ چنانچہ وہاں رہنے والے لوگ اپنے مکانات برف سے بناتے ہیں۔

آب و ہوا لوگوں کی صحت، اُن کے طور طریقے، پہننے کے کپڑے اور غذا پر اثر انداز ہونے کے علاوہ سیر و تفریح پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

آب و ہوا پر انسانوں کے رہن سہن کے اثرات

آب و ہوا ہمارے رہن سہن پر ہمیشہ اثر ڈالتی ہے۔ لیکن آج کل ہم جو زندگی گزار رہے ہیں اس سے آب و ہوا متاثر ہو رہی ہے۔ آیئے دیکھیں کس طرح۔

اوزون گیس کی تہہ

1970 کے لگ بھگ سائنسدانوں نے اس بات کا مشاہدہ کرنا شروع کیا کہ زمین کی فضا میں چند عجیب و غریب چیزیں رونما ہو رہی ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ہر موسمِ بہار میں اوزون گیس کی تہہ میں سوراخ ہو رہا ہے جو زمین کے گرد واقع ہے۔ گیس کی اس تہہ کو "اوزون لیئر" کہا جاتا ہے۔

"لوگوں کی زندگی پر آب و ہوا کے اثرات" کا حصہ پڑھنے سے پہلے طلبہ کو باہم بحث مباحثے کا موقع فراہم کریں اور ایسی مثالیں فراہم کریں کہ صحت، طور طریقوں اور کھانے پینے کی عادتوں وغیرہ پر آب و ہوا کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

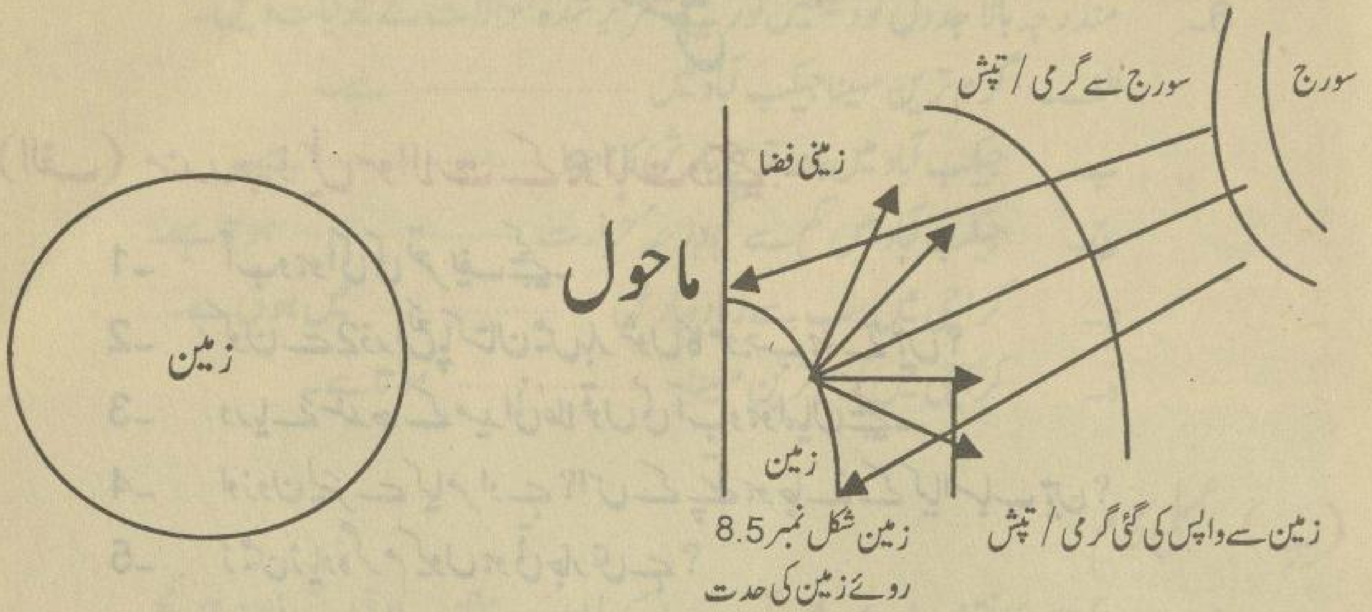
فضا میں موجود اوزون لیئر ہمیں آفتاب کی خارج کردہ بالائے بنفشی (الٹراوائلٹ) شعاعوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ کینسر (سرطان) پیدا کرتی ہیں اور کرۂ ارض کو گرم کرتی ہیں۔ وہ کیا چیز ہے جو اوزون لیئر کو پتلا کرنے اور ختم کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ چند کیمیائی اشیاء جن کو کلوروفلوروکاربن (CFCs) کہا جاتا ہے جو کہ اسپرے کے ڈبوں یعنی (ایئر اسپرے، ہوا کو صاف کرنے والی پرفیومس)، ریفریجریٹرس، ایئر کنڈیشنرز اور پلاسٹک اور دوسری مصنوعات بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ اس کی ذمے دار ہیں۔

کرۂ ارض کا گرم ہو جانا

دنیا گرم ہوتی چلی جارہی ہے کرۂ ارض کی فضا گرم ہوتی چلی جارہی ہے۔ جیسے اس کو ایک "گرین ہاؤس" میں پھانس لیا گیا ہو (دیکھیے اشکال 7.3 اور 7.4) گرم کرنے کے اس اثر کو "گرین ہاؤس اثر" کہا جاتا ہے۔ زمین گرم کیوں ہورہی ہے۔ آپ نے اوزون لیئر کے پتلے ہو جانے کے بارے میں پڑھ لیا ہے اور جان لیا ہے کہ کس طرح آفتاب کی زیادہ توانائی کرۂ ارض تک پہنچتی ہے۔ لیکن ایک اور وجہ بھی ہے کہ جب ہم کوئلے، تیل، گیس اور لکڑی جیسے ایندھن جلاتے ہیں تو کاربن ڈائی آکسائڈ خارج ہوتی ہے۔ پودے کاربن ڈائی آکسائڈ کو اپنی غذا بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ جنگلات بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائڈ کو فضا سے جذب کرلیتے ہیں۔ لیکن لوگ بڑی مقدار میں جنگلات کو کاٹ رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس فضا میں موجود رہتی ہے۔

سورج زمین کو گرم کرتا ہے آفتاب سے جو حرارت آتی ہے اس کا بیشتر حصہ فضا میں واپس چلا جاتا ہے فضا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ فضا ہی میں اس میں سے کچھ حرارت لے لیتی ہے۔ اس طرح یہ پوری حرارت خلا میں واپس جانے سے رک جاتی ہے لیکن اگر فضا میں بہت زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ برقرار رہے تو یہ بہت زیادہ حرارت کو روک لے گی اور زمین کی فضا بہت زیادہ گرم ہو جائے گی۔

زمین کی فضا حرارت کو آفتاب سے آنے دیتی ہے اور اپنی سطح کے قریب اس کو روک لیتی ہے زمین کی فضا میں موجود بہت زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ فاضل حرارت کو خلا میں واپس جانے سے روک لیتی ہے اس کو "گرین ہاؤس اثر" کہا جاتا ہے۔



زمین شکل نمبر 8.5
روئے زمین کی حدت

شکل نمبر 8.3 : گرین ہاؤس کے اندر شیشے کے خانے آفتاب سے آنے والی حرارت کو اندر آنے دیتے ہیں یہ اس کو واپس نہیں جانے دیتے اس عمل سے گرین ہاؤس کے اندر کی ہوا گرم ہو جاتی ہے۔

شکل نمبر 8.4 : زمین کی فضا سورج کی گرمی کو زمینی فضا کے قریب ہی اپنے اندر روک لیتی ہے۔ زمینی فضا میں شامل زیادہ کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس سورج کی گرمی کو واپس لوٹنے نہیں دیتی۔ یہ سلسلہ یا عمل گرین ہاؤس اثر کہلاتا ہے۔

زمین کے گرم ہو جانے کے نقصان دہ اثرات کیا ہیں؟ پچھلے 50 ملین سالوں میں پہلی مرتبہ قطبِ شمالی کو جانے والوں نے وہ کچھ دیکھا ہے جسے اس سے پہلے کبھی دیکھا نہیں گیا تھا۔ انھوں نے قطب شمالی پر پانی دیکھا۔ دبیز برف جو بحر منجمد شمالی پر چھائی ہوئی ہے وہ پگھل گئی ہے۔ اس طرح پانی کا 1.6 کلو میٹر چوڑا رقبہ وجود میں آ گیا ہے برف پگھلنے کا عمل زمین کے گرم ہو جانے کا عمل ہو سکتا ہے جس کی وجہ گیسوں کا چھوڑا جانا اور ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اضافہ ہے۔ اگر برف اسی رفتار سے پگھلتی رہی تو تمام دنیا میں سمندروں کی سطح بڑھ جائے گی۔ سمندروں کی موجودہ سطح میں چند سینٹی میٹر کا اضافہ ہی سمندر کے قریب کے علاقوں مثلاً کراچی میں سیلاب لا سکتا ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے:-

1۔ آب و ہوا کی تعریف کیجیے۔
2۔ کون سے 2 ذرائع پاکستان میں بارشوں کا موجب ہوتے ہیں؟
3۔ دریائے سندھ کے میدانی علاقوں کی آب و ہوا بیان کیجیے۔
4۔ اوزون لیئر سے کیا مراد ہے؟ اس کے پتلے ہو جانے کے کیا اسباب ہیں؟
5۔ زمین زیادہ گرم کیوں ہوتی جارہی ہے؟

	کراچی		جیکب آباد	
	بارش ملی میٹر	درجہ حرارت	بارش ملی میٹر	درجہ حرارت
جنوری	7.6	17.7	7.1	14.7
فروری	12.7	20.1	8.6	18.3
مارچ	4.6	24.5	7.6	23.9
اپریل	2.3	28.2	2.3	29.9
مئی	1.3	30.5	3.6	35.0
جون	8.9	31.4	6.1	36.8
جولائی	101.1	30.0	26.9	35.3
اگست	47.5	28.6	21.8	33.6
ستمبر	23.4	26.6	0.8	32.3
اکتوبر	3.3	27.6	0.3	28.1
نومبر	3.0	23.9	0.5	22.0
دسمبر	5.6	19.5	2.8	16.6
سالانہ	221.3	25.7	88.4	27.2

6۔ مندرجہ بالا جدول کو دیکھیں اور نیچے تحریر شدہ سوالات کے جوابات دیں۔

الف۔ گرم ترین مہینا جیکب آباد میں .... ہے۔

ب۔ جیکب آباد میں بلند ترین بارش کا مہینا .... ہے۔

ج۔ جیکب آباد میں کم سے کم درجۂ حرارت .... ہوتا ہے۔

د۔ کراچی میں سب سے زیادہ بارش .... میں ہوتی ہے۔

ہ۔ کراچی میں گرم ترین مہینا .... ہوتا ہے۔

(ب) عملی کام

1۔ پاکستان کا نقشہ بنایئے۔ پھر آب و ہوا کے لحاظ سے مختلف علاقوں کی نشاندہی کیجیے۔

2۔ فرض کیجیے آپ گرمیوں کی چھٹیاں منانے مری جارہے ہیں۔ وہاں کی آب و ہوا معلوم کیجیے۔ جو کپڑے آپ لے کر جائیں گے ان کی فہرست بنایئے۔

(ج) اضافی سرگرمیاں

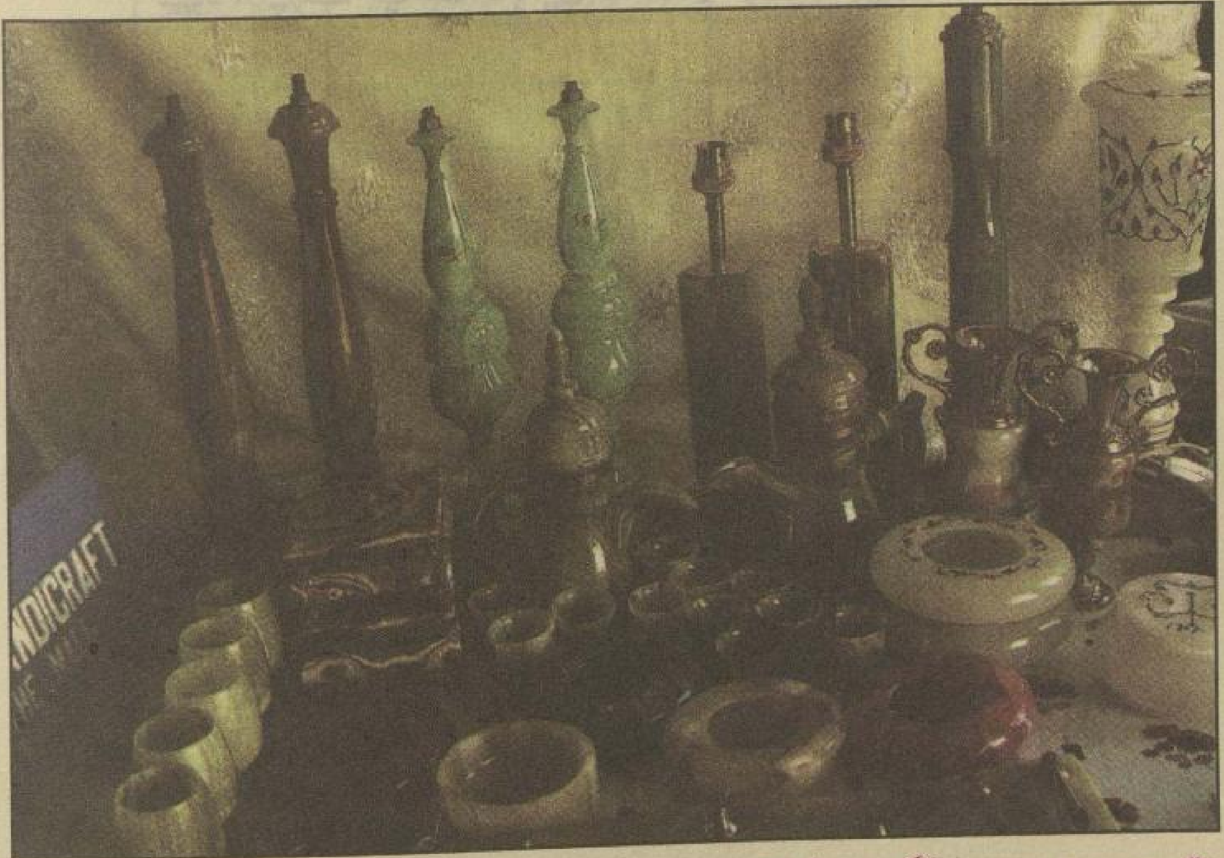
1۔ پاکستان کے مختلف صوبوں کے ایک ایک شہر کی آب و ہوا بتایئے۔

2۔ کرۂ ارض کی وارننگ کی معلومات کے لیے اخبار پڑھیے اور خبریں سنیے۔

نواں باب

معدنیات اور توانائی پیدا کرنے کے وسائل

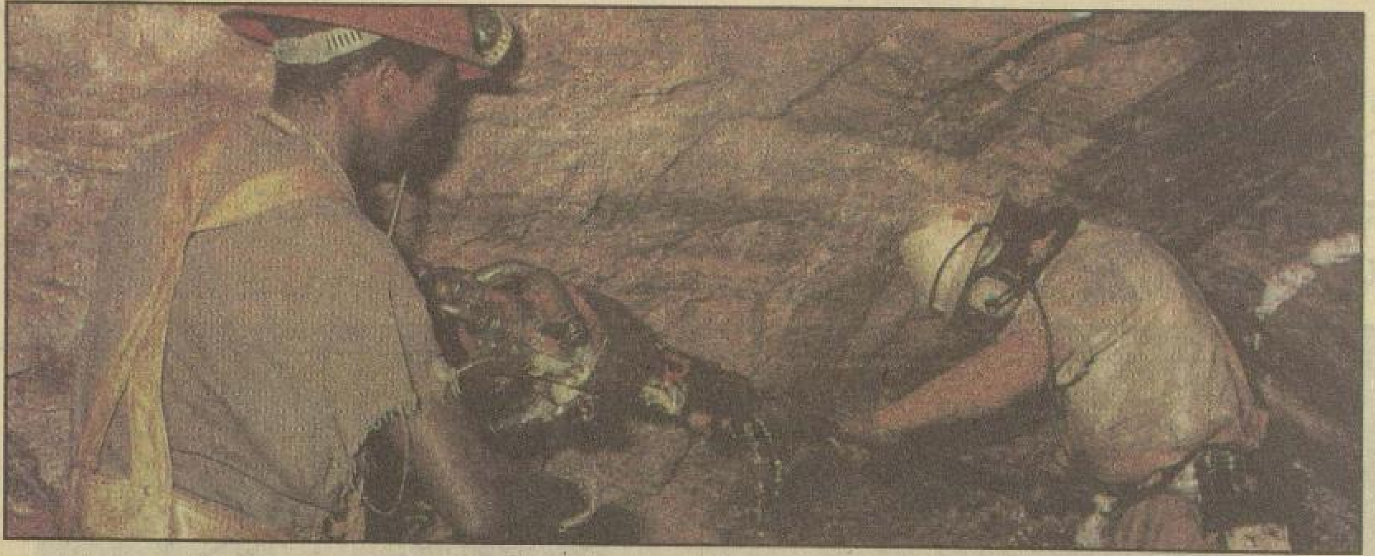
وہ قدرتی وسائل جو زمین کی سطح کے نیچے ہوتے ہیں اُن کو معدنی وسائل کہا جاتا ہے۔ ان معدنیات کو استعمال کرنے کے لیے انھیں زمین سے نکالا جاتا ہے۔ زمین سے معدنیات کو نکالنے کے طریقے کو "کان کنی" کہا جاتا ہے۔ ان معدنیات کو اسی حالت میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اُن کو صاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کچھ معدنیات مثلاً تیل کو صفائی کے بعد استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دوسری معدنیات کو کارخانوں میں مختلف مصنوعات میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان مصنوعات کو مقامی مارکیٹ اور دوسرے ممالک کو فروخت کردیا جاتا ہے۔



پتھروں اور جواہرات سے بنائی گئی چیزوں کی تصویریں

کان کنی کے طریقے

کان کنی کا وہ طریقہ جس کے ذریعے معدنیات کو نکالا جاتا ہے۔ اس کا انحصار اس پر ہے کہ زمین کے اندر معدنیات کتنی گہرائی میں ہیں۔ کچھ جگہوں پر معدنیات سطحِ زمین سے نیچے چند میٹروں کی گہرائی میں ہوتی ہیں جہاں پر اُن تک پہنچنا آسان ہوتا ہے۔ کان کن ان معدنیات کو سادے اوزاروں کے ذریعے نکال سکتے ہیں۔ دوسری جگہوں پر معدنیات کے ذخائر زیادہ گہرائی میں پائے جاتے ہیں۔ ان معدنیات کو زمین سے نکالنے کے لیے ماہر ٹیکنیشن اور قیمتی آلات درکار ہوتے ہیں۔



کھلے گڑھوں کی کان کنی کی تصویر

کان کنی سے متعلق فوائد اور مسائل

کان کنی کی صنعت بہت اہم ہے کیونکہ :

- یہ ملک کو معدنیات فراہم کرتی ہے۔
- معدنیات ہمیں کچا مواد فراہم کرتی ہیں جس کو صنعتی پیداوار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔
- یہ پاور (توانائی) پیدا کرنے کے ذرائع مثلاً تیل اور گیس فراہم کرتی ہیں۔

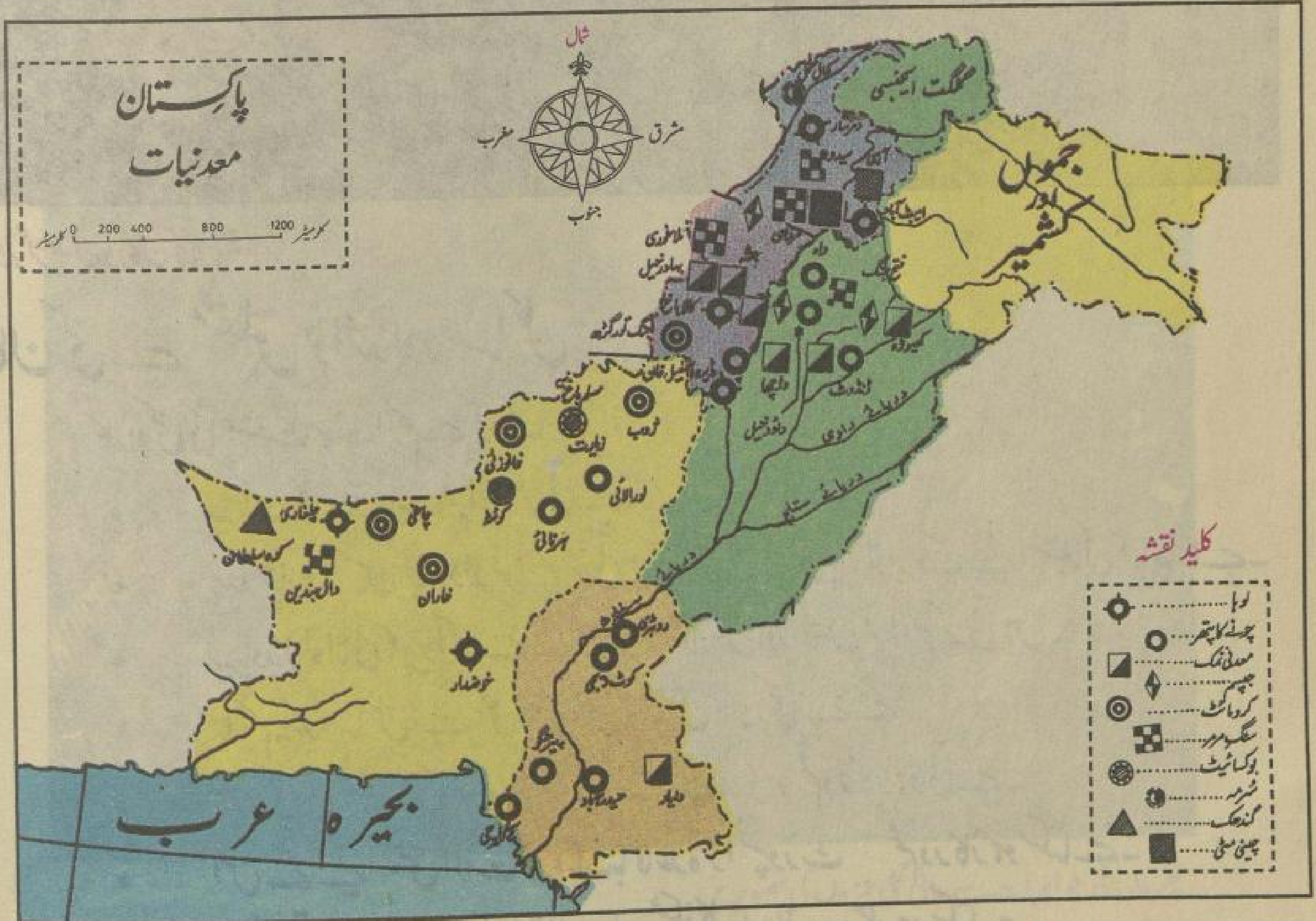
تاہم چند مسائل ایسے بھی ہیں جن کا تعلق کان کنی سے ہے :

- کان کنی کی صنعت کو شروع کرنے کے لیے بڑی رقم درکار ہوتی ہے۔
- اس کے لیے قیمتی آلات اور ایک باقاعدہ ٹرانسپورٹ سسٹم درکار ہو سکتا ہے۔
- اس کو تجربے کار معیاری انتظامیہ اور ٹیکنیکل اسٹاف درکار ہو سکتا ہے۔

- کان کنی کے افراد کی زندگیاں اکثر خطرات سے دوچار رہتی ہیں۔
- یہ آس پاس کے ماحول کو تباہ کر سکتی ہے۔

پاکستان کے معدنی وسائل اور ان کی اہمیت

قدرت نے ہمارے ملک پاکستان کو بڑی تعداد میں معدنی وسائل عطا فرمائے ہیں۔ یہ ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ کوئلہ، گیس اور تیل توانائی کے اہم ذرائع ہیں۔ ہم ان کو گھر میں، کارخانوں میں روشنی اور گرمی حاصل کرنے کے لیے اور مشینوں کو چلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جپسم، کرومائٹس اور چونا پتھر

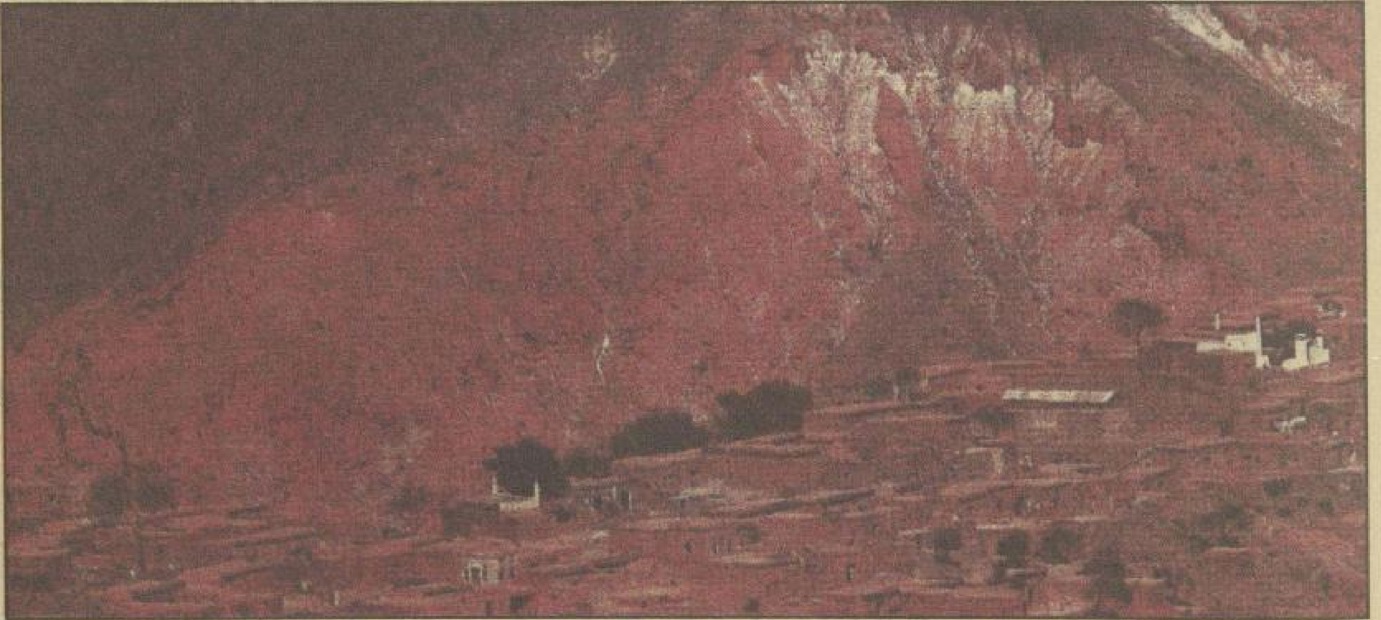


سے سیمنٹ، اسٹین لیس اسٹیل اور بلیچنگ پاؤڈر تیار کیے جاتے ہیں۔ ہم کھانا پکانے اور مختلف رنگوں اور روغنوں کو بنانے کے لیے معدنی نمک استعمال کرتے ہیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ یہ ممکن ہے کہ بہت سی نئی معدنیات کے ذخائر تلاش کر لیے جائیں۔ ذیل میں پاکستان میں بڑی مقدار میں پائی جانے والی معدنیات میں سے چند پیش کی جاتی ہیں :

نمک

نمک ہماری روزمرہ کی خوراک میں لذت کا اضافہ کرتا ہے۔ اسے غذا کو محفوظ رکھنے اور کچھ کیمیاوی اشیاء کو بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ معدنی نمک کے محفوظ ذخائر رکھتا ہے۔ یہ ذخائر سلسلۂ نمک (سالٹ رینج) میں پائے جاتے ہیں۔ ان ذخائر سے نمک پنجاب میں واقع کھیوڑہ کی کانوں سے نکالا جاتا ہے۔ نمک کراچی میں سمندر سے اور تھرپارکر میں واقع نمک کی جھیلوں سے نکالا جاتا ہے۔



کھیوڑہ کے مقام پر نمک کی کان

چونا پتھر

چونا پتھر کو خاص طور سے سیمنٹ بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے کاسٹک سوڈا، گارا چونے کا مسالا اور بلیچنگ پاؤڈر بھی بنائے جاتے ہیں۔ چونا پتھر کے ذخائر پاکستان کے تمام صوبوں میں پائے جاتے ہیں۔

سنگ مرمر

سنگ مرمر (ماربل) ایک خوبصورت پتھر کا نام ہے۔ اس کو عمارتوں کو سجانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بہت سے رنگوں میں دستیاب ہے۔ پاکستان کے سفید اور سیاہ مرمر تمام دنیا میں بہترین مرمر تصور کیے جاتے ہیں۔ مرمر مردان، سوات اور درۂ خیبر (صوبہ سرحد) کے قریب اور کالا چٹا کے پہاڑ (پنجاب) اور چاغی (بلوچستان) کی پہاڑیوں میں پایا جاتا ہے۔

کرومائٹ

کرومائٹ ایک دھات ہے جسے رنگ بنانے اور فوٹو گرافی کی اشیاء اور فولاد تیار کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کرومائٹ قلعہ سیف اللہ (بلوچستان) میں اور مالاکنڈ، مہمند ایجنسی اور شمالی وزیرستان (صوبہ سرحد) میں پایا جاتا ہے۔

تانبا

تانبا ایک اہم دھات ہے۔ اسے برقی سامان بنانے اور برتن، زیورات اور سکے بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ذخیرے بڑی مقدار میں چاغی (بلوچستان) کے ضلع میں پائے گئے ہیں۔

کوئلہ

کوئلہ توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ کوئلہ کس طرح تشکیل پاتا ہے؟ کوئلے کا ایک بڑا حصہ جو آج کل کانوں سے نکالا جا رہا ہے، اب سے تقریباً 300 ملین سال پہلے کوئلہ بن کر وجود میں آیا تھا۔ اس مدت کے دوران بڑی تعداد میں درخت زمین میں دفن ہو گئے انھیں وہاں ہوا نہ ملی۔ اس کیفیت میں یہ درخت ٹوٹ پھوٹ کر ایک نرم شے کی شکل اختیار کر گئے جس کو پیٹ (Peat) "دلدلی کوئلہ" کہا گیا۔ یہ دلدلی کوئلہ زمین کے اندر زیادہ گہرائی میں ڈوب گیا۔ زبردست دباؤ اور حرارت کی وجہ سے "پیٹ" سخت کاربن کی شکل اختیار کر گیا۔ یہی وہ چیز ہے جسے ہم کوئلہ کہتے ہیں۔

کوئلے کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ کوئلے کی خصوصیت کا تعین اس کے اندر موجود کاربن کی مقدار

سے ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ کاربن کوئلے کے اندر ہوگا اس کی صفت اتنی ہی عمدہ ہوگی زیادہ کاربن کے ساتھ جب کوئلے کو جلایا جاتا ہے تو یہ زیادہ حرارت فراہم کرتا ہے۔ اس طرح یہ توانائی کا اچھا ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ہمیں عمدہ خصوصیت کا کوئلہ نہیں مل سکا۔ کوئلہ زیادہ تر اینٹوں کی بھٹیوں میں اور چولھا جلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ صوبہ سرحد کے "گلاکھیت" کے مختلف علاقوں میں اور پنجاب کے نمک کے علاقوں میں اور کوئٹہ (بلوچستان) کے نزدیک اور زیریں سندھ میں پایا جاتا ہے۔

معدنی تیل اور قدرتی گیس

معدنی تیل اور قدرتی گیس کی بھی تشکیل کئی ملین سال پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت زمین کے بڑے حصے پر سمندر تھا۔ سمندر میں لاکھوں چھوٹے چھوٹے پودے اور جانور ہوتے تھے۔ جب وہ مر گئے تو اُن کا گلا سڑا مادہ سمندر کی تہہ میں بیٹھ گیا اور گیلی مٹی اور ریت کے دبیز ذخائر میں شامل ہو گیا۔ ان کے بھاری وزن نے اپنے نیچے والے مواد کو اس وقت تک دبا کر رکھا جب تک اس نے ٹھوس چٹان کی شکل اختیار نہ کر لی۔ پودوں اور جانوروں کے گلے سڑے مادّے تیل کے قطروں یا قدرتی گیس کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔

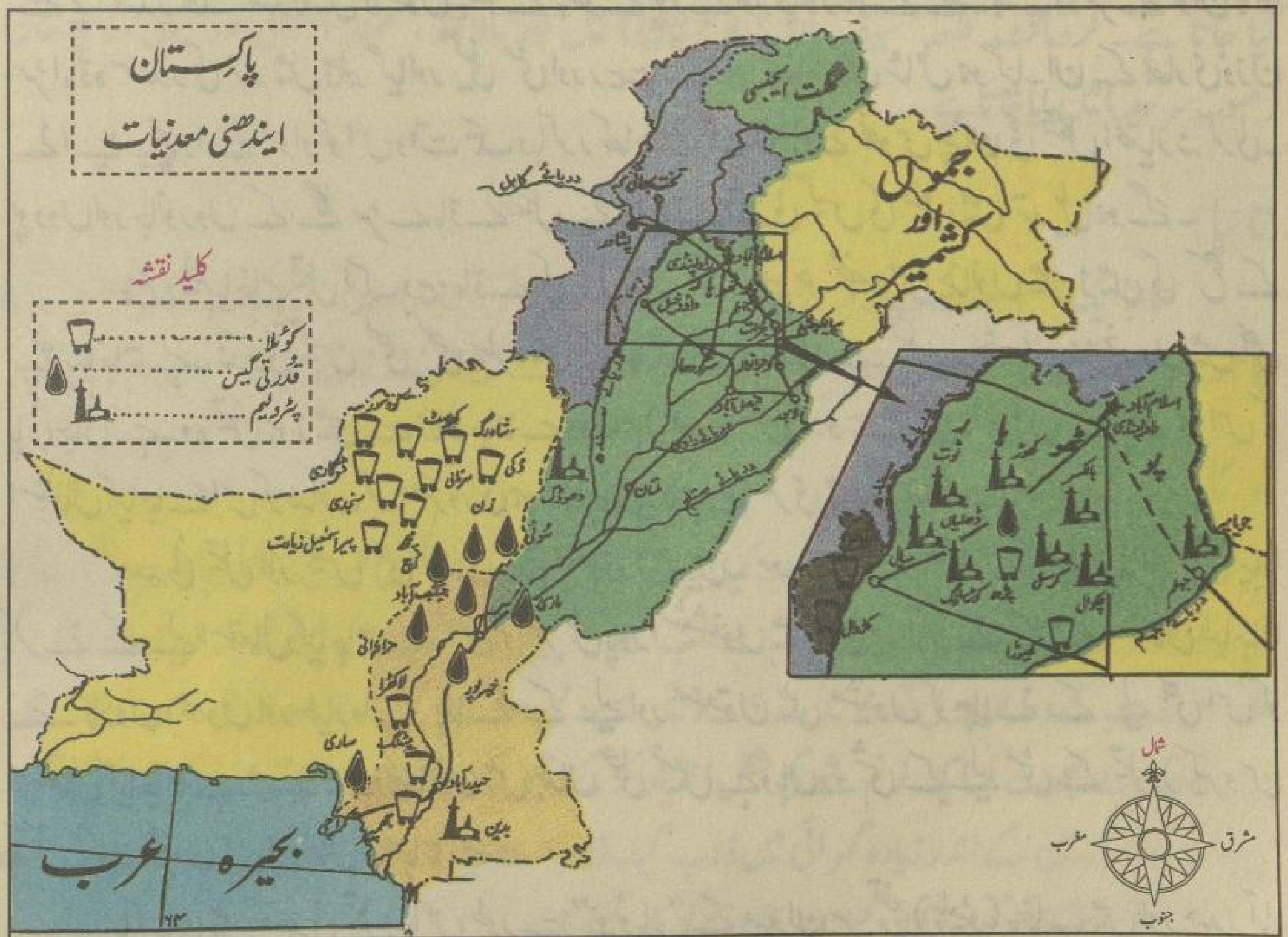
پیٹرولیم یا خام تیل ایک دبیز مادّے کی شکل میں ہوتا ہے جو مخصوص چٹانوں میں زمین کی سطح کے نیچے پایا جاتا ہے۔ قدرتی گیس کبھی کبھی پیٹرولیم کے ساتھ ہی پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ خود اپنے ذخیروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ تیل جو زمین سے نکالا جاتا ہے وہ خام (غیر خالص) ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ اس کو استعمال کیا جائے اس کو صاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ کام ریفائنری میں کیا جاتا ہے۔

معدنی تیل اور گیس بھی توانائی کے اہم ذرائع ہیں۔ معدنی تیل کو مشینوں کو چلانے اور بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو تھرمل پاور اسٹیشنوں میں بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ کاروں، بسوں اور طیاروں کو چلانے کے لیے اور صنعتوں میں مشینوں کو چلانے کے لیے بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بہت سے دیہاتوں میں جہاں بجلی نہیں ہے وہاں روشنی کے لیے مٹی کے تیل (کیروسن آئل) کو لالٹینوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں معدنی تیل خاص طور سے "پوٹوہار" کے میدانِ مرتفع (پلیٹو) پنجاب میں اور حیدر آباد اور بدین سندھ میں پایا جاتا ہے۔ ان مقامات پر جو تیل نکلتا ہے وہ ہماری ضروریات سے بہت کم ہے۔ چنانچہ

ہمیں تیل دوسرے ممالک سے درآمد کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے ہمیں بڑی مقدار میں زرِ مبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ آئل اینڈ گیس ڈیولپمینٹ کارپوریشن (او جی ڈی سی) ان مختلف جگہوں پر تیل کو تلاش کر رہی ہے، جہاں تیل ملنے کا امکان ہے۔

قدرتی گیس 1952 میں سوئی (بلوچستان) میں اس وقت دریافت ہوئی جب کارکن تیل تلاش کر رہے تھے۔ یہ پاکستان کے لیے ایک اہم دریافت تھی۔ کیونکہ گیس توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کوئلے اور معدنی تیل کی طرح قدرتی گیس کو بجلی پیدا کرنے اور مشینیں چلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو



گھروں میں کھانا پکانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ "کمپریسڈ" نیچرل گیس (سی این جی) کو موٹر گاڑیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

سوئی (بلوچستان) کا گیس کا مرکز دنیا کے سب سے بڑے گیس کے مرکزوں میں سے ایک ہے۔ دوسرا گیس کا بڑا مرکز سکھر کے قریب مری کے مقام پر واقع ہے۔ قدرتی گیس پائپ لائنوں کے ذریعے پاکستان کے مختلف صوبوں میں پہنچائی جاتی ہے۔

توانائی پیدا کرنے والے وسائل

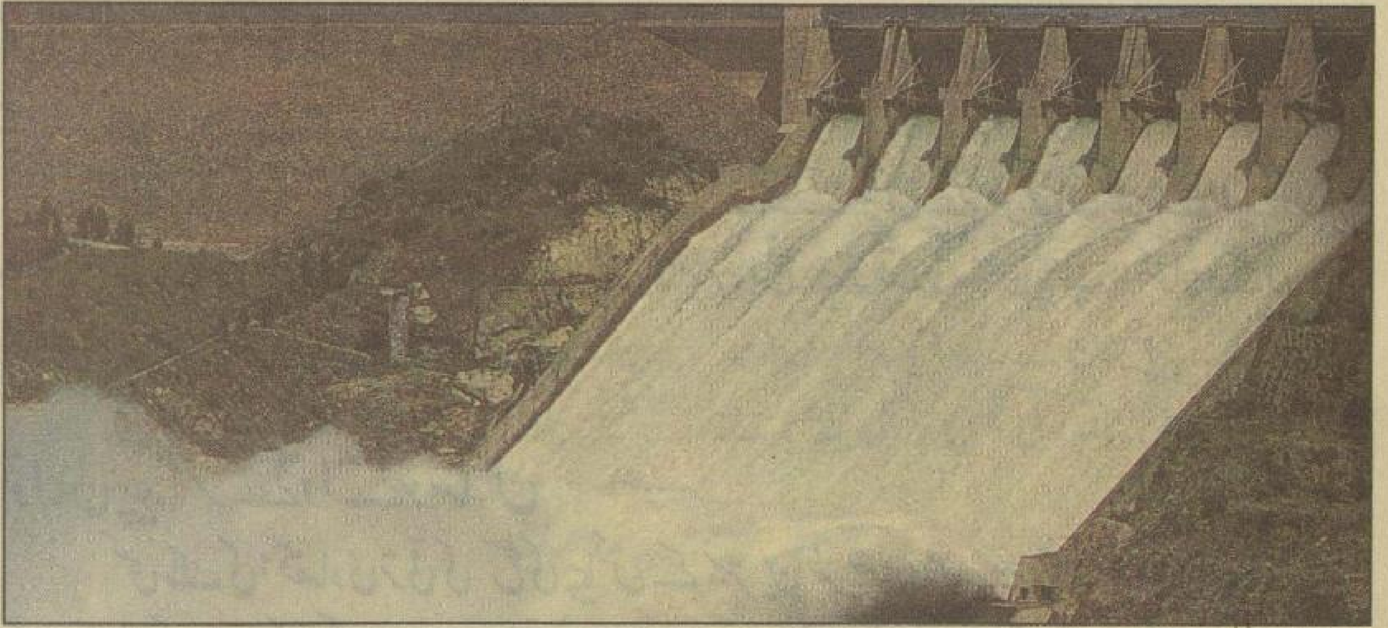
کسی ملک کی اقتصادی ترقی کی سطح کی پیائش کے بہترین طریقوں میں سے ایک طریقہ اس کی توانائی کے استعمال کی مقدار کو دیکھنا ہوتا ہے۔ مختلف ذرائع ایسے ہیں جن کے ذریعے توانائی پیدا کی جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا نام اس ذریعے کے مطابق ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک کو ہائیڈرو الیکٹرک (آبی برق) پیدا کرنے کا ذریعہ، دوسرے کو شمسی توانائی پیدا کرنے کا طریقہ اور تیسرا تھرمل پاور (حراری توانائی) کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں بجلی پیدا کرنے کے یہی طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔

تھرمل پاور

تھرمل پاور کو حرارت کے ذریعے پیدا کیا جاتا ہے۔ حرارت کو کوئلہ جلا کر، تیل جلا کر یا معدنی گیس جلا کر پیدا کیا جاتا ہے۔ ان اشیاء کو "رکاز ایندھن" کہا جاتا ہے۔ ملک میں جگہ جگہ بڑے بڑے تھرمل پاور اسٹیشن بنائے گئے ہیں۔

ہائیڈرو الیکٹرک پاور

زمین کے اندر دفن رکاز ایندھنوں کے علاوہ توانائی، پانی کے ذریعے بھی پیدا کی جاتی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ پانی کو استعمال کر کے بجلی کس طرح پیدا کی جاتی ہے؟ پانی کو جمع کرنے کے لیے دریاؤں پر ڈیم (بند) بنائے جاتے ہیں۔ پھر پانی کو خاص بلندی سے نیچے سرنگوں میں چھوڑا جاتا ہے۔ جو بڑی تیزی اور قوت سے سرنگوں میں سے گزرتا ہے۔ اس وقت یہ پانی شدید دباؤ ڈالتا ہے۔ سرنگوں میں چرخیاں (ٹربائن) لگی ہوتی



تربیلا ڈیم

ہیں۔ ان چرخیوں سے بجلی پیدا کرنے والی مشین "جنریٹر" لگے ہوتے ہیں۔ پانی کے شدید دباؤ سے جب چرخیاں گردش کرتی ہیں تو وہ جنریٹروں کو انتہائی تیزی سے گردش دیتی ہیں۔ جس سے جنریٹر بجلی پیدا کرنے لگتے ہیں۔ پاکستان کے اندر بڑے بڑے ہائیڈروالیکٹرک کے منصوبے منگلا، تربیلا (پنجاب) اور وارسک (صوبہ سرحد) میں واقع ہیں ہماری نصف سے زیادہ بجلی پانی سے پیدا کی جاتی ہے۔

شمسی توانائی

آفتاب توانائی کا ایک قدرتی وسیلہ ہے۔ وہ توانائی جو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے شمسی توانائی کہی جاتی ہے۔ یہ مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔ ہم شمسی توانائی کو توانائی کی قابلِ استعمال شکل میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ مثلاً بجلی۔ پودوں کو بھی شمسی توانائی درکار ہوتی ہے۔ ہم شمسی توانائی کو اپنے گھر میں پانی گرم کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ آفتابی صندوق (سولر پینل) کا استعمال ہے۔ یہ ایک قسم کا بکس ہوتا ہے اس بکس کا اوپر کا حصہ شیشے کا بنا ہوا ہوتا ہے اس کو ایک عمارت کی چھت پر آفتاب کے رخ پر لگایا جاتا ہے۔ بکس کا اندرونی حصہ سیاہ رنگ سے پینٹ کیا جاتا ہے سیاہ رنگ حرارت کو جذب کرنے کے لیے بہترین ہے۔ بکس کے اندر پانی نلکوں کے راستے رواں ہوتا ہے دن کی روشنی میں یہ پانی آفتاب کی توانائی

سے گرم کیا جاتا ہے۔

شمسی بیٹری سیل ہمیں شمسی توانائی کا ایک اور طریقہ بتاتا ہے۔ ہر سیل ایسے مادّے کی تہوں سے بنا ہوتا ہے جو برقی توانائی فراہم کرتا ہے۔ کچھ گھڑیوں اور کیلکولیٹروں میں بھی شمسی سیل استعمال کیے جاتے ہیں۔

جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ کوئلہ گیس اور تیل ناقابلِ تجدید ذرائع ہیں۔ ان کی جگہ کوئی اور چیز نہیں استعمال کی جاسکتی۔ تاہم شمسی توانائی کو دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ توانائی کا ایک قابلِ تجدید ذریعہ ہے۔

کسی ملک کی اقتصادی اور صنعتی ترقی کے لیے معدنی ذرائع اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور جیسا کہ ہم حال ہی میں پڑھ چکے ہیں کہ کوئلہ، تیل اور گیس کے وسائل کو بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسری معدنیات اُس خام مال کی شکل میں ہوتی ہیں جن کو صنعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ان وسائل کا باقاعدہ اور احتیاط کے ساتھ استعمال کسی ملک کی ترقی میں بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے یہ وسائل ناقابلِ تجدید ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دوبارہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ان معدنیات کو احتیاط سے استعمال نہ کیا جائے تو یہ جلد ہی ختم ہو سکتی ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ پاکستان کے معدنی وسائل میں سے کسی تین کے نام اور استعمال بتائیے۔

2۔ معدنی وسائل کسی ملک کے لیے کس طرح مفید ثابت ہوتے ہیں؟

3۔ معدنیات کی کان کنی سے متعلق مسائل اور فوائد کیا ہیں؟

4۔ خود اپنے الفاظ میں بیان کریں کہ تھرمل (حراری) اور ہائیڈرو الیکٹرک (آبی برقی) طریقوں سے توانائیاں کس طرح پیدا کی جاتی ہیں؟

5۔ صفحہ 72 پر دکھائے گئے نقشے کی مدد سے ذیل میں دیے گئے مربعی خطوط کو مکمل کیجیے اور ہر صوبے میں پائی جانے والی معدنیات کو دکھایئے۔ (بائیں سے دائیں) :-

معدنیات	سندھ	پنجاب	بلوچستان	سرحد

6۔ بطور شہری سوچیے کہ قدرتی گیس اور پیٹرول کس طرح بچایا جاسکتا ہے اور ان چیزوں کی فہرست بنایئے جو اس کے متبادل استعمال کی جاسکتی ہیں۔

7۔ پیٹرولیم کے ذخائر 2040 تک ختم ہو جانے کی پیشین گوئی کی گئی ہے سوچیے کہ پیٹرولیم کے بغیر ہماری زندگیوں پر کیا اثرات رونما ہوں گے؟

8۔ گیس اور پیٹرول کو بچانے کے لیے آپ کیا کر سکتے ہیں آپ ان متبادل چیزوں کا تصور کریں جن کو اُن کی جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(ب) عملی کام

1۔ تصویریں بنا کر یہ دکھایئے کہ کوئلہ، گیس اور تیل کی تشکیل کس طرح ہوتی ہے۔ بنائی گئی تصویروں کے ذریعے کلاس کو بتایئے کہ ان کی تشکیل کس طرح ہوئی۔

2۔ ایک ریکارڈ تیار کیجیے کہ آپ معدنی وسائل کو ایک ہفتے میں کس قدر استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اپنی والدہ سے پوچھیں کہ وہ کھانا پکانے میں کتنی گیس یا مٹی کا تیل خرچ کرتی ہیں۔ اس کو آپ اپنی فیملی کو بار گراف کی شکل میں پیش کریں۔ اُن طریقوں پر بحث کریں جن کے ذریعے آپ ان وسائل کو بچا سکتے ہیں۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ اگر ممکن ہو سکے تو اس جگہ جایئے جہاں معدنیات کو نکالا جاتا ہے۔ ذیل میں چند مقامات کے نام دیے جاتے ہیں جہاں آپ جاسکتے ہیں۔

- حیدر آباد ڈویژن — تیل کے کنوئیں بدین اور حیدر آباد میں واقع ہیں۔
- سکھر — تیل کے کنویں گھوٹکی میں واقع ہیں۔
- کراچی ڈویژن — تیل کی ریفائنریاں، نمک کی تبخیر منگھوپیر کراچی میں۔
- میرپور خاص ڈویژن — نمک کی جھیلوں سے نمک کی تبخیر۔ تھرپارکر۔

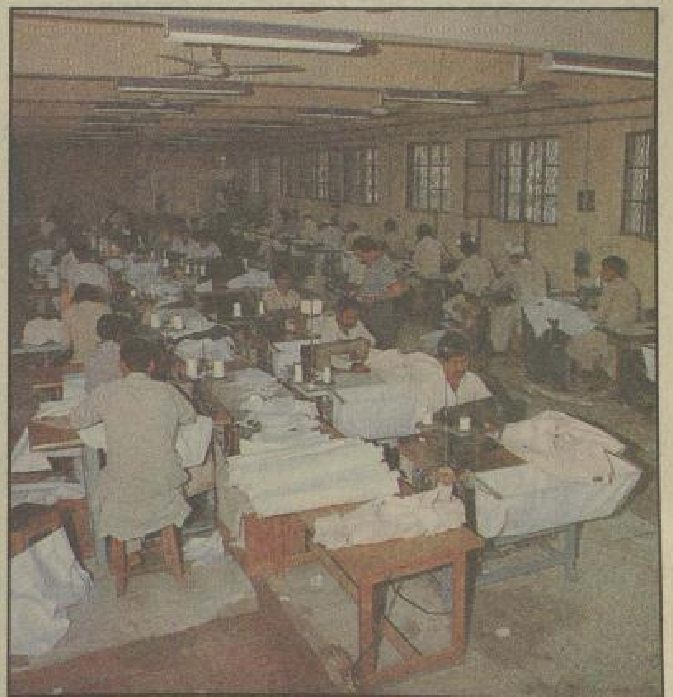
اپنے ہمسایوں کو تنگ نہ کرو

دسواں باب

صنعتیں

پچھلے باب میں ہم مطالعہ کر چکے ہیں کہ معدنیات کو زمین سے نکالا جاتا ہے۔ پھر ان معدنیات کو صاف کیا جاتا ہے۔ اُن کو فیکٹریوں اور صنعتی اداروں میں مختلف اشیاء بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر سنگِ مرمر کو زمین سے ایک خام پتھر کی شکل میں نکالا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کو ترشوانے، شکلوں میں تبدیل کرنے اور پالش کرنے کے لیے صنعتی اداروں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ سنگِ مرمر مارکیٹ میں خام شکل کے بجائے زیادہ قیمتی پتھر بن جاتا ہے۔

زراعت اس خام مواد کا دوسرا بڑا وسیلہ ہے جس کو صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم چوتھی جماعت میں پڑھ چکے ہیں، پاکستان میں بہت سی فصلیں کاشت کی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند فصلیں صنعتوں میں بھیج دی جاتی ہیں جہاں ان کو تیار مال میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کپاس کو صاف کر کے اس کے بیج (بنولا) نکالے جاتے ہیں۔ پھر روئی کو پہلے دھاگوں کی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے اس کے بعد دھاگوں کو کپڑا بننے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔





معدنیات پر مبنی صنعتیں

سیمنٹ فیکٹریاں

پاکستان میں بڑی مقدار میں چونا پتھر اور جپسم پائے جاتے ہیں۔ جن کو سیمنٹ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سیمنٹ کو عمارتوں کی تعمیر اور سڑکیں بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ 1947 میں پاکستان میں صرف 5 سیمنٹ فیکٹریاں تھیں۔

اب سیمنٹ فیکٹریوں کی تعداد بڑھ گئی ہے تاکہ ہمارے شہروں اور قصبوں میں تیزی سے بڑھتی ہوئی تعمیرات کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔ سیمنٹ فیکٹریاں سندھ، پنجاب اور صوبہ سرحد میں تعمیر کی جاچکی ہیں۔

کیمیائی صنعتیں

بنیادی کیمیائی اشیاء مثلاً گندھک کا تیزاب، سوڈا ایش اور کاسٹک سوڈا ہماری بہت سی صنعتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر گندھک کا تیزاب، صابن، کاغذ، کپڑا، فولاد اور کیماوی کھاد بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کیمیائی صنعتیں سندھ، پنجاب، اور صوبہ سرحد میں واقع ہیں۔

لوہے اور فولاد کے کارخانے

فولاد بہت سخت شے ہے۔ یہ لمبے عرصے تک چلتا ہے۔ ہم اس کو بہت سی چیزیں بنانے کے لیے



پاکستان اسٹیل مل

استعمال کرتے ہیں۔ کیا آپ کسی ایسی چیز کا تصور کر سکتے ہیں جو فولاد سے بنی ہو؟ فولاد کو اوزار، موٹر گاڑیاں اور چھوٹی اور بڑی مشینیں بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں صرف ایک اسٹیل مل یعنی فولاد کا کارخانہ کراچی میں پورٹ قاسم کے قریب قائم کیا گیا ہے۔ بھاری مشینیں سندھ، پنجاب اور صوبے سرحد کی فیکٹریوں میں بنائی جاتی ہیں۔ پاکستان مشین ٹول فیکٹری کراچی میں واقع ہے۔

جراحی کے آلات

یہ ایک خاصی پرانی صنعت ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے ہی آلاتِ جراحی سیالکوٹ (پنجاب) میں بنائے جاتے تھے۔ وہ ملک کے اندر بھی استعمال کیے جاتے تھے اور بیرونی ممالک میں بھی بھیجے جاتے تھے۔ ہماری آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ اسپتالوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا ہے جس کی بنا پر جراحی کے آلات کی طلب میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ جراحی کے آلات کی طلب میں اضافے کی بنا پر آلاتِ جراحی کی فیکٹریاں پنجاب میں دوسرے مقامات مثلاً لاہور، سیالکوٹ، وزیر آباد اور گوجرانوالہ میں قائم ہو چکی ہیں۔

زراعت پر مبنی صنعتیں

کپڑے کی صنعتیں

پاکستان ایک بڑا زرعی ملک ہے۔ سندھ اور پنجاب میں عمدہ قسم کی کپاس کی کاشت کی جاتی ہے۔ کپاس کو سب سے پہلے اس کا بیج (بنولا) نکال کر دھاگے کی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ اُس کے بعد دھاگے کو استعمال کر کے سوتی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں عمدہ کوالٹی کا کپڑا بڑی مقدار میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں سے کچھ مقامی طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور کچھ دوسرے ممالک کو برآمد کر دیا جاتا ہے۔ سوتی کپڑے کی صنعت کے خاص مراکز کراچی (سندھ) اور ملتان، فیصل آباد اور لاہور (پنجاب) میں واقع ہیں۔ ان کے علاوہ سوتی کپڑے کی صنعت کے بہت سے چھوٹے چھوٹے کارخانے دوسری جگھوں پر بھی واقع ہیں۔

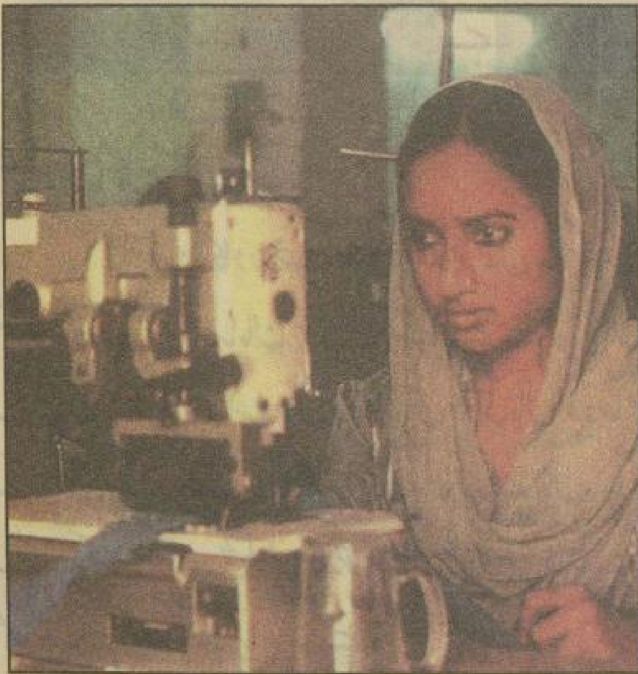
روئی کی طرح اُون کو بھی سب سے پہلے دھاگے کی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے اونی کپڑے، کمبل اور شالیں تیار کی جاتی ہیں۔ صوبہ سرحد، پنجاب اور سندھ میں بہت سی اونی ملیں



کپڑے کی صنعت

(اونی کارخانے) موجود ہیں۔ روئی اور اون قدرتی ریشے ہیں جن سے کپڑے بنائے جاتے ہیں قدرتی ریشوں کے علاوہ مصنوعی ریشے مثلاً رے یان اور پولیسٹر کو کپڑا بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

سوتی کپڑے، اونی کپڑے اور عام کپڑے جو مصنوعی دھاگے سے تیار کیے جاتے ہیں اُن سب کو سلے سلائے لباس بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔



ایک خاتون گارمنٹ فیکٹری میں کام کرتے ہوئے

لباس سازی کی صنعتیں

یہ رواج لوگوں میں پہلے بھی تھا اور اب بھی عام ہے کہ کپڑے کسی درزی سے سلوائے جاتے ہیں۔ چونکہ آج کل لوگ اس قدر مشغول ہو گئے ہیں کہ اُن کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لیے کپڑے کا انتخاب کرنے جائیں، مناسب نمونہ تلاش کریں اور اُس کو کسی درزی کو دیں۔ تاکہ وہ اُن کی خواہشات کے مطابق اُن کے ملبوسات تیار کرے۔ کبھی کبھی لوگ لباس کی جلد ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ انھیں

درزی کے پاس جانے کا وقت نہیں ملتا۔ وہ سلے سلائے (ریڈی میڈ) کپڑے خریدنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سلے سلائے کپڑوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے سندھ اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں لباس سازی کی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں جو ایسے لباس تیار کرتی ہیں جو مختلف ڈیزائنوں، خصوصیات اور قیمتوں کے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ گاہکوں کی مختلف موقعوں کی ضروریات مناسب قیمتوں پر پوری کر دیتے ہیں۔ سلے سلائے لباس کی مقبولیت کو اشتہارات اور دکانوں اور اسٹوروں وغیرہ میں آسانی سے دستیابی نے مزید بڑھا دیا ہے۔

سلے سلائے لباس کی صنعتوں کو عمدہ قسم کے سوتی کپڑے کی دستیابی، کاری گروں مہارت اور سستی مزدوری نے ترقی کے مواقع عطا کیے ہیں۔ سلے سلائے ملبوسات جو پاکستان میں تیار ہوتے ہیں اُن کی طلب صرف پاکستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونی ممالک میں بھی پائی جاتی ہے۔

چینی کے کارخانے

پاکستان میں کسان بڑی مقدار میں گنے کی کاشت کرتے ہیں۔ گنا شکر کے کارخانوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے جہاں اس کو چینی اور گڑ کی شکل میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں لوگ اپنی چائے کو میٹھا کرنے اور مخصوص موقعوں پر مٹھائیاں تیار کرنے میں بڑی مقدار میں چینی استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان میں چینی کا سب سے بڑا کارخانہ مردان میں واقع ہے۔ یہ ایشیا میں سب سے بڑا شکر کا کارخانہ ہے۔

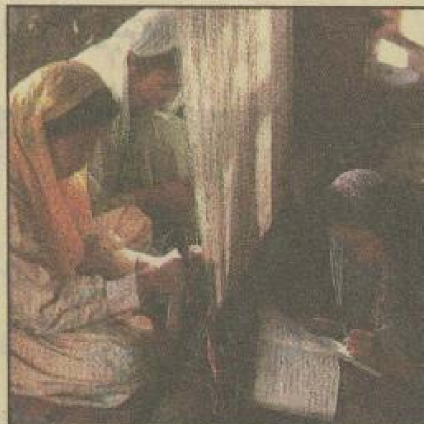
کھیلوں کا سامان

شہتوت کا درخت بڑی مقدار میں سیالکوٹ اور اُس کے اردگرد کاشت کیا جاتا ہے۔ اس درخت کی لکڑی کو کھیلوں کا سامان مثلاً کرکٹ کے بلّے، ہاکیاں، ٹینس کے بلّے اور کیرم بورڈ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ فٹ بال، بیس بال، والی بال اور عام گیندیں بھی تیار کی جاتی ہیں۔ سیالکوٹ کے لوگ کھیلوں کے اس سامان کو بنانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پاکستان میں تیار کردہ کھیلوں کا سامان پوری دنیا میں مشہور ہے۔ پاکستان میں کھیلوں کا جو سامان تیار کیا جاتا ہے وہ نہ صرف مقامی طور پر استعمال کیا جاتا ہے بلکہ بیرونی ممالک کو بھی برآمد کیا جاتا ہے۔

گھریلو صنعت

اس کو مقابلتہً چھوٹی جگہ پر شروع کیا جاسکتا ہے۔ ایک ایسا گھر جس کے لیے سادہ مشینری اور محدود ذرائع درکار ہوں، گھریلو صنعت کہا جاتا ہے۔ بہت سی اہم چیزیں جو ہم اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں مثلاً جوتے، مٹی کے برتن، فرنیچر، قالین، چمڑے کے تھیلے، ڈبے، گھوڑوں کی زینیں، پٹیاں اور دستانے گھریلو صنعتوں میں تیار کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں بہت سی گھریلو صنعتیں ہیں جن میں مرد اور خواتین کام کرتے ہیں۔ آج کل پاکستان میں بہت سی خواتین گھریلو صنعت قائم کرنے اور اسے ترقی دینے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔ وہ لباس سازی، رنگ سازی اور کپڑوں کی چھپائی کا کام کر رہی ہیں۔ گھریلو صنعتیں پورے پاکستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔







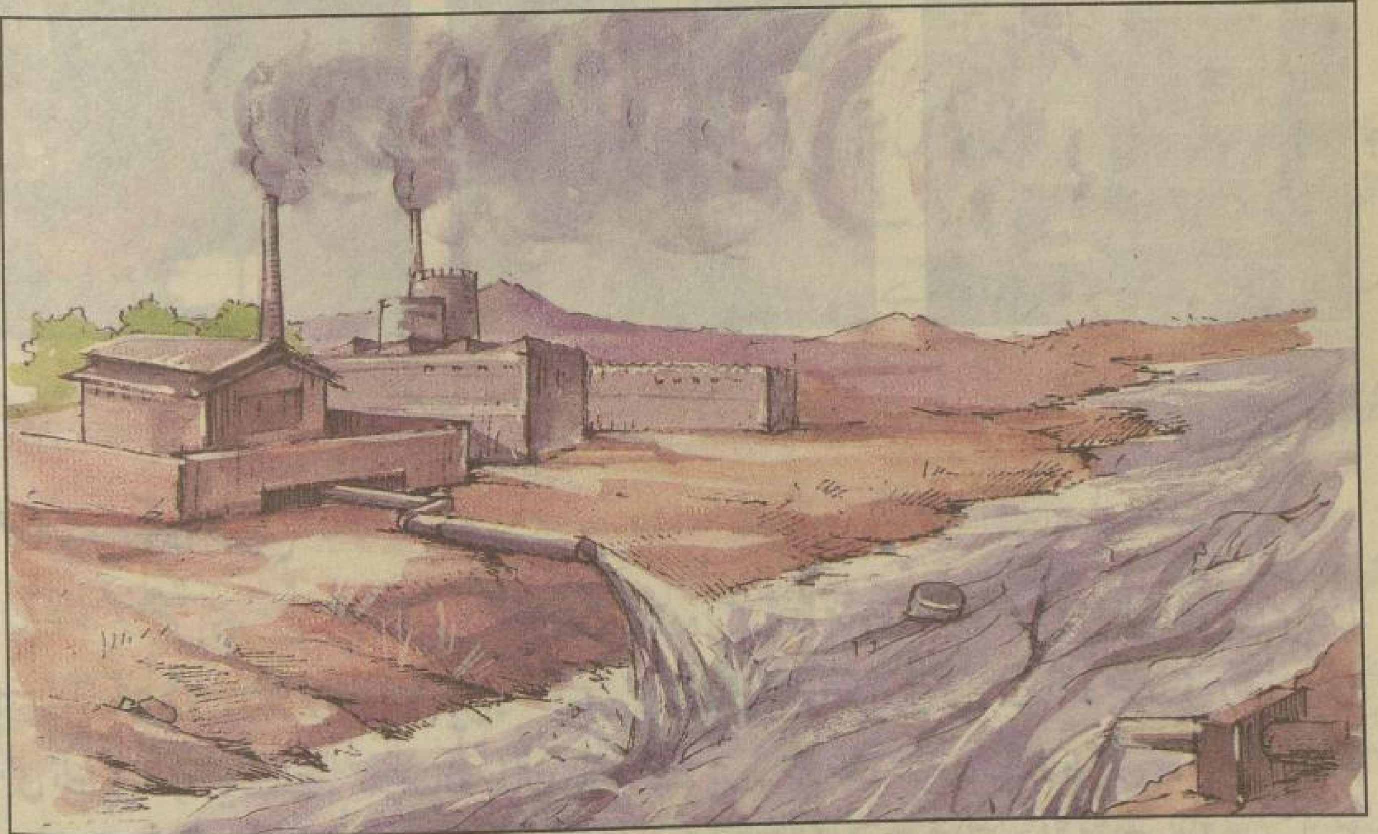
گھریلو صنعت میں مختلف کاریگر کام کرتے ہوئے

صنعتوں کی اہمیت

صنعتیں ہمارے لیے نہایت اہم ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیں روزمرہ کی ضرورت کی مصنوعات فراہم کرتی ہیں۔ وہ لوگوں کو روزگار فراہم کرتی ہیں۔ صنعتیں کسی ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے اشد ضروری ہیں۔ کبھی کبھی ہم اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ سامان تیار کر لیتے ہیں۔ تیار شدہ مصنوعات جو فاضل ہوتی ہیں، ان کو دوسرے ممالک کو برآمد کر دیا جاتا ہے۔ جب ہم کسی دوسرے ملک کو اشیاء فروخت کرتے ہیں تو اسے برآمد کا عمل کہا جاتا ہے۔ جب ہم اپنا مال برآمد کرتے ہیں تو ہم دولت کماتے ہیں۔ اس دولت سے ہم اپنی ضرورت کا سامان خرید سکتے ہیں یا درآمد کر سکتے ہیں۔ سامان درآمد اور برآمد کرنے کے کام کو تجارت کہا جاتا ہے۔

صنعتوں کے نقصانات

صنعتیں کسی ملک اور اُس کے لوگوں کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن چند صنعتیں ایسی بھی ہیں جو لوگوں پر اور ماحول پر نقصان دہ اثرات ڈال سکتی ہیں۔ خراب مواد، دھواں اور حرارت جو کارخانوں سے خارج ہوتی ہے وہ ہماری زمین، ہوا، پانی، جانور اور پودوں کی زندگی پر برے اثرات چھوڑتی ہے۔ مثال کے طور پر فیکٹریوں سے خارج شدہ دھواں اور کیمیاوی مواد ہماری ہوا کو آلودہ کر دیتا ہے جس کی بنا پر سانس کے امراض اور کینسر کے خطرے لاحق ہو جاتے ہیں۔ سندھ میں صنعتوں سے خارج شدہ مواد بحرۂ عرب میں جا کر اس کو بھی آلودہ کر دیتا ہے جس سے بحری زندگی متاثر ہوتی ہے۔ فیصل آباد میں بہت سی صنعتوں کا ناکارہ مواد زیادہ تر آس پاس کی زمینوں پر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس مواد میں بہت سی کیمیاوی اشیاء شامل ہوتی ہیں جنھوں نے متعلقہ زمین کو کاشتکاری کے لیے ناموزوں بنا دیا ہے۔



بچوں سے پوچھیے کہ وہ سوچیں اور گفتگو کریں کہ کارخانوں نے کس طرح ہماری زمین، پانی اور ہوا کو آلودہ کر دیا ہے۔ ہماری صحت پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں؟

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ پاکستان کی تین معدنیات پر مبنی اور تین زراعت پر مبنی صنعتوں کے نام بتائیے۔
2۔ گھریلو صنعتوں سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی پانچ گھریلو صنعتوں کے نام بتائیے؟
3۔ تجارت کی اصطلاح کی تعریف کیجیے یہ اہم کیوں ہے؟
4۔ صنعتوں کے فوائد اور نقصانات کیا ہیں؟

(ب) عملی کام

1۔ ایسے قاعدے قانون کی ایک فہرست تیار کیجیے جن پر عمل کر کے نقصانات کو دور کیا جاسکے۔
2۔ صنعتوں کے وزیر کو ایک خط لکھیے اور اپنے اندیشے بیان کیجیے اور اُن سے اُن قاعدے قانون پر عمل کرنے کے لیے پوچھیے جن کا آپ نے مشورہ دیا ہے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ کسی صنعت میں جائیے اور اُن طریقوں کا مشاہدہ کیجیے جن کے مطابق مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔ جب آپ اپنی کلاس میں واپس آئیں تو ان طریقوں کو اپنی نوٹ بک میں لکھیے۔

طلبہ کے ساتھ پیداوار کو بہتر بنانے، جگہ کا بہتر استعمال کرنے اور ناکارہ پیداوار کو صحیح ٹھکانے لگانے پر بحث کریں۔ یہ سب کچھ متعلقہ صنعت کے مشاہدے کے بعد کریں۔

دوسرے کی رائے کا احترام کریں

گیارھواں باب

آبادی

ہم چوتھی جماعت میں مطالعہ کر چکے ہیں کہ وہ لوگ جو ایک مخصوص جگہ پر رہتے ہیں وہ اس جگہ کی آبادی کہلاتے ہیں۔ ہم یہ بھی جان چکے ہیں کہ کسی جگہ کی آبادی معلوم کرنے کے لیے مردم شماری کی جاتی ہے۔ مردم شماری کے دوران ایک علاقے میں رہنے والے ہر شخص کو شمار کیا جاتا ہے۔ دوسری اہم معلومات مثلاً عمر، تعلیم اور روزگار کی کیفیت کے بارے میں بھی معلومات جمع کی جاتی ہیں۔ تاکہ حکومت منصوبہ بندی کر سکے۔ ان سالوں میں جب مردم شماری نہیں کی جاتی تو ملک کی آبادی کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ یہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو بعد میں پیدا ہوئے ہیں (پیدائشوں کی تعداد) اور وہ لوگ جو ملک میں رہنے کے لیے کسی اور جگہ سے آئے ہیں (مہاجرین)۔ ان کو اس تعداد میں شامل کر لیا جاتا ہے جس کو پچھلی مردم شماری میں شمار کیا جا چکا ہے۔ ان لوگوں کی تعداد جو مر چکے ہیں (اموات) اور ان لوگوں کو جو دوسرے ممالک میں رہنے کے لیے جا چکے ہیں (تارکین) کو اس تعداد سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

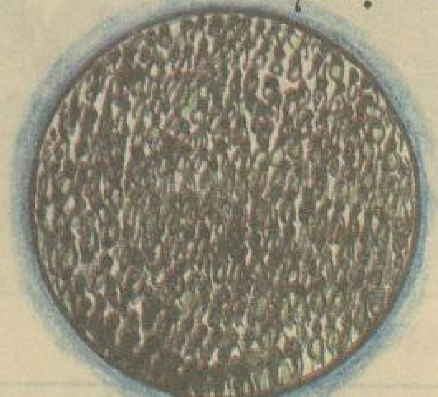
آیئے ایک خیالی کلاس روم کی مثال لیں۔ فرض کریں گزشتہ سال حاضری کے رجسٹر پر طلبہ کی تعداد 40 تھی۔ اس سال 4 نئے طلبہ نے داخلہ حاصل کیا جب کہ 2 طالب علم دوسرے اسکول سے منتقل ہو کر یہاں آئے۔ اس طرح طالب علموں کی مجموعی تعداد 46 ہو گئی۔ ایک طالب علم کا تبادلہ دوسرے اسکول میں کر دیا گیا۔ جب کہ ایک حادثے میں انتقال کر گیا۔ اب اُس کلاس میں طلبہ کی تعداد 44 ہے۔

نیچے دیے گئے جدول کو دیکھیے یہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان کی آبادی کا تخمینہ 1999ء میں کس طرح لگایا گیا تھا۔

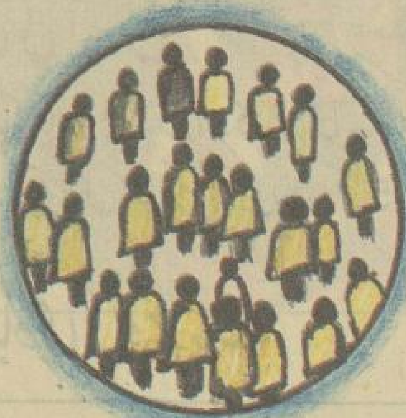
1998ء مردم شماری مجموعی آبادی	پیدائش 1999ء +	مہاجرین 1999ء میں +	اموات 1999ء میں –	تارکین 1999ء میں –	مجموعی آبادی 1999ء میں

آبادی کی تقسیم

اگر ایک مربع کلومیٹر کے رقبے میں بڑی تعداد میں لوگ رہتے ہوں تو اس جگہ کو گنجان یعنی زیادہ آبادی والا علاقہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایک مربع کلومیٹر میں چند لوگ ہی آباد ہوں تو اس علاقے کو کمتر آبادی والا علاقہ کہا جاتا ہے۔

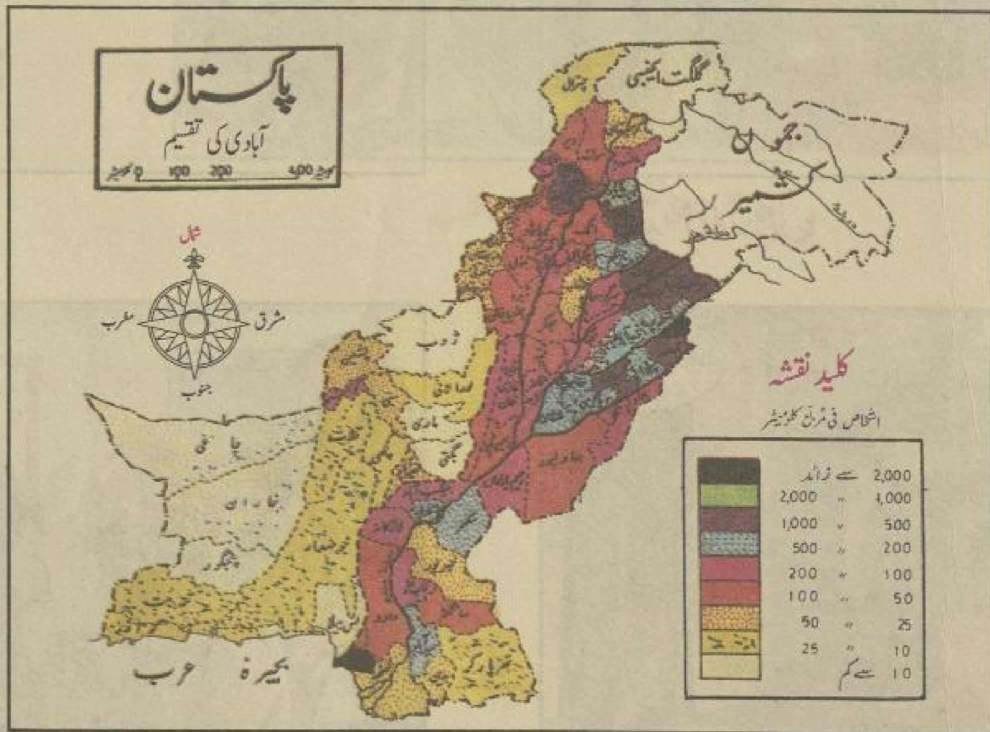


گنجان آبادی والا علاقہ



کمتر آبادی والا علاقہ

پاکستان میں کچھ مقامات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ آباد ہیں۔ مثال کے طور پر کراچی کی آبادی فی مربع کلومیٹر تھر کے ریگستانی علاقے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ چند وجوہات ایسی ہیں جو کسی جگہ کی آبادی کی



طالب علموں سے پاکستان کے وہ 3 مقامات معلوم کرنے کے لیے کہیے جو گنجان آباد ہیں اور 3 وہ جو کمتر آباد ہیں۔ ان کی وجوہات پر بحث کیجیے۔

تعداد پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ چند مقامات دوسرے مقامات کے مقابلے میں گنجان آباد کیوں ہیں؟

پاکستان کی آبادی

پاکستان کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے 1947 میں جب پاکستان بنا تھا تو اس کی آبادی 32.5 ملین تھی۔ آج کل اس کی آبادی بڑھ کر 130.5 ملین ہو گئی ہے۔

زیادہ آبادی کی وجوہات



جلد شادیاں کرنا



بیٹوں کی پیدائش کو ترجیح دینا



ضعیفی میں معاشرتی تحفظ (سہارا)

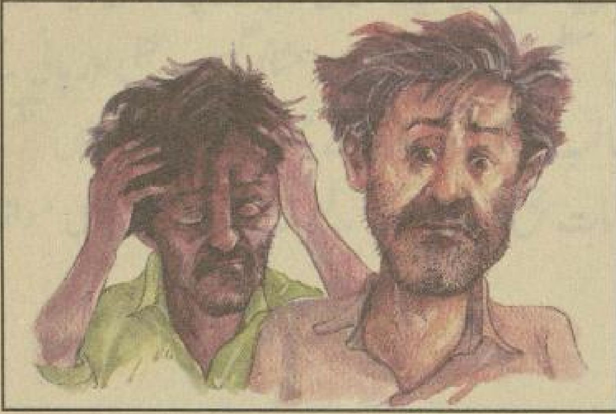


خواندگی کی شرح میں کمی

زیادہ آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل



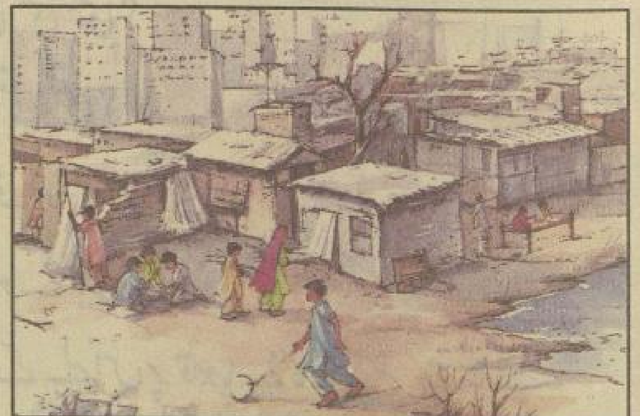
بے روزگاری



پریشانی



ایندھن اور نقل و حمل کی زیادہ طلب



رہائش کی قلت



صحت کی گرتی ہوئی سہولتوں میں مسلسل کمی

آبادی کی کثرت کا مسئلہ صرف لوگوں کو ان کے مسائل کے بارے میں تعلیم دلانے اور چھوٹے خاندان رکھنے پر اُن کی ہمت افزائی کرنے سے ہی حل ہو سکتا ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

سال	آبادی (ملین میں)
1981ء	84.3
1990ء	112.3
1998ء	130.5

1۔ اوپر جو چارٹ دیا گیا ہے اس کو دیکھیں اور مندرجہ ذیل جوابات دیں۔

(الف) 1981ء میں پاکستان کی آبادی کتنی تھی ؟

(ب) 1998 میں پاکستان کی آبادی کتنی تھی ؟

(ج) اِس دور میں آبادی میں کتنا اضافہ ہوا؟

2۔ آبادی میں اضافے سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں ؟

3۔ زیادہ آبادی کی کیا وجوہات ہیں ؟ ہر وجہ کے لیے اُس پر قابو پانے کا ایک طریقہ بتائیے۔

(ب) عملی کام

1۔ کلاس کے لیے ایک ایسا سوال نامہ تیار کیجیے جس میں ایک مکان میں رہنے والوں کی تعداد، ان کی عمروں کا گروپ، جنس، تعلیم کی سطح، پیشہ اور سہولتوں مثلاً گیس، بجلی اور پانی کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہوں۔ طالب علموں کو چھوٹے چھوٹے گروپوں میں تقسیم کریں۔ طالب علموں سے مختلف معلومات جمع کرنے کے لیے کہیے اور ان کا باہمی موازنہ کر کے کلاس میں پیش کرنے کو کہیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ معلوم کیجیے کہ سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں لوگوں کو چھوٹے خاندان رکھنے کی تعلیم دینے کے سلسلے میں کیا کیا کوششیں کر رہی ہیں۔

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرو

بارھواں باب

پاکستان کی ثقافت

ثقافت ایک خاص جغرافیائی اور سماجی ماحول میں رہنے والے لوگوں کا طرزِ زندگی ہے۔ ثقافت ہمیں بتاتی ہے کہ لوگ کیسا لباس پہنتے ہیں۔ کون سی غذائیں استعمال کرتے ہیں، کون سی زبان بولتے ہیں اور کس مذہب کے ماننے والے ہیں۔ ثقافت کا اظہار فنون و ادب، فنِ تعمیر اور کھیلوں سے بھی ہوتا ہے۔ ثقافت رسم و رواج کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور اس میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور ساتھ ہی ترقی کے منازل طے کرتی رہتی ہے۔

کسی جگہ کی ثقافت پر کئی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک عامل کسی جگہ کے طبعی خواص ہیں۔ مثال کے طور پر پہاڑوں میں رہنے والے لوگوں کا طرزِ زندگی ریگستانی علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے قطعی مختلف ہوتا ہے۔

دوسرا عامل جو ثقافت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ آب و ہوا ہے۔ آب و ہوا ہمارے لباس، غذا، رہائش، پیشوں اور تفریح کے طریقوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ دنیا کے سرد علاقوں میں رہنے والے لوگوں کا لباس، غذا، رہائش اور تفریح کے طریقے گرم علاقوں میں رہنے والے لوگوں سے مختلف ہیں۔

تاریخ ہماری ثقافت کے فروغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہم اپنی ثقافت میں ماضی کے لوگوں کے طرزِ زندگی کے واضح آثار دیکھ سکتے ہیں۔ ہم وہ زبانیں بولتے ہیں جو ہمارے آباواجداد بولتے تھے۔ ہمارا ماضی ہمارے آج کے فنون، طرزِ تعمیر، رسم و رواج پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

لوگوں کے طرزِ زندگی میں فرق سے ہمیں ایک دوسرے سے بہت سی باتیں سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ ہم سیکھتے ہیں کہ لوگ جن علاقوں میں رہتے ہیں، وہاں اپنی زندگیوں میں کس طرح مطابقت پیدا کرتے ہیں؟ ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ یہ روایات کیسے پیدا ہوئیں۔ وہ کس طرح اپنی بعض روایات کو برقرار رکھتے ہیں اور بعض میں تبدیلیاں لاتے ہیں۔ ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ وہ اپنی زندگی کا معیار کس طرح بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پاکستان مختلف طبعی حالات کی سرزمین ہے۔ یہاں اونچے پہاڑ، میدان، سرسبز وادیاں اور خشک

ریگستان موجود ہیں۔ یہ عوامل پاکستانیوں کے طرزِ زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہم پاکستان کے مختلف حصوں میں لوگوں کی غذائی عادات اور ان کی رہائش میں فرق دیکھ سکتے ہیں۔ جیکب آباد، ملتان اور سبی جیسی جگہوں میں جہاں آب و ہوا گرم ہے۔ لوگ کھلے، روشن اور ہوادار مکانات کو پسند کرتے ہیں۔ وہ ہلکی غذا کھانا پسند کرتے ہیں اور ٹھنڈے مشروب پینا چاہتے ہیں۔ جب کہ ٹھنڈے مقامات مثلاً ہنزہ، گلگت اور چترال میں لوگ اپنے گھر لکڑیوں کے بناتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو سردی سے بچاسکیں۔ وہ گوشت کھانا اور گرم مشروب پینا پسند کرتے ہیں۔

پاکستان کے 96 فی صد لوگ مسلمان ہیں۔ پاکستان کی تہذیب و ثقافت پر اسلام یعنی قرآن پاک اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی گہری چھاپ ہے۔ اسلام نے پاکستان کے لوگوں کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو متاثر کیا ہے۔ لوگ سادہ لباس پہنتے ہیں اور حلال غذا کھاتے ہیں۔ ان میں غرور نام کو نہیں اور رحم دل ہیں اور اپنے بڑوں اور پڑوسیوں کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی عمارات میں اسلامی فن تعمیر کی جھلک نمایاں ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم پاکستان کی ثقافت کے بعض پہلوؤں کا جائزہ لیں گے۔

مذہب

مذہب کیا ہے؟ مذہب عقائد و عبادات کا مجموعہ ہے۔ زیادہ تر مذاہب میں لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں اس کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اس سے انھیں زندگی گزارنے اور خوشی و غمی کے جذبات کے اظہار کا صحیح طریقہ تلاش کرنے میں مدد ملتی ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی 96 فی صد آبادی مسلمان ہے۔ وہ اسلام کو ماننے والے ہیں۔ اسلام انھیں زندگی گزارنے کا مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ باقی چار فی صد آبادی عیسائیوں، ہندوؤں، پارسیوں اور بدھ مت کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ تمام مذاہب ہمیں خدا پر عقیدہ رکھنے اور انسانوں سے محبت و احترام کا درس دیتے ہیں۔

تہوار

تہوار کیا ہے؟ کوئی کمیونٹی یا قوم مجموعی طور پر کچھ دن مناتی ہے، انھیں ہم تہوار کہتے ہیں۔ اکثر تہواروں کی جڑیں اس برادری کے مذہب میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔ اس کا اطلاق پاکستان پر بھی ہوتا ہے۔ چونکہ پاکستان کے اکثر لوگ مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کے دو بڑے تہوار عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ ان

تہواروں کے علاوہ عید میلادالنبیؐ، شب برات، شب قدر اور شب معراج بھی تمام مسلمان مذہبی جوش و عقیدت سے مناتے ہیں۔پاکستان کے لوگ قومی تہوار جوش وجذبے سے مناتے ہیں۔ جن میں 14 اگست (یومِ آزادی) اور 23 مارچ (یومِ پاکستان) شامل ہیں۔

زبانیں

زبان کیا ہے؟ یہ لوگوں سے رابطے کا ذریعہ ہے۔اردو پاکستان کی قومی زبان ہے۔اردو بولنے کے علاوہ پاکستان کے لوگ علاقائی یا صوبائی زبانیں بھی بولتے ہیں۔ مثال کے طور پر صوبہ سندھ میں بولی جانے والی زبان سندھی ہے۔ صوبہ پنجاب میں پنجابی اور سرائیکی، بلوچستان میں بلوچی، براہوی اور پشتو بولی جاتی ہیں۔ سرحد میں عام طور پر پشتو اور ہندکو بولی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ پاکستان میں بہت سے لوگ انگریزی بھی بولتے ہیں۔یہ سرکاری زبان ہے جو عام طور پر سرکاری اور نجی دفاتر اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں استعمال کی جاتی ہے۔

فنون

انسان تخلیقی صلاحیتوں کا مالک ہے۔اس تخلیقی صلاحیت کا اظہار فنون کی شکل میں ہوتا ہے۔پاکستان کے عوام اکثر اپنی فرصت کا وقت کشیدہ کاری، دست کاری، شعر گوئی، موسیقی، گانے، قوالیاں اور لوک رقص میں گزارتے ہیں۔وہ اکثر مصوری اور خطاطی وغیرہ کی نمائشوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

فنون و دست کاریاں ملک کا وقار بلند کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔اس لیے قیام پاکستان سے ہی فنون و دست کاریوں کے فروغ پر بہت توجہ دی گئی ہے۔ آج پاکستان اپنے فنون لطیفہ، پینٹنگ، خطاطی، موسیقی، ڈرامہ، فن تعمیر اور دستکاریوں کی بنا پر پہچانا جاتا ہے۔

پینٹنگ اور سنگ تراشی

پینٹنگ انسانی احساسات اور تجربات کے اظہار کا طریقہ ہے۔ مصور قدرت کے مناظر (باغ، غروب آفتاب، پہاڑ) کو ڈرائنگ اور پینٹنگ کے ذریعہ ہمیں قدرت کی خوبصورتی کا احساس دلاتے ہیں۔پاکستان کو پینٹنگ کے فن کی شاندار اور قدیم روایت ورثہ میں ملی ہیں۔ماضی میں مسلمانوں نے پینٹنگ کے فن کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

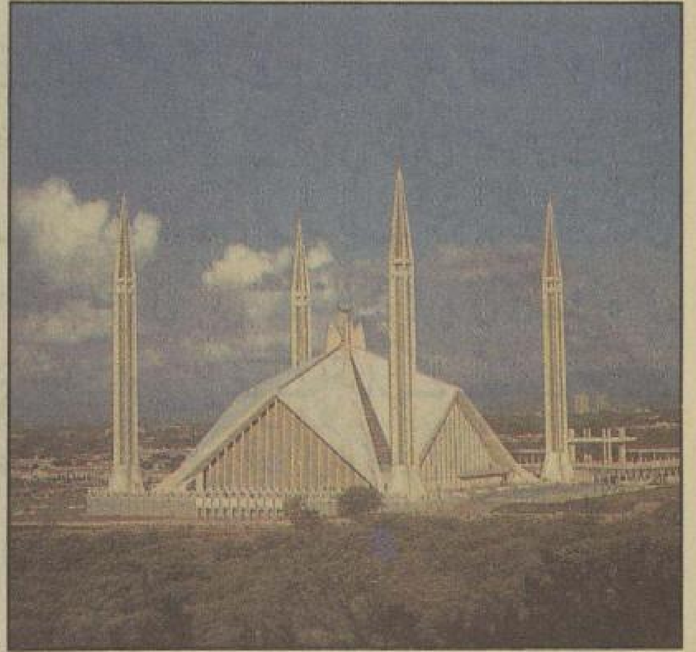
عبدالرحمٰن چغتائی 20ویں صدی کے شروع کے ایک عظیم آرٹسٹ ہیں۔ وہ مختصر تصاویر کی نقاشی کرتے تھے اور مغل آرٹ کے ترجمان کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ ان کے فن کی نمایاں خصوصیت اپنے خیالات کی اظہار کے لیے علامتوں کا استعمال تھا۔ دوسرے آرٹسٹ مثلاً حاجی محمد شریف، فیضی رحمین اور جمیل نقش بھی مشہور ہیں۔ پینٹنگ کی روایتی طرز کے علاوہ مصوروں کی نئی نسل نے خیالی (تجریدی) آرٹ کا بھی تجربہ کیا ہے۔ شاکر علی، زبیدہ آغا اور کئی دوسروں نے اپنی ثقافت اور روایات کے اظہار کے لیے نئے طریقے بتائے ہیں۔ ان جدتوں کے نتیجے میں پینٹنگ کے مقبول عام طرز کے طور پر خطاطی کو فروغ ملا۔

خطاطی

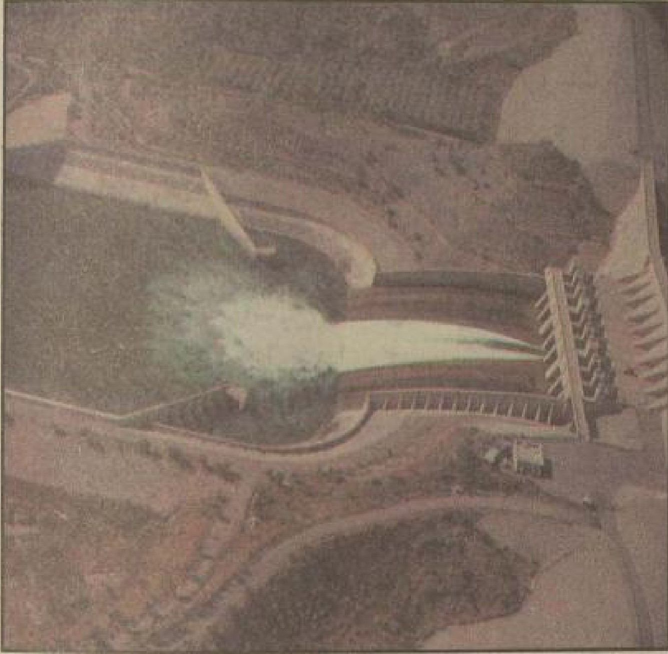
خطاطی قلم کی شاعری ہے۔ خطاطی کا فن انسان کی تخلیقی صلاحیت و احساسات کے خوبصورت اظہار کا ذریعہ ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی وجہ سے اس کے شایانِ شان طرز میں لکھا جانا چاہیے۔ پوری تاریخ میں مسلمانوں کو اس فن سے دلچسپی رہی اور مختلف طرز تحریر ایجاد کیے۔ پاکستان میں حنیف رامے پہلے آرٹسٹ تھے جنھوں نے خطاطی کی شکلوں کو واضح رنگوں اور بناوٹ سے مالا مال کیا اور انھیں سادہ الفاظ سے ایسی مصوری میں بدل دیا جو دیکھنے میں بہت ہی بھلی لگتی ہیں۔ صادقین اور گل جی جیسے آرٹسٹوں نے بھی خطاطی کے فن میں قیمتی اضافہ کیا ہے۔

فنِ تعمیر

فن تعمیر عمارات اور نادر تعمیر کا علم ہے۔ برصغیر میں اسے مغل دور میں اہمیت حاصل ہوئی۔ پاکستان کے شہر لاہور میں مغل دور کے فن تعمیر کی عمدہ یادگاریں موجود ہیں۔ جن میں بادشاہی مسجد، قلعہ لاہور اور مقبرہ جہانگیر وغیرہ شامل ہیں۔ آزادی کے فوراً بعد کچھ عرصہ تک پاکستان نے فن تعمیر میں کم ترقی کی۔ لیکن بڑے شہروں کے تیزی سے فروغ پانے سے دفاتر اور رہائشی عمارات کی ضرورت پیدا ہوئی۔ فنِ تعمیر میں نئے ڈیزائنوں اور تعمیر کی نئی تیکنیک سامنے آئیں۔ حبیب بینک پلازا، اسٹیٹ بینک آف پاکستان، مزارِ قائداعظمؒ، شاہ فیصل مسجد اور قومی اسمبلی چند قابلِ ذکر عمارات ہیں۔



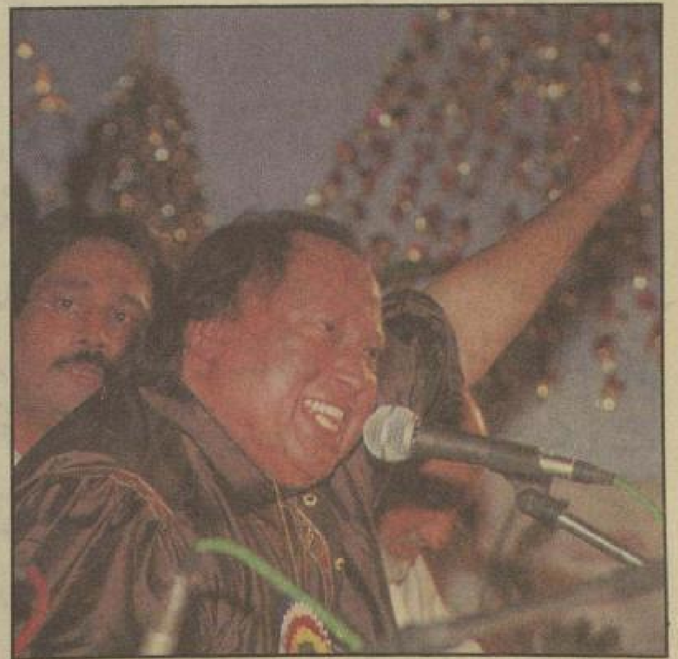
شاہ فیصل مسجد ، اسلام آباد



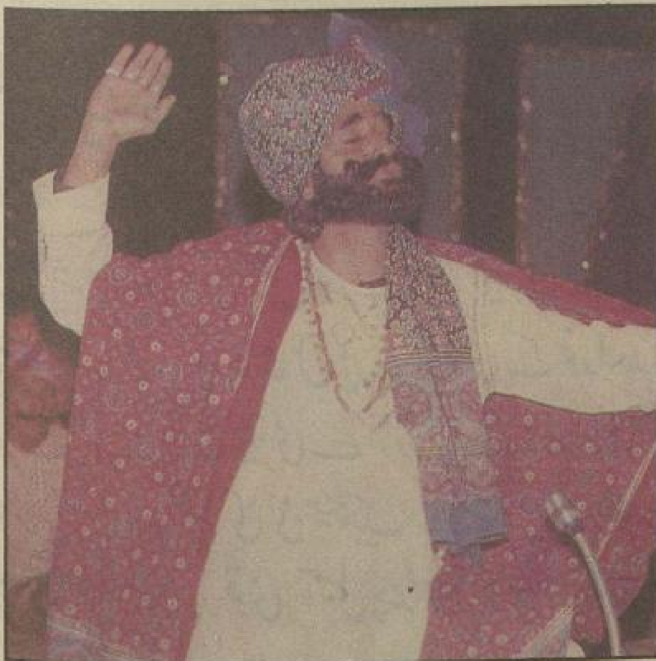
تربیلا ڈیم

موسیقی

ایک اور فن جس کے ذریعے لوگ اپنے جذبات اور اپنی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ موسیقی ہے۔ مغل اپنے ساتھ برصغیر میں موسیقی لائے۔ مغل شہزادے اور حکمران موسیقی کے بڑے سرپرست تھے۔ ان کے دورِ حکومت میں بہت عظیم موسیقاروں نے نام پیدا کیا۔ ان میں ایک امیر خسرو تھے۔ انھوں نے



نصرت فتح علی خان



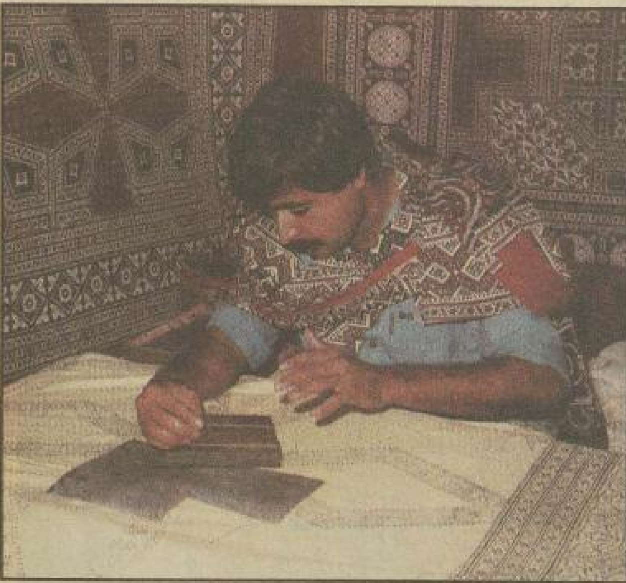
علن فقیر

کلاسیکی موسیقی کی بنیاد رکھی اور 13 ویں صدی عیسوی میں قوالی کی روایت ڈالی۔ آج روشن آرا بیگم، فریدہ خانم، اقبال بانو، استاد سلامت علی خان اور نصرت فتح علی خان جیسے گلوکار کلاسیکی موسیقی کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں غلام علی اور مہدی حسن نے غزل کی گائیکی میں اپنا نام پیدا کیا۔

پاکستان کی دست کاریاں

اکثر لوگ اپنی تخلیقی صلاحیت اور فن کے اظہار کے لیے اپنے ہاتھوں سے خوب صورت چیزیں بناتے ہیں۔ چونکہ یہ چیزیں انسانی ہاتھوں سے بنائی جاتی ہیں اس لیے انھیں دست کاریاں کہتے ہیں۔ دست کاریاں لوگوں کی اپنی روایات، مہارت اور دلچسپیوں کے ساتھ شناخت کا ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔

پاکستان میں دست کاریاں بڑے پیمانے پر تیار کی جاتی ہیں۔ صوبہ سندھ شیشے کے کام، اجرک اور سیپیوں سے سجائے گئے زیورات کے کام کی وجہ سے مشہور ہے۔ پنجاب میں اونٹوں کی کھالوں اور لکڑی کے فرنیچر پر نقش و نگار کا کام ہوتا ہے۔



اس باب میں ہم نے ثقافت سے متعلق کئی عوامل پر بحث کی ہے۔ پاکستان رنگا رنگ ثقافتوں کا گھر ہے۔ ان ثقافتوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں لیکن کئی فرق بھی پائے جاتے ہیں۔ زبان اگرچہ مختلف ہے لیکن وہ سب ایک ہی رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔ لباس گو کہ مختلف ہیں لیکن وہ بھڑکیلے نہیں ہیں۔ یہ ثقافتی فرق، مختلف تاریخ، روایت، جغرافیہ، سماجی اور اقتصادی عوامل کی وجہ سے ہے۔ اس فرق کو سراہا جانا چاہیے اور کمزوری کے بجائے قوت اور اتحاد کا ذریعہ سمجھا جانا چاہیے۔

ہم مختلف ثقافت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ لیکن ہم اس دنیا میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ دکھ درد میں پوری دنیا ہمارا گھر ہے۔ ایک گھر میں رہنے والے انسانوں کی طرح ہمیں ایک بڑے خاندان کی طرح (دنیا میں) رہنا چاہیے۔ تمام انسانوں کا احترام کرنا چاہیے خواہ ان کا تعلق کسی بھی نسل، عقیدہ یا ثقافت سے ہو۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ لفظ ثقافت کی تعریف کریں۔

2۔ پاکستان کے لوگوں کے طرز زندگی میں فرق پایا جاتا ہے۔ پھر بھی ان میں ثقافتی تعلق موجود ہے۔ اس اتحاد کی کیا کیا وجوہات ہیں؟

3۔ کسی ملک میں مختلف ثقافتیں ہونے کے کیا فوائد ہیں؟

(ب) عملی کام

1۔ طلبہ سے کہیے کہ وہ ایسی چیز لائیں جو ان کے خیال میں ان کی ثقافت کی شناخت ہو۔ (موسیقی کا ساز یا لباس وغیرہ)

2۔ بچوں سے کہیے کہ وہ جو چیزیں لائے ہیں، ان کے بارے میں جماعت میں اظہارِ خیال کریں اور اپنی ثقافت میں ان کے استعمال اور اہمیت سے آگاہ کریں۔

3۔ طلبہ کو چار یا چھ گروپوں میں تقسیم کیجیے تاکہ وہ اپنی ثقافت کے کسی ایک پہلو پر روشنی ڈالیں۔
زبان ۔ غذا ۔ مذہب ۔ کھیل ۔ رسمیں ۔ لباس
اور ان کے بارے میں دو صفحات لکھیں۔

(ج) اضافی سرگرمیاں

1۔ کلاس میں ایک ثقافتی شو کا اہتمام کریں۔

2۔ بچوں سے کہیے کہ وہ:-

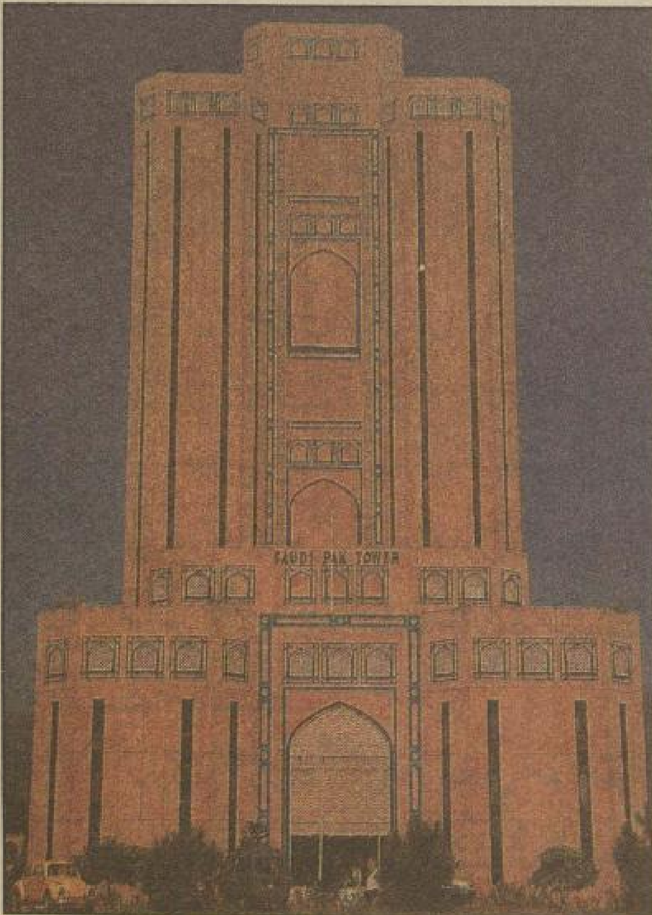
(الف) اپنا ثقافتی لباس پہنیں۔
(ب) اپنی ثقافتی موسیقی کا ساز لائیں۔
(ج) اپنی ثقافتی غذا لائیں۔
(د) انھیں کلاس میں دکھائیں اور ان کی اہمیت واضح کریں۔

تیرھواں باب

پاکستان کے چند اہم شہر

اگر آپ کو انتخاب کا موقع دیا جائے تو آپ پاکستان کے کس شہر میں رہنا پسند کریں گے؟ بیشتر اشخاص ایک ایسی جگہ رہنا چاہتے ہیں جہاں بازار، اسپتال، یونیورسٹیاں، بندرگاہ، ایئرپورٹ اور تفریح گاہیں مثلاً پارک، سینما اور ریستوران ہوں۔ یہ سہولتیں لوگوں کو عمدہ تعلیم حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ ملازمت یا تجارت کے مواقع فراہم کریں گی تاکہ آپ ایک آرام دہ زندگی بسر کر سکیں۔ پاکستان میں ایسے شہر کراچی، لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، حیدر آباد، ملتان، کوئٹہ، پشاور اور اسلام آباد ہیں۔

اس باب میں ہم پاکستان کے صدر مقام اسلام آباد اور صوبائی صدر مقام کراچی، لاہور، کوئٹہ اور پشاور کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے۔



سعودی پاک ٹاور

اسلام آباد

اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہے۔ یہ شہر پنجاب میں واقع پوٹھوار کے مرگلہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ 1959ء میں اس جگہ کا انتخاب کیا گیا اور یہاں پر ایک جدید شہر تعمیر کیا گیا۔ اسلام آباد کو کئی سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً انتظامی علاقہ، سفارتی علاقہ، تجارتی علاقہ، رہائشی علاقہ، صنعتی علاقہ، سرسبز علاقے اور قدرتی جنگلات۔

پاکستان کا دارالحکومت ہونے کی حیثیت سے اسلام آباد وفاقی حکومت کا شہر ہے۔ یہاں پر صدر اور

وزیرِ اعظم کی رہائش گاہیں، قومی اسمبلی، سینیٹ اور سول سیکریٹریٹ واقع ہیں۔ سول سیکریٹریٹ میں تمام وزارتیں واقع ہیں۔ بیرونی ممالک کے بہت سے سفارت خانے یہاں موجود ہیں۔

اسلام آباد ایک اہم تعلیمی مرکز ہے۔ اس میں متعدد اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں واقع ہیں۔ قائدِاعظم یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور اسلامیہ یونیورسٹی پورے ملک میں مشہور ہیں۔

مقابلتہً نیا شہر ہونے کی بنا پر اس کی بہت سی عمارتیں جدید ترین طرز پر تعمیر کی گئی ہیں۔ ان میں شاہ فیصل مسجد، جامع مسجد، قومی اسمبلی کی عمارت اور وزیرِاعظم سیکریٹریٹ مشہور عمارات ہیں۔

اوپر بتائی گئی عمارات کے علاوہ شکر پڑیاں کی پہاڑیاں، راول جھیل اور دامنِ کوہ جو مارگلہ ہل کا دامن ہے وہاں سے پورا اسلام آباد دیکھا جاسکتا ہے یہ قابلِ دید مناظر ہیں۔

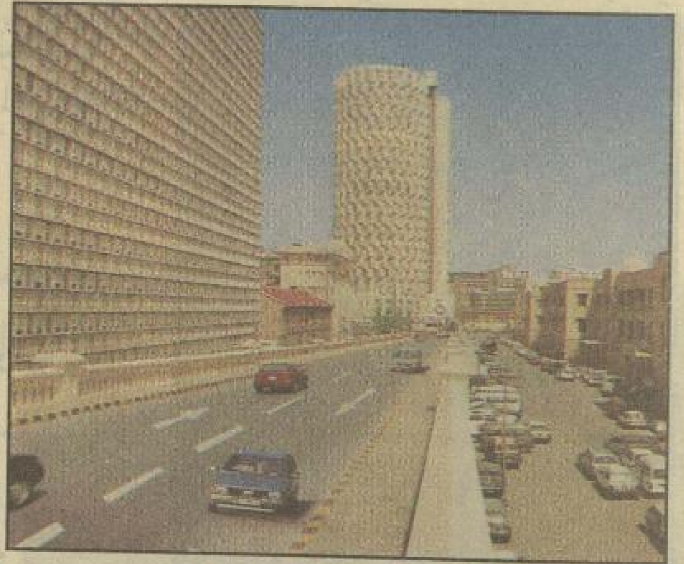
کراچی

1947 میں جب پاکستان کا قیام ہوا تو کراچی پاکستان کا دارالحکومت بنا۔ اب یہ سندھ کا دارالحکومت ہے۔ کبھی یہ مچھلیاں پکڑنے والوں کا ایک چھوٹا سا شہر تھا لیکن اب یہ پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ تبدیلی کیوں واقع ہوئی؟ 1729 میں تاجروں نے جو ایک قدرتی بندرگاہ کی تلاش میں تھے، انھوں نے قدرتی بندرگاہ کراچی کو دریافت کرلیا۔ وہ یہاں آباد ہو گئے اور انھوں نے کراچی جیسے مچھلی پکڑنے والے ایک گاؤں کو تجارتی مرکز میں تبدیل کرلیا۔ یہ برطانوی دور کا واقعہ ہے۔ آزادی کے بعد ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے لوگوں کو یہاں آباد کیا گیا۔ ان میں دفتر کا انتظام چلانے والے اور سفارت کار شامل تھے۔ کراچی پاکستان کے رسل و رسائل، تجارت، صنعت و حرفت، تہذیب اور تعلیم کا مرکز بن گیا۔

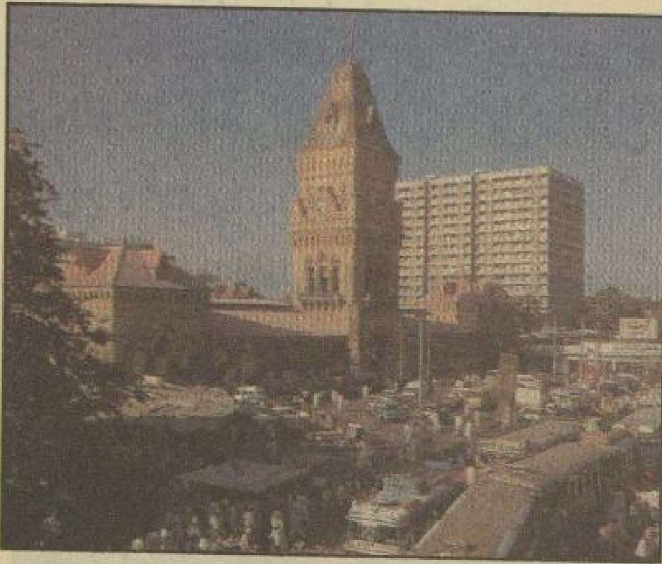
کراچی پاکستان کے تمام شہروں کے ساتھ ریل، سڑک اور فضا کے ذریعے منسلک ہے۔ یہاں واقع قائدِاعظم انٹرنیشنل ایئرپورٹ پاکستان کا سب سے بڑا ہوائی اڈا ہے اور ایک جدید بندرگاہ ہے جو دنیا کے تمام شہروں سے منسلک ہے۔

کراچی پاکستان کا صنعتی اور تجارتی صدر مقام ہے۔ یہاں پر تمام قسم کی صنعتیں، کپڑے کے کارخانے، تیل صاف کرنے کی ریفائنریاں قائم کی گئی ہیں۔ بڑے تجارتی مراکز ایم اے جناح روڈ، عبداللہ ہارون روڈ اور آئی آئی چندریگر روڈ پر واقع ہیں۔ صدر، طارق روڈ، کلفٹن اور حیدری میں بڑے بڑے بازار واقع ہیں۔

کراچی کی تہذیب و ثقافت، جدید تہذیبوں کا بہترین ملاپ ہے۔ کوئی شخص لوگوں کو ایک طرف مغربی سوٹ اور جینز پہنے ہوئے تو دوسری طرف شلوار قمیض میں ملبوس لوگوں کو دیکھ سکتا ہے۔ کچھ خواتین جدید ترین فیشن کے لباس پہنے ہوئے جب کہ دوسری برقعوں میں نظر آتی ہیں۔ ہوٹل اور ریستوران، پیزا، بھنی ہوئی مرغی، برگر، چکن تکا اور بریانی پیش کرتے ہیں۔ ایک جانب اونٹ گاڑیاں اور گدھا گاڑیاں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں تو دوسری جانب ہونڈا اور ٹویوٹا کاریں دوڑتی دکھائی دیتی ہیں۔ کراچی میں مسجدوں کے علاوہ بہت سے گرجا گھر، مندر اور گوردوارے بھی پائے جاتے ہیں۔



حبیب بینک پلازا، کراچی کی سب سے بڑی بلڈنگ

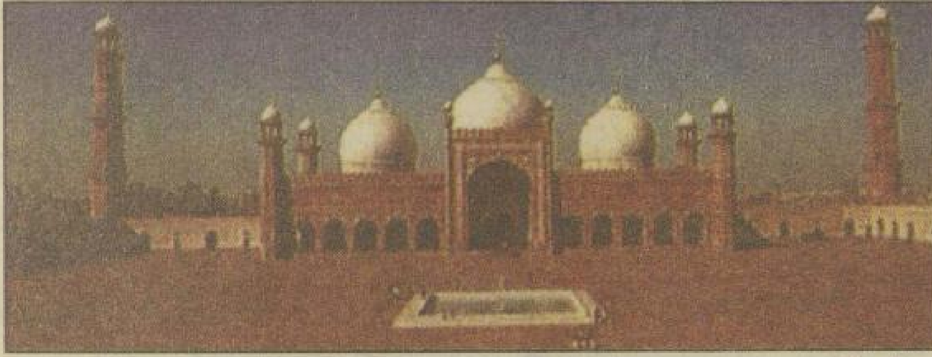


صدر، کراچی کا سب سے مصروف ترین علاقہ

یہاں قائداعظمؒ کا مقبرہ، قومی عجائب خانہ، کراچی چڑیا گھر، جناح گارڈن، فریئر ہال اور مسجد طوبیٰ واقع ہیں۔ اس کے علاوہ ہاکس بے پر واقع ساحل سمندر، سینڈز پٹ اور کلفٹن مقبولِ عام ہیں۔ کراچی تعلیم کا ایک اہم مرکز ہے۔ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی کا قدیم ترین تعلیمی ادارہ ہے۔ برٹش دورِ حکومت میں متعدد کونوینٹ اسکول اور کالج تعمیر کیے گئے۔ کراچی یونیورسٹی 1951 میں تعمیر کی گئی۔ یہ اعلیٰ تعلیم کا ایک اہم مرکز ہے۔

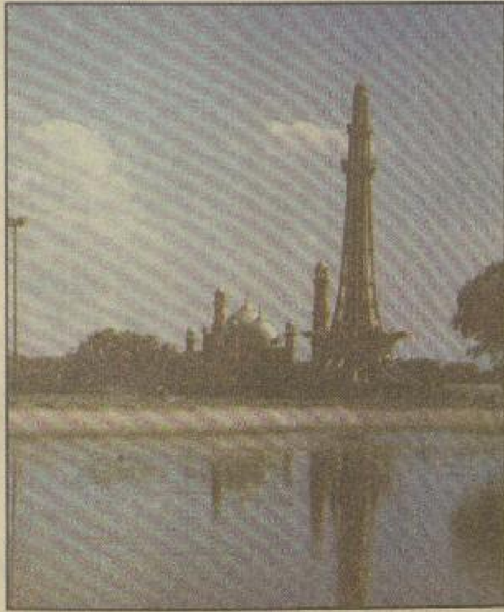
لاہور

لاہور پاکستان کا دوسرا بڑا شہر اور پنجاب کا دارالحکومت ہے۔ پچھلے تقریباً 1000 سال سے لاہور پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اس کو صدر مقام غزنوی خاندان کی حکومت کے دوران بنایا گیا تھا۔



بادشاہی مسجد

برصغیر پاک و ہند کی پورے مسلم دورِ حکومت میں لاہور کو علمی فضیلت اور تہذیب و تمدن کی مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ لاہور آج تک اپنی اس روایت پر قائم ہے۔



مینارِ پاکستان

پنجاب کے صدر مقام کی حیثیت سے یہ حکومتِ پنجاب اور وزیرِ اعلیٰ کا گھر ہے۔ پنجاب اسمبلی اور سول سیکریٹریٹ یہیں پر قائم ہیں۔

لاہور اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، کتب خانوں اور تحقیقی اداروں کا شہر ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور، ایشیا کا قدیم ترین علمی ادارہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی پاکستان کی سب سے بڑی اور قدیم جامعہ ہے۔ پنجاب کے عوامی کتب خانوں میں پاکستان کی کتابوں کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے جو ابھی تک اپنی روش پر قائم ہے۔

تیسرے مغل شاہنشاہ اکبر نے لاہور کا قلعہ تعمیر کیا۔ جہانگیر (جو لاہور میں پیدا ہوا تھا) اور شاہجہاں نے قلعے کو وسعت دی۔ محلات اور مقبرے تعمیر کیے اور بہت سے باغات لگائے۔ بعد میں انگریزوں نے اسمبلی چیمبروں، ہائی کورٹ، پنجاب یونیورسٹی (اولڈ کیمپس) کا اضافہ کیا۔ آزادی کے بعد مینارِ پاکستان، مینار اسلامی سربراہان اور پنجاب یونیورسٹی (نیا کیمپس) اور اسٹیٹ بینک کی عمارت نے لاہور کی شان و شوکت کو دوبالا کر دیا۔ ان میں سب سے مشہور شالیمار باغ ہے۔ عظیم مغلوں کے آخری شہنشاہ اورنگ زیب نے لاہور کی مشہور بادشاہی مسجد تعمیر کرائی۔ لاہور مغلوں کے دور میں ہنر مندی اور فنِ تعمیر کا مرکز بن گیا تھا۔

لاہور کی معاشرتی سرگرمیوں میں گھوڑوں اور مویشیوں کی نمائش، میلا چراغاں اور بسنت کا تہوار

شامل ہیں۔ یہ اہلِ لاہور کی مالی و معاشرتی زندگی کا ایک حصہ ہیں۔ 1947ء میں آزادی کے بعد سے لاہور نے بڑی تیزی سے ترقی کی ہے اور یہ اب ملک کا دوسرا بڑا اور اہم صنعتی شہر ہے۔

پشاور

پشاور صوبہ سرحد کا دارالحکومت ہے۔ یہ درۂ خیبر سے چند میل مشرق کی جانب واقع ہے۔ اس درّے سے کوئی بھی شخص افغانستان میں داخل ہو سکتا ہے اور پھر وسطِ ایشیا میں جا سکتا ہے۔ اس کے جائے وقوع کی بنا پر بہت سے جنگجو حملہ آور جنوبی ایشیاء میں داخل ہوئے اور یا تو وہ اس شہر سے چلے گئے یا یہیں قیام کیا۔ سکندرِ اعظم، چندر گپت موریہ (ہندوستان کا پہلا شہنشاہ)، اور اُس کا بیٹا اشوکا اور پہلا مغل حکمران بابر ان چند ہستیوں میں شامل تھے۔



قصہ خوانی بازار



درہ خیبر

پشاور چونکہ وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیا کی مرکزی گزرگاہ ہے۔ چنانچہ قدیم زمانے سے ہی یہ ایک اہم تجارتی راستہ بن گیا تھا۔ تاجروں کے قافلے اس شہر میں ایک یا دو راتیں گزارتے تھے وہ کاروانوں کی خیمہ گاہوں میں ٹھہرتے تھے۔ یہاں قصہ خوان لوگوں کو اپنی کہانیوں اور گیتوں سے محظوظ کرتے تھے۔ قصہ خوانی بازار یعنی کہانیاں سنانے کا بازار کا نام اسی نسبت سے پڑ گیا۔ پشاور اب بھی پاکستان، افغانستان اور وسطی ایشیا کے درمیان ایک اہم تجارتی مرکز ہے۔

پشاور میں متعدد تاریخی یادگاریں موجود ہیں۔ وہاں پر ہندوؤں اور بدھ مت کے لوگوں کے متعدد مندر بنے ہوئے ہیں۔ بالا حصار کے قلعے کو بابر نے بنایا تھا اور مہابت خاں مسجد کو شاہجہاں کے دورِ حکومت میں بنایا گیا تھا۔ یہ اس شہر کے اہم ترین اور قابلِ دید مقامات ہیں۔

پشاور ایک دلچسپ شہر ہے۔ یہاں اونٹوں کے کاروانوں کو اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ سڑک کے کناروں پر واقع سائبانوں میں تکے اور چپلی کباب فروخت کیے جاتے ہیں۔ ہاتھ سے بنائے گئے آتشیں اسلحے کو چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں میں تیار کیا جاتا ہے۔ ان اسلحہ کو وہ لوگ اکثر لے کر چلتے ہیں جو وہاں اپنے روز مرہ کے کاموں کے سلسلے میں جاتے ہیں۔

کوئٹہ

یہ ایک ایسی وادی میں واقع ہے جو سطح سمندر سے ایک ہزار آٹھ سو میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ کوئٹے کی سرد اور خشک آب و ہوا پاکستان کے باقی لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ ہنہ جھیل اور اُڑک کی وادی دو جگہیں ایسی ہیں جن کو دیکھنے لوگ جاتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں ہنہ جھیل نہانے، مچھلیاں پکڑنے اور کشتی رانی کے لیے ایک پسندیدہ مقام ہے۔ اُڑک کی وادی پھل دار درختوں کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ ان باغات میں پیدا ہونے والے آڑو، انگور، سیب اور خوبانیاں کوئٹہ اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں فروخت کی جاتی ہیں۔ کوئٹہ میں عموماً زلزلے آتے رہتے ہیں۔ 1935 میں کوئٹہ شہر ایک زلزلے میں مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ اس زلزلے میں 30 ہزار سے زیادہ لوگ مر گئے تھے اور بیشتر عمارتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ اس شہر کو دوبارہ تعمیر کرنے میں طویل عرصہ لگا اور اب یہ دوبارہ ایک مصروف شہر بن گیا ہے۔ کوئٹہ بلوچستان کا صدر مقام ہے۔ یہ درۂ بولان کے پاس واقع ہے۔

اس کی جائے وقوع کے مدنظر انگریزوں نے خان آف قلات کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ اس شہر کا مکمل قبضہ ان کو دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے اس شہر کو ایک فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر لیا اور ایک فوجی کالج قائم کر دیا تاکہ فوجی افسران کو تربیت فراہم کی جاسکے۔ اس چھاؤنی کا فوجی کالج بہت اچھا ثابت ہوا جو اپنی فضیلت کے لحاظ سے مشہور ہو گیا۔ یہاں تک کہ آج بھی یہ کالج پاکستان کے سینئر افسروں کو مسلسل تربیت فراہم کر رہا ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں سے بھی فوجی افسران تربیت حاصل کرنے یہاں آتے ہیں۔

70ء کے عشرے کے آخر میں شروع ہونے والی افغان جنگ کے بعد کوئٹہ بہت تبدیل ہو گیا ہے۔ جنگ کی وجہ سے بہت لوگ افغانستان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور یہاں آکر آباد ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں بہت سے درخت کاٹ دیے گئے تاکہ کھلی جگھوں پر اُن لوگوں کے لیے مکانات تعمیر کیے جائیں۔ آبادی میں ایک دم اضافے کی بنا پر شہر گنجان ہو گیا ہے۔

اس باب میں ہم نے پاکستان کے چند اہم شہروں کے خاص خاص خدوخال کا مطالعہ کیا۔ ہم نے جغرافیائی وقوع، تاریخی پس منظر میں یہ پڑھا کہ ایک شہر دوسرے شہروں سے مختلف کیوں ہوتا ہے اور یہ کہ ان کے قابلِ دید مقامات کون کون سے ہوتے ہیں۔

ہم جہاں کہیں رہتے ہیں اس جگہ کے وسائل اور سہولتوں کو اچھی طرح استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ ہم آرام دہ زندگی بسر کر سکیں۔ ان میں سے بہت سے وسائل حکومت فراہم کرتی ہے جو ان ٹیکسوں سے ادا کیے جاتے ہیں جو ہم ادا کرتے ہیں۔

بہت سے لوگ جو ان شہروں میں رہتے ہیں۔ غریب ہیں ان میں سے چند ہی ہوں گے جو ٹیکس ادا نہیں کرتے یا یہ کہ واجب الادا ٹیکسوں سے کمتر ٹیکس ادا کرتے ہیں یا سہولتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مقامی حکومت کے پاس ہر وقت اتنی رقم نہیں ہوتی جس کی اس کو ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ مطلوبہ وسائل فراہم کر سکے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں کبھی کبھی پانی نہیں ملتا یا یہ کہ ہماری بجلی بند کر کے فیکٹریوں اور صنعتوں کو یا دوسرے گھروں کو فراہم کر دی جاتی ہے۔ ہماری سڑکوں میں بہت سے گہرے سوراخ پڑ گئے ہیں کوڑا کرکٹ جمع کر کے اٹھایا نہیں جاتا۔ گاؤں قصبے یا شہر کے شہری ہونے کے حوالے سے حکومت کی ہمت افزائی کرنی چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی کر سکتی ہے ہمیں فراہم کرے۔ لیکن ہم اپنی مدد آپ بھی کر سکتے ہیں کوڑا کرکٹ ادھر ادھر نہ پھینکنے کا مطلب یہ ہے کہ جگہ صاف رہے گی۔ احتیاط کے ساتھ بجلی اور پانی کے استعمال کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں دوسروں کو بھی حاصل ہو سکیں۔ مل جل کر ہم اپنے پڑوس کی سڑکوں کی مرمت کر سکتے ہیں۔ پڑوسی ملکوں میں پہلے سے ہی شہروں میں ان کاموں کو کر رہے ہیں ہم ان سے یہ سب باتیں سیکھ سکتے ہیں تاکہ ہمارے رہن سہن کا معیار بہتر ہو جائے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ کراچی آج جیسا بڑا شہر کیسے بن گیا؟
2۔ اسلام آباد میں کون کون سی سرکاری عمارتیں واقع ہیں؟
3۔ کوئٹہ ایک فوجی چھاؤنی کیسے بن گیا؟
4۔ قصہ خوانی بازار کو یہ نام کس طرح حاصل ہوا؟

(ب) عملی کام

1۔ اگر آپ کسی شہر میں گئے ہیں تو آپ وہاں کے کچھ فوٹوگراف لائیے اور اُس شہر کے بارے میں معلومات کو اپنے کلاس والوں کو بتائیے۔
2۔ ایک خط اپنے دوست کو لکھیے جس میں اپنے اُس گاؤں، قصبے یا شہر کے بارے میں معلومات فراہم کریں جس میں آپ رہتے ہیں۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ جن کو انٹرنیٹ تک رسائی ہو وہ پاکستان کے اہم شہروں کے بارے میں زیادہ مطالعہ کرنے کے لیے اس طرح کی "ویب سائٹس" استعمال کریں

(a) http:\\www.infoplease.com (b) http:\\www.awesomlibrary.org

چودھواں باب

ہمارے ملک کا طرزِ حکومت

پاکستان ایک بڑا ملک ہے۔ یہ چار صوبوں پر مشتمل ہے : پنجاب، سندھ، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان۔ چوتھی جماعت میں ہم یہ پڑھ چکے ہیں کہ ہر صوبے کے پاس خود اپنی حکومت ہے۔ جو صوبائی حکومت کہلاتی ہے۔ جو کہ صوبے کے معاملات کی نگہداشت کرتی ہے۔ ہر صوبہ بطور ایک صوبے کے اپنی خود مختاری بر قرار رکھتے ہوئے آپس میں مل کر ایک ملک کے قیام پر رضامند ہو گیا ہے۔

آئین

ملک کو چلانے کے لیے ہمیں ایک وفاقی حکومت کی ضرورت ہے۔ وفاقی حکومت کو ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ کچھ مخصوص کام کر سکیں۔ یہاں پر یہ بتانا ضروری ہے کہ ان میں سے ہر فرد کو کیا کام کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کی ذمے داریوں کی نشاندہی بھی ضروری ہے۔ اس لیے ایسی دستاویز کو جو یہ بتائے کہ ملک کس طرح چلے گا اور مختلف کام کون کرے گا، آئین کہا جاتا ہے۔ کسی ملک کا آئین ان بنیادی اصولوں پر بنایا جاتا ہے جو ملک کے لوگوں کے اغراض و مقاصد کی عکاسی کرتے ہیں اور جن کے مطابق ملک پر حکومت کی جاتی ہے۔ ہر ملک کے لیے آئین کا ہونا لازمی ہے۔ یہ حکومت کے تین حصوں کے درمیان اختیارات و تعلق کی تشریح کرتا ہے۔ پاکستان کے معاملے میں یہ وفاق اور صوبوں کے درمیان تعلق کی بھی تشریح کرتا ہے۔ یہ شہریوں کے حقوق اور فرائض کو بھی بیان کرتا ہے۔

پاکستان کا دستور بنانے کے لیے 1947ء میں ایک دستور ساز اسمبلی قائم کی گئی تھی۔ لیکن 1956ء تک کوئی دستور نہیں بنایا جاسکا۔ چنانچہ حکومتِ پاکستان نے اس دوران 1935ء کا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ اختیار کیا جو آئین کے طور پر کام کرتا رہا۔ 1956ء میں جو آئین مرتب کیا گیا اس نے زیادہ عرصے تک کام نہیں کیا کیونکہ 1958ء میں مارشل لاء لگا کر آئین کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ 1962ء میں ایوب خان نے ایک نیا

آئین مرتب کروایا جو 1969ء تک نافذ العمل رہا یہاں تک کہ جنرل یحییٰ خان نے حکومت سنبھال لی۔

1971ء میں مشرقی پاکستان کے نقصان اور جمہوریت کی طرف واپسی کے عمل نے ملک کے لیے آئین بنانا ضروری کر دیا۔ آئین بنانے کا یہ کام 1972ء میں ملک کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا گیا اُس اسمبلی نے آئین تیار کیا جس کو متفقہ طور پر 1973ء میں منظور کر لیا گیا۔

آئین کی دفعہ ایک کے مطابق پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہے اور ہمارے ملک کا سرکاری نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمہوریت کے اصول، آزادی، یک جہتی، رواداری اور معاشرتی انصاف جس طرح اسلام نے عطا کیے ہیں وہ اس ملک میں اعلیٰ ترین تصور کیے جائیں گے اور جو قوانین بنائے جائیں گے وہ ان اصولوں کے مطابق ہوں گے۔ اس آئین میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنی زندگیوں کو اسلام کے اصولوں اور بنیادی تصورات جس طرح قرآن شریف اور سنت میں کہا گیا ہے، کے مطابق گزار سکیں گے۔

5۔ تحفظ و وقار

موجودہ دستور کے مطابق پاکستان کے شہریوں کے وقار کے تحفظ کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ لیکن یہ تحفظ صرف قانون کے دائرے میں حاصل ہوگا۔ اسی طرح افراد کو ذاتی اور گھریلو زندگی میں بھی تحفظ حاصل ہوگا۔ گواہی یا شہادت لینے کے لیے کسی بھی شخص کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

6۔ آزادیِ نقل و حرکت اور سکونت

ہر شہری کو قانون کے دائرے میں نقل و حرکت اور کہیں بھی سکونت پذیر ہونے کی پوری آزادی ہوگی۔

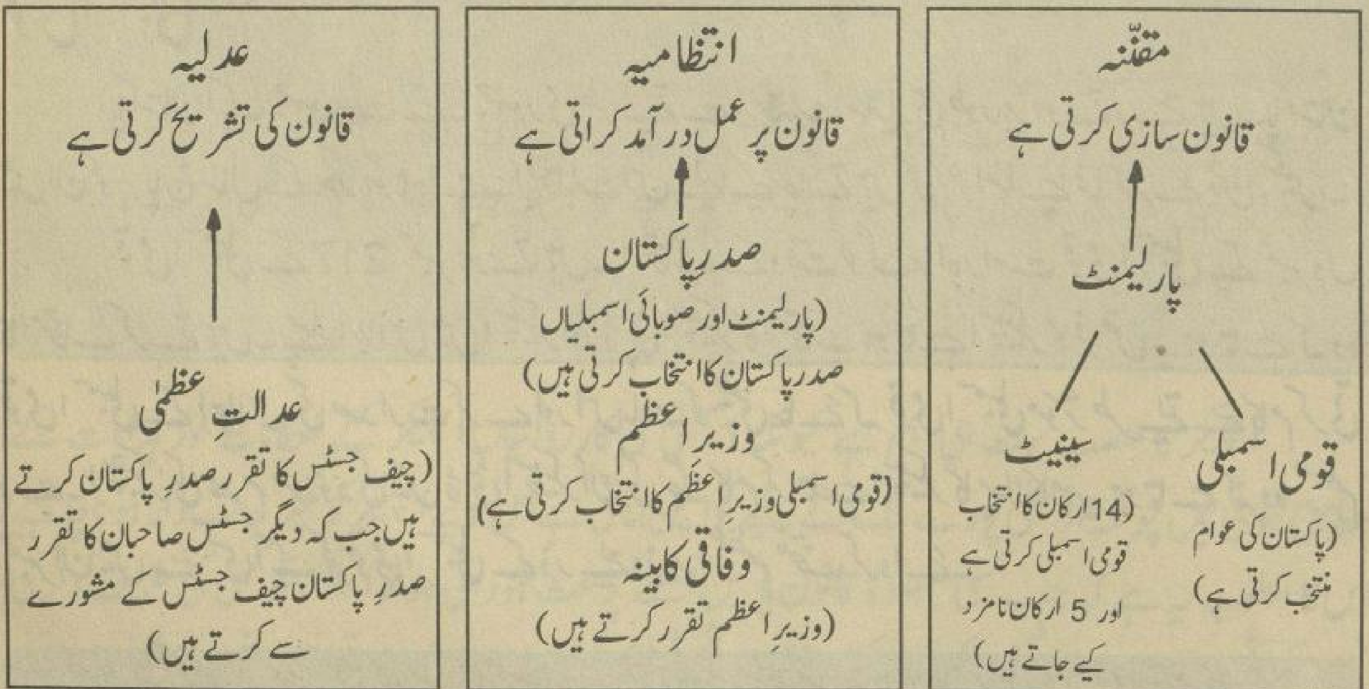
اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی چند دفعات

آئین یہ کہتا ہے کہ پاکستان ایک جمہوریہ ہے۔ جمہوریت ایک ایسا طرزِ حکومت ہے جس میں عوام اپنے نمائندے چنتے ہیں۔ وہ نمائندے اپنے عوام اور ملک کی بھلائی کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہمارے آئین کے مطابق ہر شہری کو بہت سی آزادیاں حاصل ہیں مثلاً تقریر کی آزادی، کاروبار کی آزادی، اپنے مذہب پر چلنے اور تبلیغ کرنے کی آزادی (مرد و خواتین دونوں کے لیے) اور اپنے لیے پیشوں کے انتخاب کی آزادی حاصل ہے۔ حکومت کا ایسا نظام جس کی رو سے لوگ خود اپنے نمائندے منتخب کریں اور تقریر کی آزادی،

مذہب کی آزادی اور قانون کے مطابق حفاظت کی یکساں سہولتیں اُن کو حاصل ہوں جمہوریت کہلاتی ہے۔ جمہوریت حکومت کی اس شکل کا نام ہے جس میں اختیارات لوگوں کے پاس ہوتے ہیں۔

پاکستان ایک وفاق ہے۔ وفاق اس ملک کو کہتے ہیں جس میں متعدد صوبے اپنی خود مختاری برقرار رکھتے ہوئے ایک وفاقی حکومت کے تحت رہنے پر رضامند ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں چار صوبے ہیں یہ ہیں سندھ، پنجاب، بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ۔ ہر صوبہ خود اپنی صوبائی حکومت رکھتا ہے۔ آئین کے مطابق صوبے تعلیم، صحت، مالیات، قانون، امن وامان، معاشرتی بہبودی، ایکسائز اور ٹیکسیشن، جنگلات، ٹرانسپورٹ اور آب پاشی کے معاملات میں پوری طرح آزاد ہیں۔ صوبائی حکومت کے اوپر پورے ملک کے لیے ایک وفاقی حکومت ہے۔ آئین کے مطابق وفاقی حکومت ملک کی سلامتی اور حفاظت کے لیے کام کرتی ہے۔ یہ خارجہ پالیسی کو طے کرتی ہے یعنی بیرونی ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کی دیکھ بھال کرتی ہے یہ مالیاتی پالیسیوں کو کنٹرول کرتی ہے اس کے علاوہ بھی اس کی بہت سی ذمہ داریاں ہیں وفاقی اور صوبائی حکومتیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ملک کی ترقی اور امن وامان قائم رکھنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتی ہیں۔

حکومت کے تین اجزاء کے اختیارات اور تعلقات



شکل نمبر 14.1 حکومتِ پاکستان

شکل نمبر 14.1 دیکھیے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حکومت تین اجزاء سے بنی ہے۔ یعنی مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ۔ مقننہ قوانین بناتی ہے، انتظامیہ یہ دیکھتی ہے کہ آیا ان قوانین پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔ عدلیہ یہ دیکھتی ہے کہ قوانین جو بنائے گئے ہیں وہ آئین کے خلاف تو نہیں ہیں اور قانونی معاملات کے بارے میں فیصلہ کرتی ہے تاکہ سب کو انصاف حاصل ہو جائے ہم اس کا موازنہ کرکٹ کے کھیل سے اس طرح کر سکتے ہیں کہ کرکٹ کا ایک بورڈ ہوتا ہے ٹیمیں ہوتی ہیں اور امپائرز ہوتے ہیں۔ بورڈ قوانین بناتا ہے ٹیمیں اُن پر عمل کرتی ہیں یعنی اُن کے مطابق کام کرتی ہیں اور امپائرز بطور ججوں کے کام کرتے ہیں اور اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ قوانین پر عمل کیا جارہا ہے اور دونوں ٹیموں کے ساتھ انصاف ہو رہا ہے۔

قانون سازی

لوگوں کے نمائندوں پر مشتمل جمیعت کو پارلیمنٹ کہا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں اس کے 2 ایوان ہیں ایک ایوانِ بالا اور دوسرا ایوانِ زیریں۔ ایوانِ زیریں کو قومی اسمبلی اور ایوانِ بالا کو سینیٹ کہا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ بہت ہی اہم ہوتی ہے کیونکہ یہ قوانین بناتی ہے اور موجودہ قوانین میں ترمیم بھی کر سکتی ہے۔

قومی اسمبلی

پاکستان ایک جمہوریت ہے۔ جمہوری طریقے سے انتخابات معیاری طور پر ہوتے رہتے ہیں۔ پاکستان میں اِن کو ہر پانچ سال کے بعد ہونا چاہیے۔ انتخابات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ عوام اپنے نمائندے چن سکیں۔

قومی اسمبلی کے 217 ممبر ہوتے ہیں۔ انتخاب کے وقت لوگ براہِ راست قومی اسمبلی کے ممبروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ پہلے اجلاس میں اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب ہوتا ہے اسپیکر کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ قومی اسمبلی مؤثر طریقے سے کام کرتی رہے۔ اسپیکر کی عدم موجودگی میں ڈپٹی اسپیکر اُن کی جگہ کام کرتا ہے اسپیکر کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلم ممبران میں سے کسی ایک کو قومی اسمبلی کے ذریعے وزیرِ اعظم منتخب کروائے۔

طلبہ کو یاد دلائیے کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کیسے منعقد ہوتے ہیں۔ طلبہ کو بتائیے کہ قومی اسمبلی کی صورت میں پورا ملک کس طرح انتخابی حلقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر حلقے سے ایک ایک رکن منتخب کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آئینِ پاکستان

وزیرِاعظم

دفعہ 91 (3)

میں...... بصمیم قلب حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں ایک مسلمان ہوں اور قادرِ مطلق کی توحیدُ اللہ تعالیٰ کے صحیفوں، قرآن کریم، جو ان صحیفوں میں آخری ہے۔ محمد ﷺ کی نبوت اور ان کے نبی آخر الزماں ہونے اور ان کے بعد کسی اور نبی کے نہ ہونے، روز حساب اور قرآنِ کریم اور سنت کی تمام تعلیمات ومقتضیات پر مکمل ایمان رکھتا ہوں۔

کہ...... میں پاکستان کا بصمیم قلب وفادار واطاعت گزار رہوں گا۔

کہ...... میں وزیرِاعظم پاکستان کی حیثیت سے اپنے فرائض اور امور دیانت داری کے ساتھ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی جمہوریہٗ پاکستان کے آئین و قانون کی مطابقت میں وفاداری کے ساتھ اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، یک جہتی، سالمیت، فلاح اور خوشحالی کے لیے سرانجام دوں گا۔

کہ...... میں نظریہٗ اسلامی کے تحفظ کے لیے، جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے، مکمل جدو جہد کروں گا۔

کہ...... میں اپنے ذاتی مفادات کو اپنے سرکاری طرزِ عمل اور فیصلوں پر اثر انداز نہ ہونے دوں گا۔

کہ...... میں اسلامی جمہوریہٗ پاکستان کے آئین کی نگہداشت، تحفظ اور دفاع کروں گا۔

کہ...... میں ہر قسم کے حالات میں خوف اور جانبداری یا بد خواہی کے بغیر ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ قانون کی مطابقت سے انصاف کروں گا۔

اور...... یہ کہ میں براہِ راست یا بالواسطہ کسی شخص کو ایسی کسی بات سے آگاہ یا مطلع نہ کروں گا جو بحیثیت وزیرِاعظم پاکستان میرے علم میں لائی جائے گی۔ ماسوا کہ اپنے فرائض کی بجاآوری کے سلسلہ میں میرے لیے ایسا کرنا لازم ہو۔

اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائیں۔ (آمین)

اسپیکر کا منصب بہت ہی اہم ہے کیونکہ اسمبلی کی کارروائیاں اسپیکر کے احکامات اور ہدایات کے مطابق ہوتی ہیں چونکہ اسمبلی پورے ملک کے لیے قوانین بناتی ہے اس لیے اسپیکر کو غیر جانب دار ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسودۂ قانون یا کسی مسئلے پر بحث ہو رہی ہو تو اسپیکر کو کسی کی طرف داری نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر شخص کو بات کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہیے تاکہ جو قوانین بنیں وہ شہریوں کے بہترین مفاد میں ہوں۔

قومی اسمبلی کا خاص کام قانون سازی ہے یعنی قوانین بنانا ہے ایک قانون بنانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ حکومت پہلے ایک مسودۂ قانون یا بل (Bill) اسمبلی میں پیش کرے۔ ایک مسودۂ قانون (بل) اُس نئے قانون کا تحریری بیان ہے جس کو اسمبلی کے ممبروں کے سامنے بحث کے لیے پیش کیا جاتا ہے بل پر ممبران تفصیل سے بحث کرتے ہیں اگر ممبران اس امر سے مطمئن نہیں ہوتے اور کچھ تبدیلیاں پیش کرتے ہیں تو ان تبدیلیوں کو بل میں شامل کرنے کے بعد ووٹ دینے کا کام کیا جاتا ہے۔ اگر اس کو ووٹوں کی اکثریت سے منظور کر لیا جاتا ہے تو اس کو سینیٹ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ سینیٹ میں بل پر بحث کی جاتی ہے۔ سینیٹ بل میں تبدیلیاں شامل کرنے کے لیے قومی اسمبلی کو واپس کر سکتا ہے یا بل پر رائے شماری کروا سکتا ہے یا اس کو مسترد کر سکتا ہے۔ اگر بل کو سینیٹ میں اکثریت سے ووٹ حاصل ہو جاتے ہیں تو اس کو صدر کے پاس منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ صدر سے منظوری حاصل کرنے کے بعد بل قانون بن جاتا ہے۔

قومی اسمبلی انتظامیہ کی کارکردگی پر ایک نظر رکھتی ہے۔ جب قومی اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہوتا ہے تو کوئی بھی ممبر کسی وزیر کے کام کے بارے میں سوالات کر سکتا ہے۔ ہر وزیر جو اپنی وزارت کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کو اپنی وزارت کی کارکردگی کے بارے میں اسمبلی میں جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔ قومی اسمبلی کے ممبران بھی اپنے اپنے حلقوں کے مسائل اسمبلی میں پیش کرتے ہیں تمام وزرا اُن مسائل کو سنتے ہیں اور ایوان کو ہر مسئلے کا حل تلاش کرنے کے سلسلے میں حکومت کی کوششوں کے بارے میں مطلع کرتے ہیں۔

اسمبلی ایک اور کام بھی کرتی ہے یہ ملک کے لیے سالانہ بجٹ (میزانیہ) منظور کرتی ہے، حکومت کو مختلف وزارتوں کو چلانے اور ملک کے مختلف حصوں میں ترقیاتی کاموں کو انجام دینے کے لیے رقم کی ضرورت پڑتی ہے۔ قومی اسمبلی بڑی بڑی رقمیں جمع کرنے کے لیے ٹیکسوں کا نفاذ کرتی ہے تاکہ ان اخراجات کو پورا کیا جا سکے۔ تمام وزارتیں اپنی آمدنی اور اخراجات کے گوشوارے بھیج دیتی ہیں اور پھر ان گوشواروں کی بنیاد پر ٹیکس یا تو کم کر دیے جاتے ہیں یا ان میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

سینیٹ (ایوانِ بالا)

ایوانِ بالا یا سینیٹ کے 87 ممبران ہیں۔ ہر صوبہ کی سینیٹ میں ممبروں کی تعداد دوسرے صوبوں کے برابر ہے اس طرح ہر صوبے کے 19 ممبران سینیٹ میں ہوتے ہیں جن کی کل تعداد 76 ہو جاتی ہے۔ باقی ممبران میں سے 8 ممبر وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں فاٹا (FATA) کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جب کہ تین وفاقی دارالحکومت کے علاقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہر صوبے کے 19 ممبروں میں سے 14 منتخب شدہ ہوتے ہیں اور 5 نشستیں علماء، ماہرینِ فن اور دوسرے پیشہ ور افراد کے لیے وقف ہوتی ہیں۔ ہر صوبہ ایوانِ بالا میں برابر کی نمائندگی رکھتا ہے تاکہ اس کے مفادات کی برابری سے دیکھ بھال ہو سکے۔

ایوانِ بالا اپنے پہلے اجلاس میں چیئرپرسن (میرِ مجلس) اور ڈپٹی چیئرپرسن (نائب میرِ مجلس) کا انتخاب کرتا ہے جب صدرِ مملکت ملک سے باہر جاتے ہیں تو ایوانِ بالا کا چیئرپرسن صدر کی جگہ کام کرتا ہے۔ ایوانِ بالا قومی اسمبلی کی طرز پر قوانین بنانے اور اُن میں ترمیم کرنے کے برابر کے اختیارات رکھتا ہے۔

انتظامیہ

انتظامیہ کا کام اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ قانون ساز مجلس نے جن قوانین کو منظور کیا گیا ہے اُن پر صحیح طور پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں۔ پاکستان میں انتظامیہ صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور وفاقی کابینہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

صدرِ مملکت

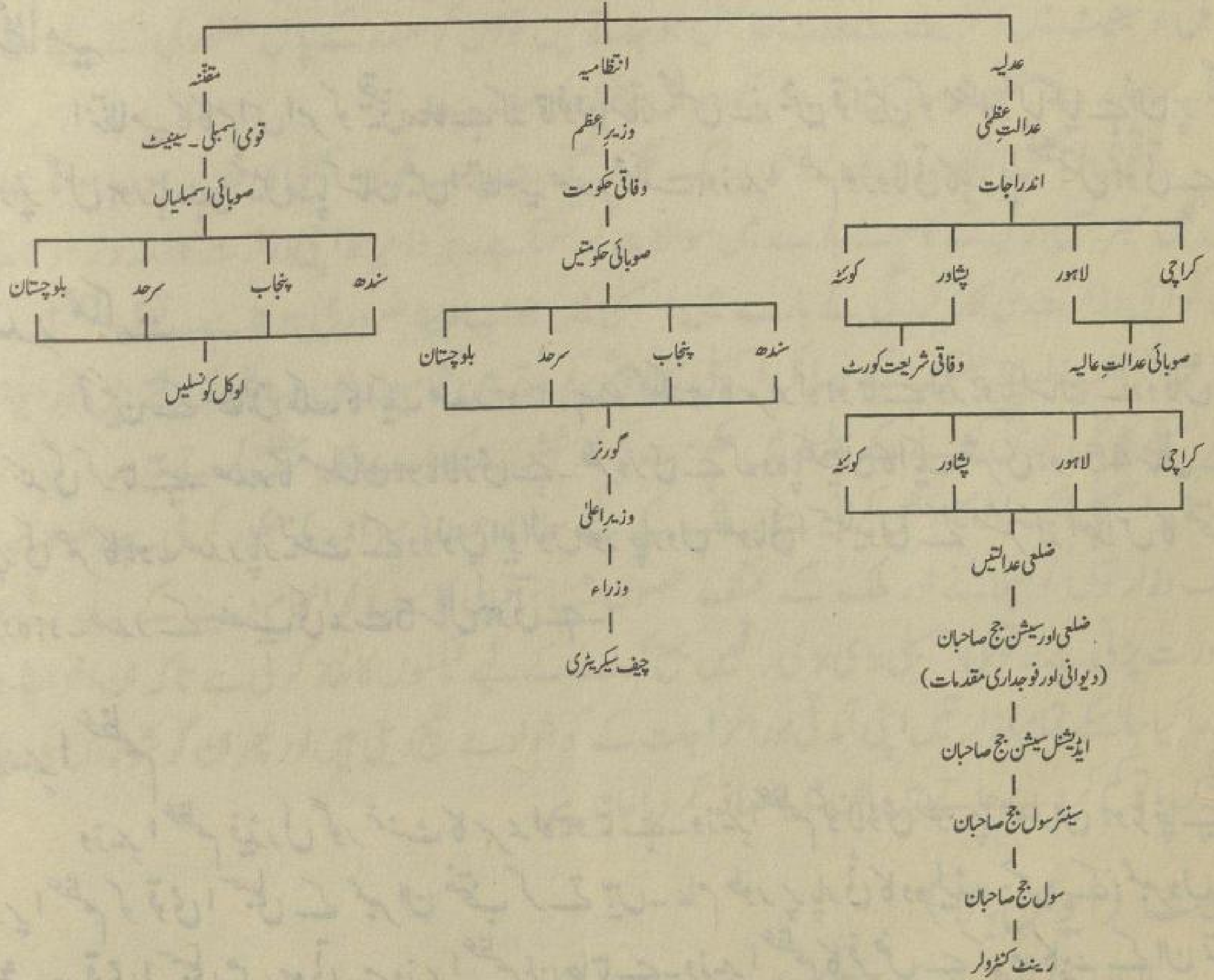
آئین کے مطابق ملک کا ایک صدر ہوتا ہے جو مملکت کا سربراہ ہوتا ہے اور جو پاکستان کے وفاق کی نمائندگی کرتا ہے۔ صدر کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ ضروری ہے کہ وہ پاکستان کا ایک شہری ہو، 45 سال سے اوپر کی عمر کا ہو۔ صدر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے مشترکہ اجلاس کا منتخب کردہ ہو۔ صدر کے منصب کی مدت 5 سال ہوتی ہے۔

وزیرِ اعظم

وزیرِ اعظم فیڈرل گورنمنٹ کا سربراہ ہوتا ہے۔ وزیرِ اعظم کو لازمی طور پر مسلمان ہونا چاہیے۔ وزیرِ اعظم کو قومی اسمبلی کے ممبران منتخب کرتے ہیں۔ عام طور پر پارٹی کا وہ لیڈر جس کے ممبروں کی اکثریت قومی اسمبلی میں ہوتی ہے وزیرِ اعظم بن جاتا ہے۔ وزیرِ اعظم کا فرض ہے کہ وہ کابینہ کے ان تمام فیصلوں کا ذمہ دار ہو جن کا تعلق ملک کی انتظامیہ سے ہو اور صدرِ مملکت کو پیش کیے جانے والے نئے قوانین کی تجاویز سے ہو۔

وفاقی کابینہ

وزیرِ اعظم کے لیے یہ مشکل کام ہے کہ وہ تنہا تمام قوانین کا نفاذ کرے اس لیے وزیرِ اعظم قومی اسمبلی کے ممبران اور ایوانِ بالا سے وزیروں کا تقرر کرتا ہے۔ہر وزیر وفاقی حکومت کی ایک وزارت کی کارکردگی کی نگہبانی کرتا ہے وزراء وفاقی کابینہ کی تشکیل کرتے ہیں جب کہ وزیرِ اعظم کابینہ کا سربراہ ہوتا ہے۔



عدلیہ (سپریم کورٹ)

سپریم کورٹ کا سربراہ پاکستان کا چیف جسٹس ہوتا ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر پاکستان کرتے ہیں دوسرے ججوں کا تقرر جو سپریم کورٹ کے ممبر ہوں چیف جسٹس کے مشورے سے صدر پاکستان کرتے ہیں۔

سپریم کورٹ (عدالت عظمیٰ) ملک کی اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ سپریم کورٹ کا خاص کام یہ ہے کہ وہ اس امر کی یقین دہانی کرے کہ آئین پر عمل اس کی روح کے مطابق ہو رہا ہے۔ لوگوں کے بنیادی حقوق کی پابندی کی جا رہی ہے اور یہ کہ اسمبلی کے بنائے ہوئے قوانین آئین کے مطابق ہیں۔ سپریم کورٹ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تنازعات کو طے کرتا ہے اور صوبوں کے درمیان معاملات کو بھی طے کرتا ہے۔ سپریم کورٹ، ہائی کورٹوں کے فیصلوں کے خلاف دائر کردہ اپیلوں کی سماعت کرتا ہے یہ وفاقی حکومت کو اس وقت قانونی مشورہ بھی دیتا ہے جب ایسا کرنے کی ضرورت ہو۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ آخری ہوتا ہے جو تمام عدالتوں اور حکومت پر لازمی ہوتا ہے۔

سپریم کورٹ کا صدر مقام اسلام آباد میں ہے لیکن یہ کسی جگہ پر بھی کام کر سکتا ہے جس کی منظوری چیف جسٹس نے دی ہو۔

وفاقی محتسب

پاکستان میں وفاقی محتسب کا ادارہ 1983ء میں قائم ہوا تھا یہ ایک عدالتی ادارہ ہے۔ اس ادارے کے سربراہ کو وفاقی محتسب کہا جاتا ہے۔ اس کا خاص کام وفاقی وزارتوں اور سرکاری کارپوریشنوں کے خلاف شکایتیں سننا ہے اور تیزی سے معاملات کے فیصلے کرنا ہے۔ شکایت کی وصولی پر اس کی باقاعدہ جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ شکایت میں مطلب دیا جانا چاہیے اور الفاظ کو مختصر بیان کرنا چاہئے۔ اب اگر شکایت حقیقی ثابت ہوئی تو فوراً ہی کارروائی شروع کر دی جاتی ہے اور متعلقہ وزارت یا ادارے کو وفاقی محتسب کے فیصلے پر عمل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے ہر شخص (مرد یا خاتون) جس کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہو وہ وفاقی محتسب سے رجوع کر سکتا ہے کیونکہ اس کی کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

وفاقی محتسب کا صدر مقام اسلام آباد ہے جس کے چھوٹے دفاتر لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں واقع ہیں۔

نگرانی اور محاسبہ (Checks and Balances)

حکومت کے کسی حصے کو بہت زیادہ اختیارات سے روکنے کے لیے، حکومت کا ہر حصہ دوسرے حصوں کے مقابلے میں زیادہ اختیارات کا حامل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ہر حصہ ان بلوں کو روک سکتا ہے جن کو دوسرے حصے نے منظور کر لیا ہو۔ ایک بل جس کو قومی اسمبلی نے منظور کر لیا ہو اس کو ایوانِ بالا مسترد کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس بات کا فیصلہ سپریم کورٹ کر سکتا ہے کہ جس بل کو پارلیمنٹ اور صدر نے منظور کر لیا ہو وہ اس لیے قانون نہیں بن سکتا کیونکہ یہ آئین سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے آئین سپریم کورٹ کے اہم کردار کی بنا پر عدلیہ اور انتظامیہ کی بتدریج علیحدگی کے لیے کہتا ہے۔

شہریوں کا کردار

شہریوں کی حیثیت سے ہمیں کچھ امور انجام دینے ہیں مثلاً ٹیکس ادا کرنا۔ قانون کی اطاعت کرنا اپنے ملک سے وفادار رہنا وغیرہ لیکن جمہوریت میں بطور شہری ہمیں کچھ زیادہ کام کرنا ہوتے ہیں۔

ایک جمہوریہ میں شہریوں کو بہت سے اختیارات حاصل ہیں کیونکہ قومی اسمبلی کے لیے وہ خود اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں اور اُن کے ذریعے سینیٹروں، صدر اور وزیر اعظم کا انتخاب کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بل کو قانون بننے سے روکنے یا اُس میں ترمیم کرنے کا حق حاصل ہے ہم عوام کی حیثیت سے انتخابات کے ذریعے حکومت پر کنٹرول حاصل کر سکتے ہیں۔

اسمبلی کے لیے ممبروں کا انتخاب کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم محض پولنگ اسٹیشن پر ووٹ دینے جائیں مؤثر طریقے سے ووٹ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے شہری بن جائیں جن کو ملک کو درپیش مسائل کا علم ہو ہم اس کو اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہم اخبار پڑھیں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خبریں سنیں اور برادری میں دوسروں کے ساتھ گفتگو کریں۔ ہمیں ان پارٹیوں کے بارے میں معلومات ہونی چاہییں جو انتخابات میں حصہ لیتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے منشور کیا ہیں اور ان کے منصوبے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا کیا ہیں جو ملک کو درپیش ہیں اور یہ کہ متعلقہ پارٹی نے ماضی میں کس طرح کام کیا ہے۔ سیاسی جماعتیں اپنے جن امیدواروں کو انتخاب میں کھڑا کرتی ہیں ہمیں ان افراد کے چال چلن سے بھی واقفیت ہونی چاہئے جو انتخاب میں کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ انتخاب سے پہلے انہوں نے اپنی برادری، شہر

اور ملک کے لیے کیا کیا خدمات انجام دی ہیں۔

اکثر و بیشتر لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ بطور شہری ان کو محض مسائل کی معلومات کافی ہیں اور انتخابات میں صرف ووٹ دینا چاہیے لیکن بطور شہری ہماری ذمہ داری کہیں زیادہ ہے ہمیں انتخابات کے بعد کہیں زیادہ بڑا کردار ادا کرنا ہے مسائل اور معاملات جو ملک کو درپیش ہیں وہ ہم سب پر اثر انداز ہوتے ہیں ہمیں مسائل سے زیادہ واقفیت ہونی چاہیے ہمیں دوسرے شہریوں کے ساتھ زیادہ بحث و مباحثے میں حصہ لینا چاہئے اور اس طرح کے فیصلے کرنے میں فعال طریقے سے شریک ہونا چاہیے کہ مسائل کو کس طرح حل کیا جائے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حکومت کس طرح اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ اگر حکومت اپنے فرائض عمدہ طور پر ادا نہ کرے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ انھیں دوبارہ منتخب نہ کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ آئین سے کیا مراد ہے ؟ایک آئین کسی ملک کے لیے اہم کیوں ہے ؟

2۔ اصطلاحات وفاقی، جمہوریہ اور اسلامی کا کیا مطلب ہے ؟

3۔ تین بکس بنایئے جو حکومت کی تین شاخوں کی نمائندگی کریں۔ ان کے اندر ہر ایک کا کام درج کیجیے۔

4۔ قومی اسمبلی کے ممبران (ایم این اے) کس طرح منتخب ہوتے ہیں ؟

5۔ جمہوریت میں ایک شہری کا کردار کیا ہوتا ہے ؟

(ب) عملی کام

1۔ ایک بل کو پاس کر کے قانون بنانے کے سلسلے میں ایک نقلی اجلاس منعقد کریں۔ کلاس کو دو حصوں میں تقسیم کریں جس میں سے بڑا گروپ بطور قومی اسمبلی کام کرے جبکہ چھوٹا

گروپ سینیٹ (ایوانِ بالا) کا کام کرے ایک طالب علم کو بطور صدر منتخب کرلیں۔ طلبہ کلاس کے لیے ایک مسودۂ قانون تجویز کریں جو وہ اپنی کلاس کے لیے بنانا چاہتے ہوں وہ طالب علم جن کا تعلق قومی اسمبلی سے ہو وہ اس پر بحث کریں اور ووٹ دیں۔ اس کو ایوانِ بالا میں بحث اور ووٹ کے لیے جانے دیں اگر دونوں ایوانوں میں اس کو اکثریت سے ووٹ حاصل ہو جائیں تو اس کو قانون کی شکل میں پاس کرنے کے لیے صدر کو بھیج دیں۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ ایک اجلاس کے دوران اسمبلی میں جائیں اور مشاہدہ کریں کہ اس کو کس طرح چلایا جاتا ہے۔

پندرھواں باب

اپنے مسائل سمجھنا

ہر ملک کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مسائل سے نمٹنا ضروری ہے کیونکہ وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ چوتھی کلاس میں ہم نے اپنے صوبہ سندھ کے کچھ مسائل کے بارے میں پڑھا۔ سیم و تھور، ناخواندگی اور صحت کے کچھ مسائل پر بحث کی گئی تھی۔ اب ہم پورے ملک کو درپیش بعض مسائل پر بحث کریں گے۔

ماحولیاتی آلودگی

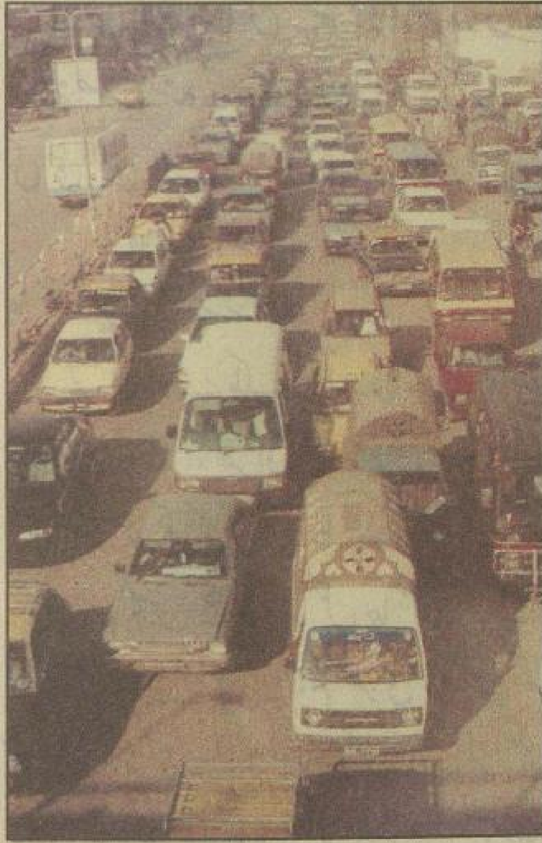
ہمارے ملک کی آبادی میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اِس کی آبادی 130 ملین سے زیادہ ہے۔ ہم سب کو غذا، گھر اور کپڑے کی ضرورت ہے۔ ہمیں روزگار کی بھی ضرورت ہے تاکہ ہم آرام دہ زندگی گزار سکیں۔ زندگی کو آسان بنانے کے لیے ہم بہت سے قدرتی وسائل استعمال کرتے ہیں۔ ہم زمین سے کوئلہ، تیل اور گیس جیسے وسائل حاصل کرتے ہیں جنھیں ہم ایندھن کے طور پر اپنی کاروں اور فیکٹریوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ہم لکڑی حاصل کرنے کے لیے جنگلات کو کاٹتے ہیں تاکہ فرنیچر تیار کرسکیں یا کاشتکاری کے لیے زمینوں کو صاف کرسکیں۔ بعض اوقات اپنے استعمال کے لیے کافی وسائل جمع کرتے وقت ہم اپنے ماحول کو خراب کرلیتے ہیں۔ ہم اوزون کی تہہ کو ختم کر رہے ہیں اور اپنی آب و ہوا کو زیادہ گرم بنا رہے ہیں جس سے زمین پر ہماری زندگی کو خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔

زمینی وسائل صرف انھی لوگوں کے لیے اہم نہیں ہیں جو اب رہ رہے ہیں۔ بلکہ مستقبل کی نسلوں کو بھی ان وسائل کی ضرورت ہوگی جو زمین فراہم کرتی ہے۔

فضائی آلودگی

ہمیں سانس لینے کے لیے ہوا کی ضرورت ہے۔ تازہ ہوا میں آکسیجن موجود ہوتی ہے جس کی ہمیں

زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہے۔ ہماری ہوا میں بہت سے مادے شامل ہیں جو ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان میں بہت سے نقصان دہ مادے ہوا میں اس وقت شامل ہو جاتے ہیں جب ہم چیزیں استعمال کرتے ہیں یا بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر بجلی گھر، کاریں، بسیں، ٹرک اور بہت سے کارخانے پیٹرول یا ڈیزل جلاتے ہیں۔ جن سے کئی قسم کی گیسیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں نائٹروجن، کاربن مونو آکسائیڈ اور کاربن ڈائی آکسائیڈ شامل ہیں جو فضا کو آلودہ کرتی ہیں۔ جب ہم ان گیسوں سے آلودہ ہوا میں سانس لیتے ہیں تو ہم بیمار پڑ جاتے ہیں اور سانس کی بیماریاں اور پھیپھڑے کا سرطان پیدا ہو جاتا ہے۔



بجلی گھروں، کارخانوں اور موٹر گاڑیوں سے باہر نکلنے والی بعض گیسیں فضا میں نمی سے مل کر سلفیورک ایسڈ اور نائٹرک ایسڈ بن جاتی ہیں۔ بارش کے بادل ان تیزابوں کو جذب کر لیتے ہیں اور دوبارہ زمین پر تیزابی بارش کی صورت میں گرتے ہیں۔ تیزابی بارش شدید نقصان پہنچا سکتی ہے۔ یہ درختوں کو تباہ کرتی ہے۔ جن کے ساتھ بہت سے جنگلی جانوروں اور پرندوں کے ٹھکانے بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ جب تیزابی بارش جھیلوں اور دریاؤں پر ہوتی ہے تو یہ پانی میں مچھلیوں اور پودوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ شہروں میں تیزابی بارش عمارتوں کی بنیادوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔

کئی سال پہلے پیٹرول میں سیسہ ملایا گیا تا کہ کار انجن بہتر طور پر چلیں۔ یہ سیسہ انجنوں میں سے گزرتا ہوا ایگزاسٹ سسٹم کے ذریعہ فضا میں شامل ہو گیا۔ یہ سیسہ زہر آلود ہوتا ہے۔ سیسے سے آلودہ فضا میں طویل عرصے تک سانس لینے سے دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حکومت پاکستان نے سیسہ ملے ہوئے پیٹرول کے استعمال پر پابندی عائد کر دی ہے۔ امید ہے کہ چند برسوں میں کوئی ایسی کار نہیں ہو گی جو سیسہ ملے ہوئے پیٹرول سے چلے۔ موٹر گاڑیوں، کارخانوں اور بجلی گھروں سے نکلنے والے کیمیائی مادّے اور زہریلی گیسوں کو روکنے کے لیے اس طرح کا قدم اٹھانا بہت ضروری ہے۔

زمینی آلودگی

پاکستان روزانہ گھروں اور صنعتوں دونوں سے بہت سی ٹھوس ناکارہ اشیاء (کوڑا کرکٹ) پیدا کرتا ہے۔ ہمارے گھروں کا کچھ کوڑا کرکٹ جمع کر کے نشیبی زمین پر ڈال دیا جاتا ہے جب کہ باقی کو وہیں چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں اسے پھینکا گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں بڑے شہروں کے بہت سے حصوں میں یا اس علاقے کے ارد گرد غیر صحت مندانہ اور ناخوشگوار صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔

اس سے زیادہ تشویش ناک بات صنعتوں کی ٹھوس ناکارہ اشیاء کو ٹھکانے لگانا ہے۔ صنعتوں کی ناکارہ اشیاء کو اسی طرح ایک جگہ جمع کر دیا جاتا ہے جس طرح گھروں کے کوڑا کرکٹ کو جمع کیا جاتا ہے یا پھر کارخانوں کے قریب ڈال دیا جاتا ہے۔ ان ناکارہ اشیاء میں زیادہ تر زہریلے مادّے شامل ہوتے ہیں جو قریب رہنے والے لوگوں کی صحت کے لیے شدید مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔ جب نشیبی زمین ناکارہ اشیاء سے بھر جاتی ہے تو اسے ڈھانپ دیا جاتا ہے پھر اسے رہائش گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ زہریلے مادے وہاں رہنے والے لوگوں کے لیے مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔

جنگلات کو صاف کرنا

قدرتی جنگلات کی مستقل تباہی کو جنگلات صاف کرنا کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے چوتھی کلاس میں پڑھا تھا، آج دنیا کے بہترین کھیت کبھی جنگلات تھے۔ پھر جنگلات کی کٹائی شروع ہوئی۔ کیونکہ زراعت اور



زیادہ سے زیادہ لوگوں کے رہنے کی غرض سے جگہ فراہم کرنے کے لیے زیادہ زمین کی ضرورت تھی۔
جنگلات کی کٹائی سے ماحول پر فوری اور طویل مدت، دونوں قسم کے اثرات پڑتے ہیں۔ اس سے جنگلی جانوروں کے قدرتی ٹھکانوں اور قدرتی وسائل کا فوری نقصان ہوتا ہے۔ طویل مدت کے اثرات میں جنگلات کا آہستہ آہستہ صحراؤں میں تبدیل ہونا شامل ہے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ پودے زمین پر ایک قسم کی حفاظتی چادر بنا لیتے ہیں۔ اُن کے وجود سے زمین پر بارش کے پڑنے والے قطروں کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اس طرح زمین کا کٹاؤ کم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں درختوں کی جڑیں مٹی کو تھامے رکھتی ہیں۔ جنگلات کو صاف کرنے سے یہ حفاظتی چادر ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے بارشوں کے دوران مٹی کا اوپر والا حصہ ضائع ہو جاتا ہے اور مٹی کو تھامے رکھنے کے لیے درختوں کی جڑیں نہیں ہوتیں۔ اس لیے مٹی کے تودے گرتے ہیں۔ جیسے کہ پاکستان کے شمال میں ہوتا ہے جہاں اب پہاڑوں پر درخت نہیں رہے۔

آبی آلودگی

جہاں آپ رہتے ہیں کیا وہاں نزدیک کوئی دریا ہے؟ بہت سے شہر، قصبے اور دیہات دریاؤں کے کنارے آباد ہیں۔ دریا ہمیں پینے اور فصلوں کی کاشت کے لیے پانی فراہم کرتے ہیں۔ دریا بہت سی مچھلیوں اور آبی پودوں کے "مسکن" یعنی ٹھکانے ہوتے ہیں۔ ہمارے دریا آبی راستے بھی ہیں جو ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ دریا جو ہمارے لیے بہت مفید ہیں، آہستہ آہستہ آلودہ ہوتے جا رہے ہیں۔

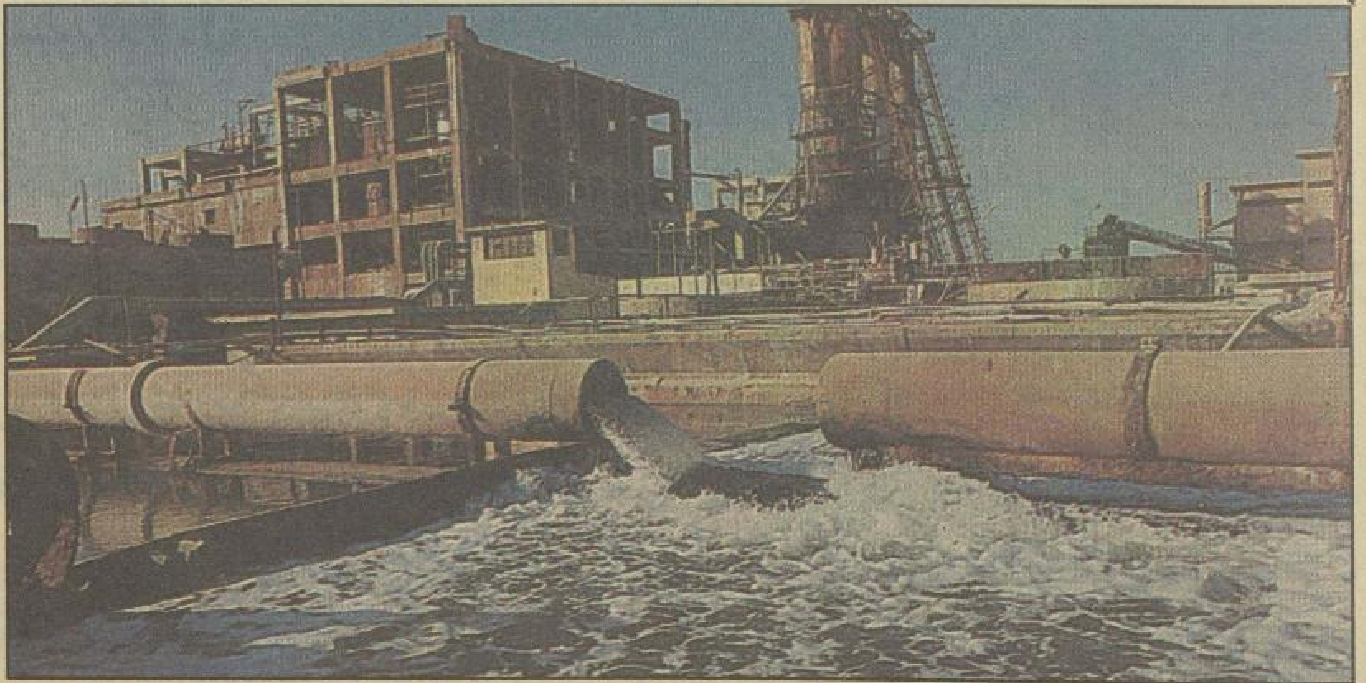
اکثر دریا اور پانی کی فراہمی کے دوسرے ذرائع تین طریقوں سے آلودہ ہوتے ہیں۔ ان میں ہمارے گھروں کا گندا پانی، زہریلی دھاتیں اور صنعتوں کے تیزاب اور زراعت میں استعمال ہونے والی کیڑے مار دوائیں اور مصنوعی کھاد کے کیمیکلز شامل ہیں۔

انسانی فضلہ جسے گندا پانی کہتے ہیں، دریاؤں اور ندیوں میں بہا دیا جاتا ہے جو پاکستان میں آبی آلودگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ہلاک ہونے والے ہر سو شیر خوار بچوں میں سے 60 بچے آلودہ پانی پینے سے پیدا شدہ بیماریوں سے مرتے ہیں۔ انسانی فضلہ دوسرے گندے پانی سے مل کر پانی میں سڑ جاتا ہے۔ جوں جوں یہ سڑتا جاتا ہے یہ قیمتی آکسیجن کو ختم کر دیتا ہے جس سے پانی مچھلیوں کی افزائش کے لیے

غیر مناسب ہو جاتا ہے۔ لاہور شہر کے نکاسیِ آب کا پانی دریائے راوی میں ڈالنے سے آبی آلودگی کے نتیجے میں مچھلیوں کی افزائش میں بڑی حد تک کمی آگئی ہے۔

کارخانوں کا گندا پانی، نہروں اور دریاؤں میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے ان کا پانی آب پاشی، جانوروں اور انسانی استعمال کے قابل نہیں رہتا۔

کھیتی باڑی سے آبی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مصنوعی کھاد اور کیڑے مار دوائیوں میں کیمیکلز ہوتے ہیں۔ یہ کیمیکلز مٹی میں جذب ہو جاتے ہیں اور نکاسیِ آب کے ذریعہ ندیوں اور دریاؤں میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ کیمیکلز مچھلیوں کی موت کا سبب بنتے ہیں۔ ان میں سے بعض کیمیکلز مچھلیوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب ہم ان مچھلیوں کو کھاتے ہیں تو اس کا اثر ہم پر پڑتا ہے۔ کنوؤں میں زیرِ زمین پانی میں یہ کیمیکلز موجود ہوتے ہیں۔ جب اسے پینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تو وہ بالغوں اور بچوں میں خون کی خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔ خدشہ ہے کہ پاکستان میں ایک ہزار افراد ہر سال ان کیمیکلز کی وجہ سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔



آلودہ پانی

اندازہ لگایا گیا ہے کہ ماحول کی تباہی سے ہمیں ہر سال 1.8 بلین ڈالر کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کے لیے کیا کیا جارہا ہے؟ حکومت نے تمام صوبوں میں ماحول کے تحفظ کا محکمہ قائم کر رکھا ہے۔ لیکن وہ آلودگی کم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ماحول کے تحفظ کے پاکستان ایکٹ 1997ء میں ایک ماحولیاتی

ٹریبونل قائم کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ لیکن اب تک صرف ایک ٹریبونل پنجاب میں قائم کیا گیا ہے۔

ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم کئی سطحوں پر اقدامات کر سکتے ہیں۔ ایک فرد کی حیثیت سے ہم کاغذ، پلاسٹک، شیشے کی بوتلوں اور ٹین کے ڈبوں کا استعمال کم کر سکتے ہیں یا پھر ناکارہ چیزوں کو دوبارہ کار آمد بنا کر انھیں استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے کپڑے دھونے کے لیے ماحول دوست کیمیائی مادے استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم مختلف جگہوں پر جانے کے لیے جو زیادہ فاصلے پر نہ ہوں گاڑی استعمال کرنے کی بجائے پیدل ہی چل سکتے ہیں اور ہم اپنی کاروں کے انجنوں کی سروس کرا سکتے ہیں تاکہ ان کے دھویں سے فضا میں آلودگی پیدا نہ ہو۔ ہم اپنے اردگرد کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے دوسروں کے ساتھ مل کر گروپ بنا سکتے ہیں۔ ہم فرد کی حیثیت سے یا گروپوں میں اخبارات، متعلقہ سرکاری محکموں یا اپنے نمائندوں کو خطوط لکھ کر ایسے قوانین بنوا سکتے ہیں تاکہ نئے مسائل سے نمٹا جا سکے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک کوئی کاروائی نہیں کی جاتی۔

بے روزگاری

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ آپ کے والدین کیوں کام پر جاتے ہیں؟ وہ ایسا پیسہ کمانے کے لیے کرتے ہیں جس سے وہ آپ کے کھانے کے لیے غذا، پہننے کے لیے کپڑے، اسکولوں کی کتابیں اور آپ کی اسکول فیس ادا کر سکیں۔

تاہم ہمارے ملک میں بہت سے لوگوں کو کام نہیں ملتا کیونکہ دستیاب ملازمتوں کی تعداد ان لوگوں کی تعداد سے بہت کم ہے جو کام کرنا چاہتے ہیں۔ اسے بے روزگاری کہتے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس روزگار نہیں ہوتا۔ ان کے پاس پیسہ نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ اپنی غذا، کپڑوں اور باقی ضروریات کے لیے دوسرے لوگوں پر انحصار کرتے ہیں۔ ہم تصور کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر مشکل ہوتا ہوگا اگر لوگ اپنے خاندان والوں کو کھانا نہیں کھلا سکتے اور کپڑے فراہم نہیں کر سکتے۔

ہمارے ملک میں بے روزگاری کی کیا وجوہات ہیں؟ ایک وجہ آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہونا ہے۔ کاروباری افراد زیادہ ٹیکس یا کسی اور خوف کی وجہ سے مزید کارخانے قائم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

ہمارے ملک میں بے روزگاری کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ عام لیکن بے مقصد تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ

ملازمتیں مستقل اور محفوظ ہوتی ہیں۔ جنھیں اس میں کامیابی نہیں ہوتی ان کے لیے دوسری ملازمتیں حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں ضروری علم و مہارت کی کمی ہوتی ہے لہٰذا وہ بے روزگار رہتے ہیں۔

بے روزگاری بہت سے سماجی مسائل کا سبب ہے۔ مثال کے طور پر بے روزگاری میں اضافے کے ساتھ جرائم میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ بے روزگاروں کے مسائل اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کسی ملک پر بڑا بوجھ ہوتے ہیں۔

حکومت مقامی اور غیر ملکی کاروباری افراد کو نئے کارخانوں اور کاروبار میں سرمایہ کاری کرنے پر آمادہ کر کے بے روزگاری کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں "خود روزگار اسکیم" کی طرح کئی نئی اسکیمیں شروع کی گئی ہیں جن کے تحت بہت سے نوجوانوں نے اپنا کاروبار شروع کیا ہے۔ تعلیمی نظام میں تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں تاکہ نوجوان لوگ ایسا علم و ہنر حاصل کرنے کی طرف راغب ہوں جس سے وہ اپنی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں گے۔

قانون کی پابندی

آپ کے گھر میں آپ کے والدین بعض اصول اور قاعدے بناتے ہیں جن کی خاندان کے تمام ارکان کو پابندی کرنا پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر وہ ایسا وقت مقرر کر سکتے ہیں جب ہر شخص کو صبح اٹھنا ہوتا ہے اور اسکول اور کام پر جانے کے لیے تیار ہونا ہوتا ہے۔ وہ کھانے کا وقت بھی مقرر کر سکتے ہیں۔ ایک اصول کے تحت آپ کے لیے دو گھنٹے پڑھنا ضروری ہوتا ہے، جب آپ اسکول سے گھر آئیں اور پھر اسکول کا کام مکمل کرنے کے بعد آپ کو کھیلنے یا ٹیلی ویژن پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ آپ کے والد آپ کو اصول کی خلاف ورزی کے نتائج سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے اپنا ہوم ورک نہیں کیا ہے تو آپ کو ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اگر آپ وقت پر کھانے کے لیے نہیں آئیں گے تو آپ کو کھانے کے لیے میٹھی ڈش نہیں ملے گی۔ آپ کے خیال میں آپ کے والدین یہ اصول اور قاعدے کیوں بناتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اصول اور قاعدے توڑنے کے کچھ نتائج ہوں گے۔ ہاں وہ یہ اصول اور قاعدے اس لیے بناتے ہیں کہ گھر آسانی سے چلے اور ہر شخص پُر امن طور پر رہے۔

جس طرح گھر میں کچھ اصول اور قاعدے ہوتے ہیں جن کی خاندان کے تمام ارکان کو پابندی کرنا

ہوتی ہے، اسی طرح ہر ملک میں قوانین ہوتے ہیں جن کی تمام شہریوں کو پابندی کرنی چاہیے۔ قوانین معاشرے کے ٹھیک طور سے کام کرنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ قوانین کے بغیر ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق کرنے میں آزاد ہوگا۔ معاشرے میں مکمل بد نظمی ہوگی۔ کسی کے لیے سکون سے رہنے اور اپنے ملک کی بھلائی اور خوشحالی کے لیے کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔

پاکستان کے قیام کو 53 سال ہو گئے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے وقت بہت سے قوانین موجود تھے اور ان پر آج بھی عمل درآمد ہوتا ہے۔ تاہم جوں جوں وقت اور صورتحال میں تبدیلی آتی ہے، ان قوانین میں موجودہ وقت کے مطابق اور ضرورت سے نمٹنے کے لیے ترمیم کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کچھ عرصہ پہلے ایک قانون ایسی پرانی عمارات کی حفاظت کے لیے منظور ہوا جو اپنے ڈیزائن کے اعتبار سے نایاب ہوں۔ یہ عمارات "تعمیری ورثہ" کہلاتی ہیں۔ اب کسی شخص کو ان عمارتوں کو تباہ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

دنیا بہت بدل چکی ہے۔ آج انٹرنیٹ ہے جو نہ صرف معلومات جمع کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے اشیاء خریدنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسے قوانین موجود نہیں ہیں جس سے اس کا غلط استعمال کرنے والوں کو سزا ملے۔ اس لیے نئے قوانین کی ضرورت پڑتی ہے۔

چودھویں باب میں ہم نے سیکھا ہے کہ قانون کس طرح بنائے جاتے ہیں۔ لوگوں کے منتخب نمائندے معاشرے کی خوشحالی اور اچھی حکومت کے لیے قوانین وضع کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کو منتخب کر کے ہم انھیں اپنے لیے قانون بنانے کا اختیار دیتے ہیں۔

پاکستان میں کچھ لوگ قاعدہ قانون کی پابندی نہیں کرتے، وہ سرخ بتی پر نہیں رکتے، وہ بجلی چوری کرتے ہیں۔ وہ امتحان میں نقل کرتے ہیں، وہ ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ آپ نے لوگوں کو رشوت کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے سنا ہوگا۔ بدعنوانی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب بااختیار افراد کسی کی ناجائز حمایت کریں تاکہ اس کے بدلے انھیں رقم یا تحفے وصول ہوں۔ مثال کے طور پر ایک پولیس والا ٹریفک قوانین کو توڑنے والے کا چالان کرنے کی بجائے اس سے پیسے لے لیتا ہے۔ ایک اور مثال انکم ٹیکس افسر کی ہے جو انکم ٹیکس دینے والے سے ٹیکس میں کمی کرنے کے بدلے رشوت لیتا ہے۔ ایک بینکار صحیح طریقِ کار اختیار نہ کرنے کی بجائے کسی وزیر کے دوست کے لیے قرضہ منظور کرتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے بینکار کو پیسہ یا دوسری رعایتیں مل

طلبہ اپنی سوچ کے مطابق اپنے ساتھی سے گفتگو کریں کہ والدین اصول کیوں بناتے ہیں اور انہیں توڑنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے

سکتی ہیں۔ یہ صحت مند رجحان نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے عام لوگوں کو نقصان ہوتا ہے۔ کرپشن کا مطلب ہے کہ حکومت کو لوگوں کے لیے مزید اسکول، اسپتال یا گھر تعمیر کرنے کے لیے رقم نہیں ملتی۔

ملک کے قوانین کو توڑنا جرم ہے جس کے لیے اسے گرفتار کر کے سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن جب کرپشن ہو، جرم کرنے والوں کو سزا دینے کی بجائے ان سے رشوت لی جاتی ہو تو اس کا نتیجہ لاقانونیت اور سماجی اور اخلاقی نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہمیں خود قاعدے قانون کی پابندی کرنی چاہیے اور دوسروں سے ان کا احترام کرانا چاہیے۔

غذا کی کمی (ناقص اور ناکافی غذا اور اکثر و بیشتر بیماری)

تمام لوگوں کے زندہ رہنے، ترقی اور صحت کا انحصار معقول مقدار میں قوت بخش غذا پر ہے اور قوت بخش غذا شیر خوار، نو عمر بچوں اور حاملہ عورتوں کے لیے ضروری ہے۔ جن بچوں کو مناسب مقدار میں قوت بخش غذائیں نہیں ملتیں وہ ان بچوں کے مقابلے میں زیادہ بیمار پڑتے ہیں، جنھیں مناسب مقدار میں قوت بخش غذا ملتی ہے۔ وہ غذائی کمی کے باعث ملیریا، بخار یا دستوں کے نتیجے میں مر جاتے ہیں۔ غذائی کمی کے شکار بچے جو زندہ بچ جاتے ہیں، ان کے معذور ہونے اور زیادہ بیمار پڑنے کا امکان ہے۔ ان میں شوق کی کمی ہوتی ہے۔ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے اور اپنے ماحول کا کھوج لگانے کے لیے ان میں بہت کم توانائی ہوتی ہے یا بالکل نہیں رہتی۔ اس کے نتیجے میں ان کی ذہنی نشوونما متاثر ہوتی اور ان میں سیکھنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ حاملہ عورتوں میں غذا کی کمی سے بچوں کی ذہنی نشوونما رک سکتی ہے۔ غذا کی کمی کی شکار عورتوں کے بچے قد میں چھوٹے اور وزن میں کم ہوتے ہیں۔

غذائی کمی غذا میں پروٹین والی غذاؤں مثلاً دودھ، گوشت، مچھلی اور توانائی کی غذاؤں مثلاً چاول، چینی اور گندم کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کمی اہم معدنیات مثلاً فولاد، زِنک، آیوڈین اور اہم وٹامن مثلاً وٹامن اے کے ناکافی مقدار میں استعمال سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

پاکستان جیسے غریب ملک میں بھی بچوں اور عورتوں کی صحت و نشوونما کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ سستی پروٹین والی غذا جیسے کہ پھلیاں، مٹر اور انڈے اور توانائی والی غذائیں جیسے آلو اور گیہوں کھائی جاسکتی ہے۔ ہماری پچاس فی صد سے زائد آبادی کو آیوڈین ملے نمک کے استعمال سے آیوڈین کی کمی سے پیدا ہونے والی

ذہنی پسماندگی کو روکنے میں مدد مل رہی ہے۔ بہت سے بچے ملیریا میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ زِنک اور وٹامن اے کے استعمال سے ملیریا یا بخار کے خلاف قدرتی مزاحمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایک سال میں زِنک اور وٹامن اے کی فراہمی پر صرف 100 روپے فی بچہ خرچ آتا ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ بے روزگاری کیا ہے؟ بے روزگاری سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں؟
2۔ رشوت ستانی کے کیا معنی ہیں؟ یہ معاہدے کو کس طرح تباہ کرتی ہے؟
3۔ نامناسب غذا کیا ہے؟ ہم اس نامناسب غذائیت کو روکنے کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں؟
4۔ مندرجہ ذیل جدول کو پُر کیجیے۔

آلودگی کی اقسام	اسباب	اثرات	آلودگی کم کرنے کے طریقے

(ب) عملی کام

1۔ ایک پوسٹر تیار کیجیے۔ جس میں وہ اسباب، تاثرات اور طریقے بتائے گئے ہوں۔ جن کے ذریعے ان میں سے کسی ایک مسئلے کو حل کیا جا سکے جن کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔ اس پوسٹر کا مظاہرہ اپنے اسکول میں کیجیے۔

2۔ ایک ہفتے تک اخبارات کا مطالعہ کیجیے۔ جن مسائل کا مطالعہ آپ کر چکے ہیں ان سے تعلق رکھنے والے آرٹیکلز کو کاٹ کر ایک سافٹ بورڈ پر لگا کر اپنے کلاس میں مظاہرہ کیجیے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ خشک راشن مثلاً گیہوں، چاول، دال اور چینی حاصل کیجیے ان اشیا کو کسی ایسی تنظیم کو بھیجیے جو بچوں اور خواتین کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے کام کرتی ہو۔

سولھواں باب

عوام کو فراہم کی جانے والی سہولتیں

ہر حکومت کا یہ فرض اور ذمے داری ہے کہ وہ عوام کو تعلیم، صحت کی نگہداشت، ٹرانسپورٹ اور رسل ورسائل کی سہولتیں فراہم کرے۔ یہ سہولتیں، ہر فرد اور پورے معاشرے کی صحت مند افزائش اور ترقی کے فروغ میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اس کام کی انجام دہی کے لیے حکومت شہریوں سے ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ٹیکسوں کی وصولیابی سے جمع کی گئی رقم میں سے کچھ رقم حکومت اسکولوں کو تعمیر کرنے اور چلانے اور دوسری سہولتیں فراہم کرنے پر خرچ کرتی ہے۔ بہت سی سہولتیں ایسی ہیں جنھیں حکومت شہریوں کو فراہم کرتی ہے۔ اس باب میں ہم تین اہم سہولتوں یعنی تعلیم صحت اور بینک کو چلانے کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

تعلیم

تعلیم کو اہم ترین عوامی خدمت تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد ایسے شہری مہیا کرنا ہے جو اچھے تعلیم یافتہ اور ہنر مند ہوں تاکہ وہ فعال اور ذمے دار شہری بن کر ابھریں۔ وہ معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی حلقوں میں ترقی اور نشوونما کے لیے کام کریں۔ تعلیم ایک جمہوری معاشرے کے ارتقاء کے لیے ضروری ہے۔

جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے، حکومت پاکستان نے اپنے دستیاب ذرائع سے تمام لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے زبردست کوششیں کی ہیں۔ ملک میں تعلیم کو فروغ دینے کے لیے وفاقی سطح پر ایک وزارتِ تعلیم قائم کی ہے اور صوبائی سطح پر تعلیمی محکمے قائم کیے گئے ہیں۔ خاص طور پر یہ صوبائی حکومتوں کی ذمے داری ہے کہ وہ اسکول جانے کی عمر کے تمام بچوں کو تعلیم فراہم کریں اور اُن کو ابتدائی، ثانوی، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر سہولتیں فراہم کریں۔ وفاقی حکومت نے خود اپنے اسکول اور کالج قائم کر رکھے ہیں۔ یہ ان مخصوص منصوبوں کے لیے امداد فراہم کرتی ہے جن کو صوبے چلاتے ہیں۔

حکومت نے اگرچہ بہت سے اسکول اور کالج قائم کر رکھے ہیں لیکن تعلیمی ادارے جو حکومت چلاتی

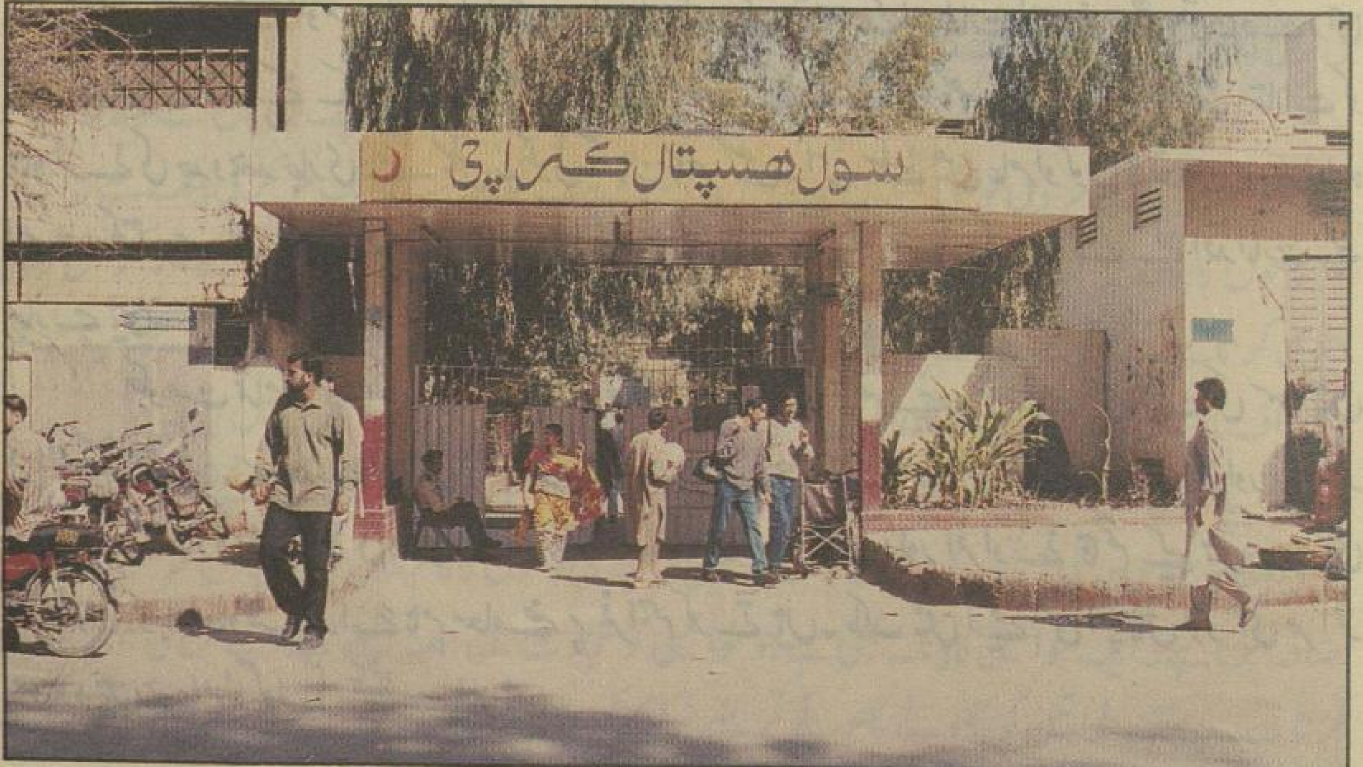
ہے وہ تمام طلبہ کی ضرورت پوری نہیں کر سکتی۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بہت سے طبقوں، تعلیمی معاشروں اور نجی افراد نے اسکول اور کالج قائم کیے ہیں تاکہ اس اہم شعبے میں حکومتی کوششوں میں ہاتھ بٹایا جاسکے۔

نجی شعبے کے بہت سے ادارے بچوں اور نوجوانوں کو نفع لیے بغیر تعلیم فراہم کرتے ہیں مگر اُن میں چند ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ فیسیں وصول کرتے ہیں۔

آج کل نئے نئے مضامین اور علوم و فنون پر زیادہ زور دیا جارہا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر سائنس دو ایسے شعبے ہیں جو تیزی سے ترقی کر رہے ہیں۔ آج کی دنیا میں کمپیوٹر کی خواندگی ایک بنیادی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ خواندگی کا پرانا تصور قطعی تبدیل ہو گیا ہے۔ جب تک کوئی شخص کمپیوٹر کی تعلیم کا حامل نہ ہو اس کو جدید اصطلاح میں تعلیم یافتہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔

صحت

ہر شخص بیمار ہوتا ہے۔ کبھی کبھی سب سے زیادہ صحت مند شخص بھی بیمار ہو سکتا ہے۔ جب لوگ بیمار ہوتے ہیں تو وہ کسی کلینک یا اسپتال میں جاتے ہیں۔ وہاں ڈاکٹر ان لوگوں کا معائنہ کرتے ہیں اور دوائیں



سول اسپتال ، کراچی

تجویز کرتے ہیں تاکہ وہ صحت مند ہو جائیں۔

اسپتال عوامی خدمت کے ادارے ہیں اور بیماروں کی فلاح و بہبود کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اسپتالوں میں جاتے ہیں۔ اسپتالوں میں بیرونی مریضوں کے لیے شفاخانے اور اندرونی مریضوں کے لیے رہائشی وارڈ ہوتے ہیں۔ بڑے اسپتالوں میں مختلف بیماریوں کے لیے مختلف وارڈ ہوتے ہیں۔ کینسر کے مریضوں کے لیے ایک وارڈ ہو سکتا ہے جب کہ امراضِ قلب کے مریضوں کے لیے دوسرا وارڈ ہو سکتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ بچوں اور خواتین مریضوں کے لیے بھی علیحدہ وارڈ ہوتے ہیں۔

حکومت نے شہری اور دیہاتی علاقوں میں لوگوں کو طبّی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے بھی اسپتال قائم کر دیے ہیں۔ اسپتالوں کے ساتھ ساتھ صحت کی سہولتوں کا جال بچھا ہوا ہے جن میں بنیادی صحت کے یونٹ (BHU) اور دیہاتی صحت کے مراکز (RHC) قائم ہیں۔ حکومت، طبّی کارکنوں کو پیشہ ورانہ تربیت بھی فراہم کرتی ہے جو صحت کے نظام کے لیے درکار ہوتے ہیں مثلاً نرسیں، ڈاکٹر، دواساز اور ٹیکنیشن وغیرہ۔

وہ لوگ جو بیمار ہوتے ہیں ان کا علاج بے شک ضروری ہے مگر زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ بیماری کو روکا جائے۔ حکومت اس سلسلے میں بیماریوں کی روک تھام کے اقدامات کرنے پر بھی توجہ دے رہی ہے۔ بیماریوں کو روکنے کے سلسلے میں تعلیم دلانے، مفت ٹیکے لگانے اور مچھروں کی پیدائش کے مقامات کو تباہ کرنے کی جدوجہد جاری ہے۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں۔ اس سلسلے میں عام لوگوں کا تعاون بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ان اقدامات کے علاوہ بچوں کی پیدائش کی شرح کو کنٹرول کرنے کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

حکومت تمام لوگوں کی طبّی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ نجی شعبے بھی صحت کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ بہت سے اسپتال، کلینکس، دواخانے، زچہ بچہ خانے، جذام (کوڑھ) کے مراکز اور نشہ آور ادویات کے عادی اشخاص کی بحالی کے مراکز، مختلف فلاحی تنظیموں اور افراد نے قائم کیے ہیں۔ وہ طبّی سہولتوں کو بلامعاوضہ یا برائے نام معاوضے پر فراہم کرتے ہیں۔ ملک میں ایسے بھی اسپتال اور طبّی مراکز موجود ہیں جو عام لوگوں کی پہنچ سے باہر ہیں۔

بینک اور بچت کی اسکیمیں

بچے عموماً عید پر عیدی حاصل کرتے ہیں۔ آپ اس رقم سے کیا کرتے ہیں؟ آپ اس میں سے کچھ رقم آئس کریم اور کینڈیاں خریدنے پر خرچ کر دیتے ہیں۔ باقی ماندہ رقم اپنے والدین کو دے دیتے ہیں کہ وہ آپ کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ اسی طرح آپ کے والدین کی مانند بالغ افراد اس رقم میں سے جس کو وہ کماتے ہیں، کچھ رقم غذا اور کپڑے خریدنے پر خرچ کر دیتے ہیں اور کچھ بچا لیتے ہیں۔ وہ تھوڑی تھوڑی رقم اس لیے بچاتے ہیں کہ ضرورت کے وقت ان کے پاس کچھ رقم ہو۔ اگر رقم کو گھر پر رکھا جائے تو یہ خرچ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کو چرایا بھی جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کو کسی بینک میں جمع کر دیا جائے یا کسی سیونگ سینٹر (بچت کے مرکز) میں لگا دیا جائے۔

بینک ملک اور قوم کی اقتصادی خوشحالی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ بچت کے لیے لوگوں کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ بینک اپنی بچت کو تاجر پیشہ افراد کو آسان شرائط پر قرض دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ تا کہ وہ اپنی تجارت کو برقرار رکھ سکیں۔ بینک اُن سے کچھ رقم بطور "مارک اپ" حاصل کرتے ہیں۔ جس میں سے ایک حصہ وہ جمع کرنے والوں کو بطور منافع دیتے ہیں۔ اس طرح بینک میں جمع کرنے والوں کی رقم ملک کی ترقی میں استعمال کی جاتی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بینک کا نظام بھی ترقی کر گیا ہے۔ ان میں سے کچھ بینکوں کو حکومت چلاتی ہے دوسروں کو نجی کمپنیاں چلاتی ہیں۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان ایک مرکزی بینک ہے۔ اس کو "بینکوں کا بینک" کہا جاتا ہے۔ یہ دوسرے تمام بینکوں کے عمل کی نگرانی کرتا ہے اور سکے اور کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے۔ نیشنل بینک آف پاکستان بھی اہم بینک ہے جو گورنمنٹ کے کنٹرول میں چلتا ہے۔ یہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ایجنٹ کے طور پر اس شہر میں کام کرتا ہے جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں۔

پاکستان میں مختلف اقسام کے بینک ہیں۔ صنعتی بینک صنعتوں کی افزائش کے لیے کام کرتے ہیں۔ زرعی بینک زراعت کی ترقی کے لیے کام کرتے ہیں۔ تجارتی بینکوں کا کام ملک میں تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کرنا ہے۔ ایک خواتین کا بینک بھی ہے جو خواتین کو تجارت میں حصہ لینے کے لیے اُن کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ یہ بینک خواتین کو چھوٹے چھوٹے قرضے فراہم کرتا ہے۔ تا کہ وہ خود اپنے کاروبار کا آغاز کر سکیں۔

ان بینکوں نے ملک کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاص طور پر زراعت اور صنعت کے شعبوں میں۔ پورے ملک میں نیشنل سیونگ سینٹر بھی کام کررہے ہیں۔ جہاں پر لوگ اپنی رقم کو منافع بخش اسکیموں مثلاً ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس، اسپیشل سیونگ سرٹیفکیٹس اور ریگولر انکم سرٹیفکیٹس میں لگا سکتے ہیں۔ بچت کا دوسرا طریقہ نیشنل پرائز بانڈز کی خریداری ہے۔ انعام کے لیے نام نکلنے کا کام باقاعدگی کے ساتھ ہوتا ہے اور خوش قسمت لوگ بہت اچھی انعامی رقم حاصل کر لیتے ہیں۔

بچت ایک عمدہ عادت ہے۔ اس عادت کو ہم اس وقت اختیار کر سکتے ہیں جب ہم نوعمر ہوتے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ تعلیم کی کیا اہمیت ہے؟ یہ ہر ایک کے لیے حاصل کرنا کیوں ضروری ہے؟
2۔ اسپتال ہمیں کیا سہولت فراہم کرتے ہیں؟
3۔ اُن بینکوں کے نام لکھیے جو کاشتکاروں، صنعت کاروں اور خواتین کو مدد فراہم کرتے ہیں؟
4۔ کیا رقم بچانا ایک اچھی عادت ہے۔ ہمیں اپنی رقم کہاں رکھنی چاہیے؟
5۔ بچت کی اسکیموں کی اہمیت کی وضاحت کیجیے۔

(ب) عملی کام

1۔ کبھی کبھی اسکول میں کھیلتے ہوئے ایک بچہ گر کر زخمی ہو سکتا ہے۔ اس بچے کو ابتدائی طبی امداد (فرسٹ ایڈ) فراہم کریں۔ ایک فرسٹ ایڈ بکس تیار کیجیے۔ اس بات کو یقینی بنائیے کہ ابتدائی طبی امداد کی ضرورت کی سب چیزیں اس کے اندر موجود ہیں۔

(ج) اضافی سرگرمیاں

1۔ کسی قریبی بینک میں کسی بالغ شخص کے ساتھ جائیے اور بینک اکاؤنٹ کھولنے کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے۔

2۔ اپنے کسی واقف کار بچے کو جس کو آپ جانتے ہوں (مثلاً آپ کا پڑوسی یا کوئی اور) جو اسکول جانے کی عمر کا ہو مگر اسکول نہ جاتا ہو اس کی ہمت افزائی کیجیے اور اس سے پوچھیے کہ وہ اسکول کیوں نہیں جارہا اس لڑکے یا لڑکی کو بتائیے کہ اسکول جانے کے کیا فائدے ہیں۔ آپ ان طریقوں پر غور کیجیے جس کے ذریعے آپ یا آپ کے اہلِ خاندان اسکول جانے میں اس کی مدد کرسکتے ہیں۔

سترھواں باب

چند اہم شخصیات

حضرت شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ 1703ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد شاہ عبدالرحیم سے حاصل کی جو اپنے وقت کے مشہور عالم و فاضل تھے۔ صرف 7 برس کی عمر میں شاہ ولی اللہ نے قرآن شریف حفظ کرلیا۔ انھوں نے اپنی تعلیم اُس مدرسے میں مکمل کی جو اُن کے والد کی نگرانی میں چلتا تھا۔ 17 سال کی ابتدائی عمر میں وہ اسی مدرسے میں استاد مقرر ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ ایک ذہین نوجوان مدرّس تھے۔ انھوں نے علمِ حدیث اور اسلامی قانون میں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ وہ فریضۂ حج ادا کرنے مدینہ منورہ گئے اور وہاں مزید مطالعے کے لیے قیام فرمایا۔ اُس کے بعد وہ ہندوستان واپس آئے اور دہلی میں مدرسۂ رحمانیہ کو منظّم کرکے چلایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صرف ایک بڑے عالم ہی نہ تھے بلکہ وہ سیاست میں بھی اچھی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ ان کے دور میں دہلی میں مغل سلطنت کا زوال شروع ہوگیا تھا۔ مسلمان زبردست مشکلات برداشت کررہے تھے۔ مرہٹے روز بروز زور پکڑتے جارہے تھے۔ وہ ملک کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو چکے تھے اور دہلی کے نزدیک پہنچ چکے تھے ایسے حالات میں مسلم قوت کا زوال یقینی ہوگیا تھا۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ نے یہ سب کچھ دیکھا تو انھوں نے مسلمانوں کو خطرات سے خبردار کیا اور اُن کو متحد ہو جانے کا مشورہ دیا۔

احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کا ایک فوجی افسر تھا جب کہ نادر شاہ افغانستان کا بادشاہ تھا وہ ایک افغان سردار تھا۔ نادر شاہ کو قتل کیا گیا تو احمد شاہ ابدالی قندھار کا حکمراں بن گیا۔ اس نے کابل فتح کیا اور افغان سلطنت کی بنیاد رکھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اسے خطوط لکھے اور اُس سے درخواست کی کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کرے۔ احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ پانی پت میں ایک عظیم جنگ لڑی گئی جس میں مرہٹوں کو بری طرح شکست ہوئی اور ان کی قوت منتشر ہوگئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اُن خطرات کی نشاندہی کی جن سے مسلمان دوچار تھے اور بہت ہی نازک وقت میں اُن کی رہنمائی کی۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکامات کے مطابق زندگی بسر کرنے پر ان کی ہمت افزائی کی۔ انھوں نے قرآنِ پاک کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ اُن کا انتقال 1762ء میں ہوگیا۔

سیّد جمال الدین افغانی



سید جمال الدین افغانی

سیّد جمال الدین افغانی 1838ء میں افغانستان میں جلال آباد کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک سیّد خاندان سے تھا۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور پھر اپنے دَور کے بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا وہ حج کرنے عرب گئے۔ وطن واپسی کے دوران وہ شام، عراق، ایران اور ہندوستان ہوتے ہوئے افغانستان واپس آئے تو افغانستان کے بادشاہ دوست محمد نے انھیں اپنے درباریوں میں سے ایک منتخب کرلیا۔ لیکن سیّد جمال الدین افغانی نے درباری زندگی کو پسند نہیں کیا چنانچہ انھوں نے افغانستان چھوڑ دیا اور مصر چلے گئے۔ وہاں انھوں نے لوگوں کو تعلیم و تربیت دینے کا کام شروع کردیا۔ بہت سے لوگ اُن کے شاگرد ہوگئے۔ جمال الدین افغانی نے ان کو مسلم اتحاد کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ دنیا کے تمام مسلمان اپنے قومی یا طبقاتی اختلافات دور کر کے ایک ملت بن جائیں۔ ان کے تمام شاگرد اور مصر کے نوجوان ان کے ترقی پسندانہ اور ہمہ اسلامی خیالات کی بنا پر اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔ مصر سے وہ ترکی کے دارالحکومت قسطنطنیہ گئے جہاں اُن کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ وہاں بھی وہ مسلم اتحاد کے لیے کام کرتے رہے۔ اس طرح اُن کا نام اور اُن کی شہرت پورے عالمِ اسلام میں پھیل گئی۔

1897ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کو ترکی کے شہر استنبول میں دفن کیا گیا۔ 1939ء میں افغانستان کے بادشاہ نے حکومتِ ترکی سے درخواست کی وہ سیّد جمال الدین کی نعش کو افغانستان بھیج دے۔

چنانچہ ان کی نعش کو کابل بھیج دیا گیا۔ جہاں ان کا ایک بڑا مقبرہ تعمیر کر دیا گیا۔



سر سید احمد خان

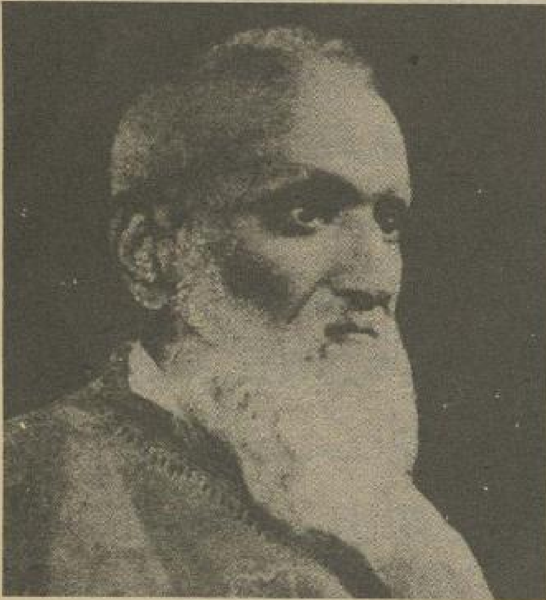
سر سیّد احمد خان

سر سیّد احمد خان 1817ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والدین نے اُنھیں اچھی تعلیم دی۔ تکمیل تعلیم کے بعد انھوں نے سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ بعد میں وہ ایک جج بن گئے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریز مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔ سر سید احمد خان اس بات سے پریشان ہو گئے۔ انگریزوں کا رویہ مسلمانوں کو برباد کرنے کا تھا۔ سر سید احمد خان انگریزوں کے اس رویے کو بدلنا چاہتے تھے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے۔

انھوں نے ایک کتاب "اسبابِ بغاوتِ ہند" تصنیف کی تاکہ انگریزوں کو جنگ کے اسباب سمجھنے میں آسانی ہو اور وہ مسلمانوں کی جانب اپنے رویے میں تبدیلی کریں۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے پس ماندہ رہنے کی وجہ تعلیم میں کمی ہے۔ وہ انگریزوں کا طریقہ تعلیم سمجھنے کے لیے انگلستان گئے۔ وہاں سے واپس آکر انھوں نے مسلمانوں کو اپنی مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان سیکھنے پر راغب کرلیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ مسلمان صرف تعلیم کے ذریعے ہی حکومتی ملازمتیں حاصل کرنے میں دوسروں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ اس لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو ان کی وفات کے بعد ایک یونیورسٹی بن گیا۔

سر سید نے محسوس کیا کہ انگریزوں کی مدد سے ہندو ہندوستان میں حکومت کرنا چاہتے ہیں انھوں نے اسی طرح یہ محسوس کیا کہ ہندو اور مسلم باہم مل کر ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ ہندو اور مسلمان 2 علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں۔ اس تصور نے آگے چل کر مسلمانوں کے لیے پاکستان بنانے کی جدوجہد کرنے کی بنیاد قائم کردی۔ برصغیر کے مسلمانوں نے محسوس کرلیا کہ وہ ایک علیحدہ قوم

ہیں۔ چنانچہ ان کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک علیحدہ مملکت بنانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح ان کی جدوجہد کامیاب رہی اور پاکستان وجود میں آ گیا۔



مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا عبیداللہ سندھی

مولانا عبیداللہ سندھی 1872ء میں ایک سکھ خاندان میں سیالکوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ صرف چار مہینے کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا ان کی والدہ نے ان کی پرورش اپنے بھائیوں کی مدد سے کی جو جام پور میں رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں مکمل کی وہ ایک بہت ہی ذہین طالب علم تھے اور اپنی کلاس میں ہمیشہ اوّل آتے تھے اپنے اسکول کی کتابوں کے علاوہ وہ عام دلچسپی کی کتابیں بھی پڑھتے تھے جب انھوں نے اسلام پر کتابیں پڑھیں تو وہ اسلام سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے 1887ء میں اسلام قبول کر لیا۔ جب ان کی عمر صرف 15 سال تھی۔ انھوں نے اپنے لیے عبیداللہ کا نام اس لیے منتخب کیا کہ یہ "تحفۃ الہند" کے مصنف کا نام تھا جو اسلام پر لکھی گئی ایک کتاب تھی جسے انھوں نے ابتدا میں پڑھا تھا۔ جس کا ان پر بہت اثر ہوا تھا۔

اُن کے رشتے داروں نے ان کے اسلام قبول کرنے کے عمل کو پسند نہیں کیا۔ چنانچہ وہ سندھ میں واقع بھر چونڈی شریف منتقل ہو گئے۔ یہاں وہ حضرت پیر حافظ محمد صدیق کے شاگرد بن گئے جو ایک بڑے عالم اور مدرس تھے۔ مولانا محمد صدیق کہا کرتے تھے کہ عبیداللہ نے اسلام کی خاطر اپنے عزیزوں اور پیاروں کو چھوڑ دیا اس لیے میں اس کا باپ اور ماں دونوں ہوں۔ وہ ان کی نگہداشت کرتے تھے اور ایک باپ کی طرح اُن سے محبت کرتے تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھ میں رہتے تھے اور اُس سے اتنی محبت کرتے تھے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ لفظ سندھی لکھا کرتے تھے۔ اس سے اس علاقے کے لیے ان کی محبت کا اظہار ہوتا تھا جس نے انھیں اپنا بنا کر قبول کر لیا تھا۔

مولانا عبیداللہ سندھی دیوبند گئے اور وہاں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ دیوبندی کی رہبری میں کام کیا۔

وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تدریس سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ انھوں نے اسلام کی خدمت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ہندوستان کو برطانوی حکومت سے آزاد کرنے کے خواہش مند تھے وہ دنیا کے متعدد ممالک مثلاً افغانستان، روس، ترکی، اور عربستان، ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کے سلسلے میں گئے۔ انھوں نے بیرونِ ملک بہت سی مصیبتیں برداشت کیں۔ لیکن امید کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ کیونکہ انھیں یقین تھا کہ ان کا ملک آزاد ہو کر رہے گا۔ برطانوی حکومت ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتی تھی۔

24 سال تک جلاوطنی کی حالت میں رہنے کے بعد وہ 1939ء میں کراچی واپس آگئے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کا انتقال 22 اگست 1944ء کو دین پور میں ہوا جو ضلع رحیم یار خان میں ایک گاؤں ہے۔

ایک مرتبہ طالب علموں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا ''انگریزی زبان اور مغربی سائنس سیکھیے تاکہ آپ یورپ کے انقلاب کو سمجھنے کے لیے کافی معلومات حاصل کر سکیں۔ آپ کی مادّی ترقی کا انقلاب ہندوستان میں سیاسی آزادی حاصل کرنے کے لیے بھی درکار ہوگا۔''

علامہ محمد اقبال



علامہ محمد اقبال

علامہ محمد اقبالؒ 9 نومبر 1877ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل کی۔ انھوں نے ایم اے گورنمنٹ کالج پنجاب سے کیا پھر جلد ہی اعلیٰ تعلیم کے لیے جرمنی اور انگلینڈ چلے گئے۔ انھوں نے فلسفے میں ڈاکٹر اور قانون میں بار ایٹ لاء کی ڈگریاں حاصل کیں۔ واپسی پر انھوں نے لاہور میں قانون کی پریکٹس کا آغاز کیا۔ مختصر عرصے کے اندر وہ ملک کی معروف ہستی بن گئے۔

علامہ اقبالؒ جنوبی ایشیا کے وہ پہلے مسلم لیڈر تھے جنھوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ وہ ایک عظیم فلسفی، شاعر اور لیڈر تھے وہ جنوبی ایشیا کے اُن علاقوں میں ایک علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کے خواہش مند تھے۔ جہاں مسلمان اکثریت میں تھے ان کی یہ خواہش طویل جدوجہد کے بعد پاکستان کی شکل میں ایک حقیقت کا روپ دھار گئی۔

اقبال اپنی شاعری کی وجہ سے مشہور تھے۔ انھوں نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو جگانے کے لیے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں اشعار کہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ ان کو 1930ء میں الہ آباد میں کل ہند مسلم لیگ کے اجلاس کا صدر منتخب کیا گیا۔ انھوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کھلم کھلا اعلان کیا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں اس لیے جنوبی ایشیا کے ان صوبوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام ضروری ہے۔ انھوں نے قائداعظمؒ کو دعوت دی کہ وہ انگلینڈ سے واپس آجائیں اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی قیادت کریں۔ قائداعظمؒ نے ان کی اس دعوت کو قبول کرلیا اور ہندوستان واپس آکر مسلم لیگ کے صدر بن گئے۔

علامہ اقبالؒ کا انتقال 21 اپریل 1938ء کو ہوا۔ اُن کا مقبرہ بادشاہی مسجد لاہور کے خاص دروازے کے قریب واقع ہے۔

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ



قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ 25 دسمبر 1876 کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام مِٹھی بائی تھا اور ان کے والد کا نام جناح پونجا تھا۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کراچی میں حاصل کی جو ان کی پیدائش کا شہر ہے۔ بعد میں وہ انگلینڈ گئے اور "لنکنز ان" (Lincoln's Inn) میں داخلہ لیا۔ وہ سب سے کم عمر ہندوستانی بیرسٹر تھے جن کو "بار" میں داخل کیا گیا۔

انھوں نے اپنے پیشے قانون کی ابتدا اور مشق بمبئی میں شروع کی چند سالوں میں وہ ہندوستان کے ممتاز قانون دانوں میں شمار ہونے لگے۔ جلد ہی وہ اپنی بحث اور قوتِ الفاظ کی وجہ سے مشہور ہوگئے جس کے ذریعے وہ اپنے مقدمات عدالت میں لڑا کرتے تھے۔

جب قائدِ اعظمؒ نے اپنے سیاسی کردار کا آغاز کیا تو انھیں یقین تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں سے ہی ہندوستان آزاد ہوسکتا ہے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے مضبوط حمایتی اور تائید کرنے والوں میں

شمار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت انھوں نے اس پارٹی میں شرکت کی جسے "انڈین نیشنل کانگریس" کہا جاتا تھا۔ 1913ء میں انھوں نے مسلم لیگ میں شرکت کی جو مسلمانوں کے حقوق اور ان کے مفادات کی حفاظت کے لیے قائم کی گئی تھی۔ وقت کے ساتھ قائدِ اعظمؒ کو اپنے ہندو ساتھیوں پر شک ہونے لگا جو مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کے حقوق اور مفاد کی حفاظت میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ قائدِ اعظمؒ مسلم لیگ کی کارگزاریوں سے بھی ناامید ہوگئے جس پر جاگیر دار چھائے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے مسلم لیگ کو عوامی حمایت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ انھوں نے ہندوستان چھوڑ دیا اور انگلینڈ واپس چلے گئے۔

جب وہ انگلینڈ میں تھے تو ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی حالت بدتر ہوگئی۔ وہ اس وقت باعمل رہنما سے محروم ہو چکے تھے۔ علامہ اقبال نے قائدِ اعظمؒ سے انگلینڈ میں ملاقات کی۔ ان سے استدعا کی کہ وہ ہندوستان واپس آجائیں۔ کیونکہ مسلمانوں کو ان کی ضرورت ہے۔ پہلے تو قائدِ اعظمؒ نے انکار کر دیا لیکن بعد میں راضی ہوگئے اور 1934ء میں ہندوستان واپس آگئے واپسی پر انھوں نے مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لی۔

23 مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کا ایک جلسہ لاہور میں منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے کی اس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے قائدِ اعظمؒ اور اُن کی جماعت کے کارکنوں نے رات دن کام کیا جس کے نتیجے میں ایک علیحدہ ریاست، پاکستان برِ صغیر کے مسلمانوں کے لیے 14 اگست 1947ء کو وجود میں آگئی۔

اب قائدِ اعظمؒ کو نئی قوم کو طاقت ور اور خوش حال بنانے کے لیے سخت محنت کرنا تھی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انھوں نے قائد کا کردار ادا کرنے کا ارادہ کیا اور وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بن گئے۔ نئے تخلیق شدہ پاکستان کے سامنے جو مسائل اور حالات تھے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے انھوں نے سخت محنت کی۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ان تمام امور کی انجام دہی کے لیے وہ بطور تنخواہ صرف ایک روپیہ ماہانہ لیا کرتے تھے۔ یہ مثال اُن کے خلوص اور ایثار کی دلیل ہے۔

قائدِ اعظمؒ نے 11 ستمبر 1948ء کو وفات پائی ان کے جسدِ خاکی کو ابدی آرام کے لیے کراچی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ان کی یاد میں ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر کیا گیا جو شہر کے قلب میں واقع ہے۔

قائدِ اعظمؒ کے اقوال پر کلاس میں بحث کیجیے اور قائدِ اعظمؒ کی ان خصوصیات پر طلبہ کی ہمت افزائی کیجیے جن پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنی شخصیت کی تعمیر کر سکتے ہیں

تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

"تعلیم ہماری قوم کے لیے زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ دنیا اتنی تیزی سے حرکت کر رہی ہے کہ اگر آپ خود کو تعلیم سے آراستہ نہ کریں تو آپ نہ صرف مکمل طور سے پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ختم ہو جائیں گے۔"

وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ تھے کہ خواتین کے تعاون کے بغیر کسی قسم کی ترقی نہیں کی جا سکتی۔ اگر مسلم خواتین اپنے مردوں کے ساتھ اُسی طرح تعاون کریں جس طرح انھوں نے رسولِ پاک ﷺ کے زمانے میں کیا تھا تو ہم جلد اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

1۔ شاہ ولی اللہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟

2۔ سید جمال الدین افغانی کا کیا پیغام تھا؟

3۔ سر سید احمد خان کی ہندوستان کے مسلمانوں کی خدمات پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

4۔ اپنی لائبریری میں موجود اس کتاب کو دیکھیے جس میں علامہ اقبال کی نظمیں موجود ہیں۔ اس میں سے کسی ایک نظم کا انتخاب کیجیے جو آپ کو پسند ہے اور پھر لکھیے کہ علامہ اقبال کی شاعری نے ہمیں کیا پیغام دیا ہے۔

5۔ اگر آپ کو اس قسم کی شخصیت بننے کا کوئی موقع ملے۔ جس کا ذکر اس باب میں کیا گیا ہے تو آپ کون سی شخصیت بننا پسند کریں گے؟ اور کیوں؟

6۔ ایک جملے میں یہ بتائیے کہ آپ کی زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اور یہ مقصدِ حیات کیوں ہے؟

(ب) عملی کام

1۔ دنیا کے نقشے میں ان ممالک میں رنگ بھریے جہاں ہندوستان کی تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا عبید اللہ سندھی گئے تھے۔

(ج) اضافی سرگرمی

1۔ فلم جناح دیکھیے۔ اس سے جو سبق آپ نے حاصل کیا اس کے بارے میں اپنے ہم جماعت ساتھیوں سے بحث کیجیے۔

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
5	10	9	43	16	20	1286 1376	1274 1367
22	10	977ء	(997 - 1030)ء	29	17	جنوبی	مغربی
38	آخری	جنوری	جولائی	39	12	منتخب	نامزد
39	16	ضیاء الحق	1985ء میں ضیاء الحق	39	17	دو	تین
45	10	کے دیہات	کی وادیاں	45	آخری	ان دیہات میں	یہاں
47	3	2700 میٹر	2700 کلومیٹر	47	-	سندھ	دریائے سندھ
48	9	ٹھٹھے	ٹھٹھے اور بدین	48	11	اور ماڈہ	اور ماڑہ
62	6	پچھلے	چھپٹے	66	8	7.3 اور 7.4	8.3 اور 8.4
74	14	ڈوب	دھنس	75	4	"گلا کھیت"	"گلا خیل"
77	4	سکھر	گھوٹکی	77	4	مری	ماڑی
78	3	تربیلا (پنجاب) اور	تربیلا اور	78	4	صوبہ سرحد میں	میں
93	آخری	کی گرتی ہوئی سہولتوں	کی سہولتوں	140	7	رحمانیہ	رحیمیہ

صفحہ 113 (غلط) 14 ارکان کا انتخاب قومی اسمبلی کرتی ہے اور 5 ارکان نامزد کیے جاتے ہیں۔ (صحیح) ارکان کا انتخاب صوبائی اسمبلیاں کرتی ہیں۔

نقشہ صفحہ 62

غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح
مکران	نوشکی	سرگودھا	جھنگ	پشاور	کوہاٹ
کوئٹہ	مستونگ	سیال کوٹ	گجرانوالہ	خوشاب	بھکر
چمن	اوتھل	ڈیرہ اسماعیل خان	ڈیرہ غازی خان		

تیار کردہ : سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ بہ تعاون آغا خان یونیورسٹی ، انسٹیٹیوٹ فار ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ، کراچی

منظور کردہ : وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب) اسلام آباد ، بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد — کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان — ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام — قوتِ اخوتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت — پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال — رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال — جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

سلسلہ وار نمبر	34832	پبلشر کوڈ نمبر	50
ماہ و سالِ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
April-2001	Frist	50,000	Rs.34.65